جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق ظاہر ہوا باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کیلئے ہے۔

یارب چو صبح صدق و صفا پیش نصیب باد ∴ این نامہ را کہ در دل شب ما نوشتہ ایم
[illegible] ∴ افسانہائے قیصر و کسرے نوشتہ ایم
[illegible] ∴ صنع ملوک جیرہ و صنعا نوشتہ ایم
[illegible] ∴ سر حدیث بلبل و عنقا نوشتہ ایم
[illegible] ∴ بہر صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

غازیانِ ہند

(مصنفہ)

قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور حال مقیم حیدرآباد دکن مصنف تحفۃ السلطان ومناظر الک
والمفید وقرات المصطفے وباطل شکن ومحمود اور فردوسی وتحفہ عثمانیہ وتصحیح التاریخ
وکتاب المغازی وغیرہ ومترجم عقیدۃ الطحاوی

گر یک نظر کنند درین نسخۂ کتاب [illegible]
باور [illegible] کہ بیایند عذر خواہ
[illegible]

اطلاع قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک پتہ ذیل سے طلب فرمائیے۔ قاضی ظہور الحسن ناظم بمکان مولوی فضل اللہ صاحب ایڈوکیٹ محلہ عابد شاپ حیدرآباد دکن۔ اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے فروخت کرنیکا ہر مسلمانکو اختیار ہے۔

معین دکن پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالۂ ہٰذا کے متعلق حضرت علامہ مولانا عبد اللہ العمادی ناظر کتب دینیہ ورکن دار الترجمہ حیدرآباد کا مکتوب گرامی خاکسار مصنف کے نام

نحمدہٗ و نستعینہٗ

جناب قاضی صاحب ۔ سلام تحیت اکرام ۔ آپ نے مجھ سے "غازیان ہند" پر نقد و نظر کی فرمائش کی ہے لیکن میں امتثال امر سے قاصر ہوں ۔ کتاب اچھی ! اہل کتاب اچھے ۔ غریب مکاتب میں اتنی استعداد کہاں کہ شرح حریت کر سکے یا داد مغازی دے سکے ۔ وہ نفس قدسی جسکا خانوادہ شریفہ مدتوں علم کا حامل اور معرفت کا ناشر رہ چکا ہو ۔ جس نے اپنی ذات کو خدمت ملت کے لئے وقف کر رکھا ہو جسے (قاضیان فی النّار) کی وعید نے (قاضی فی الجنۃ) کا مصداق بنایا ہو ۔ جسے ملت کا غم کھا گیا ہو ۔ اور اپنا تمام سرمایہ خوشی سے جسنے اسی غم کے نذر کر دیا ہو ۔ اوسکی نسبت کیا کہئے اور کیونکر کہئے ۔

لقد وجدت مکان القول ذا سعۃٍ

فان وجدت لسانًا قائلاً فقل

(مجال گفتار تو بہت وسیع ہے مگر زبان گویا کہاں کہ شرح حقیقت کر سکے) ۔ آپ سے عفو اور اپنے خدا سے مغفرت کا طلبگار ہوں دعا کرتا ہوں کہ ملت مرحومہ کو خدا آپکے کام کی منزلت شناسی کی توفیق بخشے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ سے اور آپ کے طفیل میں ہم سے بھی خوشنود رہے ۔ وَاٰخِرُ دعوٰنا انِ الحمد للہ ربّ العالمین ۔

عجیب تساہل

اس کتاب غازیان ہند کا مسودہ ایکسال تک مطبع معین دکن میں رہا بارے خدا خدا کر کے تصحیح کیلئے کاپیاں فقیر کو دیگئیں اور اس کتاب کا خلاصہ جو اسکول و کالج کے طلبہ کے مطالعہ کیلئے مرتب کیا گیا تھا از نام تصحیح التاریخ کئی مہینے ہوئے شائع ہو کر دست بدست فروخت ہو چکا اب اسکا دوسرا ایڈیشن زیر غور ہے بعد تصحیح کاپیاں پھر مطبع میں دیجاتی ہیں ۔ امید کیجاتی ہے کہ کتاب ستمبر ۱۹۳۱ء تک شائع ہو جائیگی ۔

فقیر ناظم

یکم جولائی ۳۱ء

فہرست مضامین

انتساب

فقیر نہایت صدق و اخلاص سے اپنی اس ناچیز تصنیف کو
فخر قوم عالیجناب مولوی سیّد خورشید علی صاحب دام اقبالہٗ
ناظم دیوانی محکمۂ فینانس حیدرآباد و سکریٹری ایجوکیشنل کانفرنس دکن کے
نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے فقط

خاکسار
ناظم
جولائی ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھو المالک والسلطان والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم الانبیاء صاحب السیف والبرھان وعلی آلہ واصحابہ قامع الظلم والطغیان برحمتک یا رحیم یا رحمٰن۔

التماس

عرصہ دراز سے آریوں نے اسلام کے خلاف طوفان اٹھا رکھا ہے اور اگرچہ اُن کو اپنی سعی میں کما حقہ کامیابی نہیں ہوئی لیکن وہ اپنی ان تھک کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے جھوٹے موٹے اعتراض گھڑ گھڑ کر اُن کو بار بار مختلف صورتوں سے شایع کرتے ہیں۔ ناواقف کم علم مخلوق کو بھکانے کا مستقل سلسلہ قایم کر رکھا ہے۔ قابل داد یہ بات ہے کہ باوجود پے در پے ناکامیوں اور شکستوں کے ہمت نہیں ہارتے۔ بے اندازہ روپیہ ذاتی محنت کے علاوہ اس پر خرچ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ تبلیغی امور کو امر زائد سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑا اُن کا اعتراض اور لوگوں کو بہکانے کا ذریعہ مسئلہ جہاد ہے کہ اُس کو غلط سلط بیان کر کے کم خواندہ۔ ناواقف۔ ناخواندہ۔ جاہل لوگوں کے ذہن نشین کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت جبر و زبردستی سے ہوئی۔ اس ہی میں سلطان محمود غزنوی وغیرہ کے مظالم کی داستانیں شامل کر کے بڑے طول فضول کے ساتھ نہایت شد و مد سے اس مطلب کو بیان کرتے ہیں۔ ہمیشہ ٹریکٹ مضامین شایع کرتے رہتے ہیں۔ حضرات علماء کرام نے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے رسائل و کتب تصنیف فرمائے اور ایسے دندان شکن جواب دئے کہ معترض دم بخود ہو گئے۔ مگر ہٹ دھرمی سے وہی بے سرا

ترانہ پھیر ڈالنے لگے۔ فقیر نے ۱۳۴۶ھ میں ایک رسالہ باطل شکن المعروف جہاد اسلام تالیف کیا۔ رسالہ مذکور کی خصوصیات یہ تھیں کہ پہلے باب میں اشاعت اسلام کا راز۔ جبر و اسلام۔ اسلام کا طریق تبلیغ۔ آغاز اسلام کی کیفیت۔ رسول مقبول و قرآن مجید کے متعلق محققین کے اقوال۔ اسلام کی رواداری۔ جہاد اور اس کے احکام و اقسام کا بیان ہے۔ باب دوم میں جن جن قوموں سے عہد اسلام یعنی عہد جناب رسالتمآب و خلفاء راشدین میں لڑائیاں ہوئیں۔ اون کے وجوہات لکھے۔ جزیہ غلامی۔ لوٹ۔ بت شکنی پر بحث ہے۔ باب سوم میں عہد اسلام کی ہر لڑائی کے علیحدہ علیحدہ وجوہات لکھے گئے۔ اس باب میں یہ خصوصیت ہے کہ رسول کریم کے عہد مبارک کے تمام مہمات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اور ہر مہم کے جس قدر نام ہیں سب لکھ دئے گئے ہیں باب چہارم میں عیسائی۔ یہودی۔ بودھ۔ زرتشتی۔ ہندو تمام مذاہب باطلہ کے جنگی احکام و عمل غلامی۔ و لوٹ و جزیہ و جبر و اشاعت مذہب کی کیفیت مرقوم ہے۔ یہ باب ایسا ہے کہ ان مضامین پر آج تک کسی مصنف نے قلم نہیں اٹھایا۔ رسالہ مذکور کے دیباچہ میں میں نے معترض کو یہ بتلا دیا تھا کہ تمہارا طرز بحث ناقص ہے تم مذہبی مسائل کے ساتھ سلاطین کے واقعات کو ملا کر خلط مبحث کرتے ہو تاکہ عوام کو حق و باطل کا امتیاز مشکل ہو جائے میں اس رسالہ (باطل شکن) میں صرف عہد اسلام کے متعلق بحث کروں گا۔ اور اُن مقدس بزرگ سلاطین (جن کے مظالم کی فرضی داستانیں گھڑ کر تم لوگوں کو بہکاتے ہو۔) کے اعتراضات کے متعلق جداگانہ رسالہ غازیان ہند تالیف کرونگا۔ اس موقع پر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں بیس برس سے اس خدمت میں مشغول ہوں۔ اور مجھ کو اس میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ میری تالیفات کو علماء کرام نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے مضامین کو مؤقر اخبارات و رسائل نے خصوصیت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ میرے کسی رسالہ کے جواب میں کوئی مخالف دم نہیں مار سکا۔ میں نے اپنی تالیفات میں ہمیشہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ منطقی دلائل نہ ہوں۔ مسلمان مورخین مصنفین کے اقوال نہ ہوں ہمیشہ غیر مسلم اہل قلم کے اقوال پیش کئے ہیں کیونکہ مجھ کو خوب تجربہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ میری حد مقابل حجت معقول پسند نہیں ہے۔ رسالہ باطل شکن تالیف کر کے میں نے الاماں بک ایجنسی دہلی کو بلا کسی معاوضہ و شرط کے دیدیا تھا۔ کیونکہ میرا مقصود ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ یہ تبلیغی مضامین ارزاں قیمت پر ہر مسلم و غیر مسلم کے ہاتھ میں پہنچ جائیں۔ میں خدائے ذو الجلال کا شکر کرتا ہوں کہ میرے رسالہ باطل شکن کو علمائے کرام نے بہت پسند کیا۔ اور اپنے تقاریظ میں اُس کی کافی تعریف کی۔

اس رسالۂ غازیان ہند میں بھی میں نے یہ التزام کیا ہے کہ غیر مسلموں کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ اور سردار محمد قاسم۔ سلطان سبکتگین۔ سلطان محمود غزنوی۔ سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر۔ سلطان حیدر علی۔ سلطان ٹیپو۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین پر جس قدر اعتراضات ہیں سب کے جوابات بالتفصیل باب اوّل میں دے ہیں۔ باب دوم میں سکھوں کی تاریخ۔ اور اون کے متعلق اعتراض کا جواب ہے۔ باب سوم میں جزیہ غلامی۔ وغیرہ وغیرہ پر متفرق مضامین ہیں۔ چونکہ ان مضامین پر میں باطل شکن میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ اس لیے اس رسالہ میں مختصر طور پر حسب ضرورت لکھا گیا ہے۔ باب چہارم میں میں نے بجنسہٖ وہ مضامین نقل کر دیے ہیں جو ہندو مضمون نگاروں کے مختلف اخبارات میں شائع ہوئے تھے اور جن کو میں نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ مصنفین اور اہل سیر کو بخوبی اسکا اندازہ ہوگا کہ مجھ کو کیسی کیسی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور کس قدر جانکاہی کے بعد یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ مجھ کو اپنی کم مایگی کا خود اعتراف ہے لہٰذا صاحبانِ علم سے اصلاحِ اغلاط و پردہ پوشی کی توقع رکھتا ہوں۔ رسالۂ باطل شکن میں میں نے ایک موقع پر یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں ایک رسالہ غزوات السلاطین لکھونگا۔ جسکا یہ مقصد ہوگا کہ روئے زمین پر غیر مسلم قوموں سے جس قدر مسلمان سلاطین نے لڑائیاں لڑی ہیں اون میں سلاطین اسلام حق بجانب تھے مجھے اپنے اس وعدہ کا بے حد خیال ہے اور خدائے ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جلد اس وعدے سے مجھ کو سبکدوش کرا دے باطل شکن کے شائع ہونے کے بعد کثرت سے خطوط علمائے کرام اور شائقین کے غازیان ہند اور غزوات السلاطین کے جلد از جلد شائع کرنے کے تقاضہ میں میرے پاس آئے لیکن میں اپنی پریشان حالی کی وجہ سے نہ اُن حضرات کو کوئی قطعی جواب دے سکا اور نہ رسالہ ترتیب کر کے پیش کر سکا۔ مگر اس کی تحریر و تکمیل کا سلسلہ جاری رکھا ؎

میں گرچہ تھا رہین ستم ہائے روزگار ❊ لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

خدا جزائے خیر دے میرے محترم دوست امیر با دل عالیجناب مولانا الحاج فیض اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایڈوکیٹ حیدر آباد کو جن کے سایۂ عاطفت میں بیٹھ کر فقیر نے اس اہم دینی خدمت کو انجام دیا ہے۔ فقیر نے یہ رسالہ کسی کی دل آزاری یا توہین کے خیال سے نہیں لکھا ہے اس سے مقصود صرف احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔ خاکسار

ناظم

مئی سنہ ۳۰ء

بابِ اوّل

سلاطینِ عظّام

نمبر۱

سردار محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ

سردار محمد بن قاسم پر متعصبین چار اعتراض کرتے ہیں۔ (۱) ہندوستان پر خواہ مخواہ فوج کشی کی۔ (۲) ہندوؤں پر ظلم کیے۔ (۳) مندر منہدم کیے۔ (۴) ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔

واقعات

راجہ سراندیپ نے خلیفہ ولید کیلئے کچھ تحائف روانہ کئے انہیں جہازوں میں کچھ مسلمان مرد عورت۔ بوڑھے بچے۔ بارادہ حج سوار ہو گئے یہ جہاز بھٹک کر ساحل دیبل (کراچی) پر جا پہونچے گورنر دیبل نے اُن جہازوں کو لوٹ لیا اور مسافروں کو قید کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حجاج بن یوسف گورنر عراق و حجاز کو ہوئی تو اُسنے اپنے ماتحت محمد ہارون حاکم مکران کو لکھا کہ راجہ داہر سے اس کا سبب دریافت کرے کہ بلاوجہ جہاز کیوں لُوٹے گئے۔ عورت مرد بچے بے قصور کیوں قید کئے گئے۔ محمد ہارون کے استفسار پر راجہ داہر نے جواب ناصواب دیا اس پر حجاج نے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے بسر کردگی بدیل تین ہزار لشکر روانہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں سردار لشکر اسلام شہید ہوا اس کی جگہ

حجاجؒ نے اپنے برادر عمزاد اور داماد محمد بن قاسم کو جس کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر اور اس کے مددگاروں کو شکست دی۔ کون انصاف پسند ہے جو اس امر کو ناواجب قرار دیگا۔

شہادتیں

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں جبکہ عربوں کا جہاز سندھ کی بندرگاہ میں لوٹا گیا تو تاوان لینے کی غرض سے ایک نوجوان سردار نے جسکا نام محمد قاسم تھا ۷۱۲ء میں سندھ پر فوج کشی کی (تاریخ ہند) لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں ۷۱۲ء میں سندھ کے راجہ نے اہل عرب کے کچھ جہاز لوٹ جسپر محمد قاسم نے خفا ہوکر فوج روانہ کی۔ (تاریخ ہند حصۂ دوم)

محمد بن قاسم کی ہندو نوازی

پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے ہندؤں کے مندر وغیرہ نہیں توڑے (تاریخ ہند) دوسرے مقامات کیطرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام کو کبھی مذہبی جبر نہیں کیا گیا۔ محمد بن قاسم ہندؤں کے سوشل اور مذہبی رسومات و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی مسلمانوں کو تھی۔ ہندؤں کے سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اون کے ایما پر اونکی ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندؤں کیلئے تمام دفاتر کھول دیے گئے تھے برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا اور قاسم نے وزارت کا عہدہ اپنے وقت کے مشہور ہندو فلاسفر کا کہا کو عطا کیا تھا (مسٹر چنی لال ایم اے) برہمن آباد (اس کے دو نام اور تھے بمبراکا تھل اور دیورانی چوگھاٹ) جب اہل عرب قابض ہوئے تو ہندؤں کو مندروں کی عزت کرنے کی اجازت دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اول) وکابن آبسایا جب گرفتار ہوکر محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوا تو اس کی بڑی عزت کی اور اسکو جاگیر مع ایک لاکھ درم نقد و خلعت عطا کیا۔ سی ساگر وزیر راجہ داہر جب آیا تو اسکی بھی بڑی عزت کی۔ اور اوسکو مشیر مقرر کیا۔ بنو یہ پسر دھارن کو دہلیلہ کا راج عطا کیا۔ برہمن آباد کا علاقہ وہیں کے ہندو رئیسوں پر تقسیم کردیا راجہ داہر کے چچا نادبھائی کو انعام و اکرام اور معزز عہدہ دیا۔ (واقعا

ہند منشی تلسی رام) پس اکابر و مقدمان برا ہمہ را فرمود کہ معبود خود را عبادت کنند و فقرائے برہمناں را باحسان و بعہد تیار دارند و اعیاد و مراسم خود بشرائط آبا و اجداد قیام نمایند و صدقات کہ پیش ازیں در حق براہمہ می دادند بر قرار قدیم بدہند (تاریخ سندھ مصنفہ علی بن حامد) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں دیبل پر ایک بیڑا ان جہازوں کا پہنچا جس میں سرا ندیپ کے حاجی سوار تھے اور اسمیں خلیفہ کیلئے تحفے بار تھے اون جہازوں کو راجہ کے گورنر والئی دیبل نے لٹوا لیا۔ اسپر برہم ہوکر خلیفہ نے محمد قاسم کو فوج کشی کا حکم دیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندروں کی مرمت کرائی اور برہمنوں کو معزز عہدے دئے یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لاڈی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیرج کے ہندوؤں اور بودھوں نے اوس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) اس قسم کے الزامات کا ماخذ اکثر انگریزوں کی تالیفات ہیں جو سیاسی مصلحتوں کے زیر اثر تالیف کی جاتی ہیں۔ سر جان کئی لکھتا ہے " ہم لوگوں کا یہ عام طریقہ ہے کہ پہلے کسی دیسی حکمران کی سلطنت پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اس معزول بادشاہ یا اوس کے جانشین کو بدنام کرتے ہیں (ہسٹری آف دی سپائی وار جلد دوم)۔ غرض غیر قوموں کے سلاطین کو بدنام کرنا انگریزی مؤرخین کا اکثر طریقہ کار ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اسکے بہت شکر گزار ہوئے۔ اور گاؤں گاؤں اسکی تعریفیں کرتے پھرے (چچ نامہ الیٹ)

* فتوح البلدان بلاذری

سلطان سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ

سبکتگین پر دو اعتراض ہیں۔ (۱) راجہ جے پال پر چڑھائی کی۔ (۲) سبکتگین غلام تھا

واقعات

تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔ جس کے عقائد اسلام کے خلاف اور اُن کے اعمال آثار کشانہ تھے وہ فریب و دغا اور جس طرح سے بھی ممکن ہوتا علماء و ائمہ و سلاطین اسلام کو قتل و شہید کرتے تھے۔ اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا اُن کا خاص مقصد تھا اس فرقہ کا زور سبکتگین اور محمود کے عہد میں بہت تھا یہ قرامطہ کہلاتے تھے یہ جس ملک میں جاتے وہاں کے باشندوں کو عقائد میں اپنے عقائد ملا کر اونکو اپنا ہم خیال و ہمدرد بنا کر اون سے تخریب اسلام

میں مدد لے تھے اس فرقہ کی ایک جماعت ۲۶۵ھ میں خشکی و مکران کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوئی اور ہندوؤں سے اسقدر میل جول بڑھایا کہ ہندوؤں کے ہمدرد و مخلص دوست بنگئے شاہان ہندو میں اوّل انہوں نے یہ کام کیا کہ سندھ کی اسلامی ریاست منصورہ (جس کو عمرو بن سردار محمد بن قاسم نے جو رانی لاڈی بیوہ راجہ داہر کے بطن سے تھا ۱۱۹ھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر آباد کیا تھا کیا تھا۔ اور وہاں ۲۶۵ھ میں بنو سامہ کی جو ایک قریشی قبیلہ تھا حکومت تھی) پر ہندو راجاؤں کو ابھار کر چڑھا دیا۔ اس طرح منصورہ کا خاتمہ کر کے اس کا علاقہ ہندو رئیسوں میں تقسیم کر دیا زیادہ حصہ راجہ جے پال نے پایا۔ پھر راجہ جیپال اور بھاٹنہ کے راجہ سے ایک سرحدی سردار حمید خان (جو قرمطی المذہب تھا) کو مدد دلا کر ملتان کی اسلامی ریاست کو زیر و زبر کیا (محمود کے عہد میں اسی حمید خان کا پوتا ابوالفتح داؤد ملتان پر حکمران تھا) اس کے بعد قرامطہ نے راجہ جیپال کو ابھارا اور وہ با مداد چند راجگان سلطان سبکتگین پر حملہ آور ہوا۔ سلطان اسوقت دیلمیوں کے ساتھ طوس میں مصروف پیکار تھا کہ جیپال نے حملہ کر دیا۔ اور سینکڑوں میل حدود سلطانی میں ملک کو روندتا ہوا چلا گیا۔ غزنی دار الخلافہ کے قریب پہنچنے والا تھا کہ سلطان کو خبر پہنچی کہ راجہ جیپال تین لاکھ فوج لیکر چڑھ آیا۔ سلطان نے وہاں سے لوٹ کر ساٹھ ہزار لشکر لیکر شہر غزنی کے متصل جانب جنوب جیپال کا مقابلہ کر کے شکست دی جیپال گرفتار ہوا۔ خراج گذاری کا وعدہ کر کے رہائی حاصل کی۔ سلطان نے اپنے چند معتمد آدمی وصول زر کے لئے ساتھ کر دیے۔ راجہ نے لاہور پہنچ کر سلطان کے آدمیوں کو قید کر لیا اس وعدہ خلافی و جسارت پر برہم ہو کر سلطان نے جیپال پر فوج کشی کی تمام راجگان ہند نے جیپال کی مدد کی مگر شکست کھائی اور جیپال پھر گرفتار ہو کر سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ اور بہت گڑگڑا کر معافی چاہی رحیم و کریم سلطان نے پھر معاف کر دیا۔

شہادتیں

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک فرقہ پیدا ہوا جو انارکسٹانہ عقائد رکھتا تھا انکو قرامطہ کہتے تھے یہ لوگ اسلام و اہل اسلام و سلاطین کے جانی دشمن تھے۔ اس فرقہ والوں نے اول ہندوستان میں آکر سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بامداد بعض راجگان ہند نیست کیا۔ اور اسکا ملک راجوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست (جو ملتان میں تھی) کو بسازش راجہ جیپال زیر و زبر کیا۔ اس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا قرامطہ

اوس کے خلاف سازش کرتے تھے وہ قرامطہ کی سزادہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے جے پال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرا دیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ پنجاب کی سرحد پر پہلی لڑائی جو ہندو مسلمانوں میں ہوئی اس میں چھیڑ ہندوؤں کی طرف سے ہوئی تھی (تاریخ ہند) لالہ سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی لکھتے ہیں۔ راجہ جیپال با بسیاری لشکر و فیلان صفدر بر سر غزنی رفت۔ سلطان بدریافت ایں خبر با لشکر بسیار و سواران جرار در حدود ولایت خویش رسیدہ آمادہ پیکار گردید۔ (خلاصۃ التواریخ) جب راجہ جیپال گرفتار ہوا تو سبکتگین سے معاہدہ کیا کہ تاوان جنگ اور خراج ادا کریگا۔ سبکتگین نے راجہ کو چھوڑ دیا۔ لیکن راجہ نے لاہور پہنچ کر وعدہ خلافی کی اور بادشاہ کے آدمی جو تاوان جنگ لینے آئے تھے قید کر لئے اسپر جھنجلا کر بادشاہ نے حملہ کیا بہت سے راجوں نے جیپال کا ساتھ دیا۔ پر شکست پائی اور راجہ پھر گرفتار ہو کر پشیمان ہوا اور سلطان سے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کر دیا۔ سلطان کا مقصد زرکشی تھا اس لئے وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کی کوئی خدمت نہ کر سکا (واقعات ہند تلسی رام) پس از رسیدن بمسکن خود از قرار اہ برگشتہ کسان سلطان راکہ برائے سپردن فیل و مال ہمراہ آوردہ بعوض مبادلہ مردم خود کہ بنزد سلطان گذاشتہ آمدہ گرو بندی کرد۔ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) راجہ نے شکست کھا کر اُسے خراج دینا قبول کیا جب وہاں سے چھوٹ کر لاہور آیا تو اس نے بادشاہ کو وہ خراج نہیں بھیجا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) راجہ جیپال نے لشکر کشی کے غزنی کیطرف ارادہ کیا۔ سلطان یہ خبر سن کر اپنی ولایت کی حدود پر پہنچکر تیار جنگ ہوا اور دونوں طرف جنگ باہم اکثر مرتبہ ہوا بہت سے مارے گئے۔ راجہ مغلوب ہو کر صلح کی درپیش آیا اور قرار ہوا کچھ نقد کا اور پچاس ہاتھیوں کا کرکے ملازمان بادشاہ کو ساتھ لیکر اپنے مسکن کو آیا اور وہاں پہنچ کر اس قرار سے برخلاف ہو کر ملازمان بادشاہ کو مقید کر لیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد ص ۸۱)

سبکتگین کا حسب و نسب

صاحب تاج کے لئے نجیب الطرفین ہونا ضروری نہیں اگر یورپ اور ہندوستان کی تاریخ دیکھ کر وہاں کے صاحبان تخت کی جانچ کیجائے تو ایک لمبی فہرست ایسی تیار ہو سکتی ہے کہ جسکے تفصیلی حالات لکھنے میں ایک مہذب قلم کو ضرور تامل ہوگا۔ ہندو صاحبان تاج و تخت بھی کم ذات یعنی شودر گذرے ہیں لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں اوسکی (راجہ چندر گپت) کی ماں ایک نیچ ذات کی عورت تھی

(تاریخ ہند صفحہ ۱۹۴) آخری بادشاہ نند دوسری پیڑی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے (تاریخ ہند صفحہ ۱۹۵) اوسکی ذ(راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھرتری پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۲۷) ایشونت رائے ملکر یہ توکوجی رائے ملکر کا داشتہ زادہ تھا تو کوجی کے انتقال کے بعد ۱۷۹۷ء میں تخت نشین ہوا (مرہٹوں کا تمدن مصنفہ مانک راؤ وٹھل راؤ)۔

سبکتگین یزدجرد شہنشاہ ایران کی نسل سے تھا۔ اس کا نسب نامہ تاریخ فرشتہ میں اسطرح مذکور ہے۔ سبکتگین بن قرمحکم بن قرا ارسلان بن قراملت بن قراالنعمان بن فیروز بن یزدجرد) کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں کہ سبکتگین کہ بہ شش واسطہ سلسلہ او بہ یزدجرد می رسد (گلستان ہند دفتر دوم صفحہ ۴) سبکتگین اصل میں ایک شہزادہ ایران کا تھا (ہسٹری آف انڈیا جارج این کننگ)

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان محمود پر چھے اعتراض ہیں (۱) راجہ جے پال پر حملہ کیا۔ (۲) ہندوؤں کو قتل کیا (۳) ہندوؤں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا۔ (۴) ہندوؤں کو جبراً مسلمان کیا۔ (۵) مندر منہدم کئے۔ (۶) فردوسی کے ساتھ خلاف وعدہ کیا۔

واقعات

سبکتگین کے انتقال پر اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ جیپال نے موقع غنیمت سمجھ کر ڈیڑھ لاکھ فوج اور تین سو ہاتھیوں سے حملہ کر دیا۔ سلطان محمود نے دو ہزار سپاہ سے مقابلہ کیا اور شکست دیکر جے پال کو گرفتار کرلیا۔ راجہ نے معافی چاہی شیردل باپ کے شیردل بیٹے نے معاف کر دیا۔ لاہور پہنچکر غیرت کے مارے جے پال آگ میں جل مرا اور اس کا بیٹا انند پال گدی نشین ہوا۔ جو بہ ظاہر کچھ عرصہ تک خراج گذار رہا۔ لیکن خفیہ جنگی طیاریوں میں مصروف رہا۔ آخر ۱۰۰۳ء میں بامداد چندرا جگان حدود سلطانی پر حملہ آور ہوا۔ سلطان نے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ انند پال نے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کر دیا۔ لاہور آکر پھر سازشوں میں مصروف ہوگیا۔ اور پھر سلطان سے لڑا اور شکست کھاکر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے

اس کے بیٹے جے پال ثانی کو تخت نشین کر دیا۔

شہادتیں

سبکتگین کے مرنے پر محمود اور اس کے بھائی میں جنگ ہوئی۔ راجہ جے پال نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور محمود پر چڑھائی کی۔ محمود بھائی کو شکست دیکر راجہ سے جنگ آزما ہوا۔ راجہ شکست کھا کر گرفتار ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ محمود نے معاف کر دیا۔ راجہ لاہور آکر چتا میں جل گیا۔ اس کے بعد انندپال اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ انندپال نے سلطان پر چڑھائی کی پر شکست کھائی۔ پھر ابوالفتح قرمطی کی حمایت میں لڑ کر شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے اس کا راج اس کے بیٹے پر بحال کیا۔ (واقعاتِ ہند تلسی رام) ۔ ملتان میں داؤد بن نصر رئیس ملاحدہ حکومت رکھتا تھا سلطان نے عزیمت کر کے راہ تا لفت سے ارادہ کیا وہاں کا حاکم خبردار نہ ہوا۔ راجہ انندپال بیٹا جیپال کا سر راہ تھا حائل ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوئی راجہ تاب نہ لا کر کوہستانِ کشمیر میں چلا گیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۸۲) اس لڑائی کے بعد محمود نے اُن سرحدی قبائل کو سزائیں دیں جنکو راجہ جیپال نے سازش کر کے پہلے سے اپنا شریک بنا لیا تھا (واقعاتِ ہند تلسی رام) ۱۰۰۵ء میں محمود کا تیسرا حملہ ابوالفتح حاکم ملتان پر ہوا انندپال اسکی حمایت میں بادشاہ سے لڑا لیکن آخر کو شکست کھا کر کشمیر کو بھاگ گیا (تاریخ ہند اجودھیا پرشاد) محمود نے سوائے لڑائی یا محاصرے کے کبھی کسی ہندو کا خون نہیں بہایا (تاریخ ہند الفنسٹن) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جسطرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندوؤں کو اسلئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اُسنے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ محمود زردوست تھا۔ ملک گیری اسکا مقصد تھا نہ کہ اشاعت اسلام (واقعاتِ ہند تلسی رام)

سلطان محمود کی ہندو نوازی

جیپال انندپال جیسے خطرناک دشمنوں کو بار بار معافی دی۔ انندپال کے بعد تخت لاہور محمود کی مرضی پر تھا۔ اس کریم النفس سلطان نے اسکے آباؤ اجداد کی بدعہدیوں، بیوفائیوں کو بھلا کر جیپال کے پوتے کے سپرد کیا۔ راجہ نندا والئی کالنجر گرفتار ہو کر آیا اسنے معافی چاہی۔ اسکو معاف کیا۔ اور چند قلعے

بطور جاگیر دے۔ سومنات کی ریاست راجہ داب شلیم کو عطا کی۔ کنور رائے کو تخت قنوج بخشا۔ راجہ تلک کو اپنی فوج کا جنرل بنایا امیر الامرا خطاب عطا کیا۔ راجہ سیوندر رائے کو مشیر خاص بنایا۔ راجہ بیربال کو اپنے بیٹے امیر مسعود کا سکرٹری بنایا (ماخوذ از طبقات اکبری۔ جامع التواریخ۔ واقعات ہند) راجہ نندا کے متعلق لالہ سجان رائے لکھتے ہیں منشور حکومت پانزدہ قلعہ ضمیمہ کالنجر بنودہ با تحف دیگر مرحمت فرمودہ (خلاصۃ التواریخ) ایک فوج خالص ہندوؤں کی بنائے۔ (ملوک ہند اطاعت و خراج قبول ساختہ دہ ہزار سوار ملازم سلطانی گردانیدند۔ (جامع التواریخ) و کامل ابن اثیر۔

محمود کے متعلق رائیں

محمود اپنی رعایا کے آرام کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ اگر اُس کے سپاہی یا افسر کوئی بے جا کام کرتے تھے تو انکو سخت سزا دیتا تھا (دلیران تاریخ ہند ایشوری پرشاد) محمود اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور تکلیف نہ دیتا تھا۔ (دلیران تاریخ ہند) محمود نے کئی راجوں کو ملک بخشی کی۔ اور ہندوؤں کو عہدے دئے (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال) لالہ مکندی لال بی۔ اے آکسن ایم۔ ایل۔ سی ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں۔ محمود وسطی زمانہ کا سب سے بڑا فاتح اور بہادر ہے اور ہندوستان پر اسکی چڑھائی دنیا کے لئے بے حد مفید ہوئی۔ محمود کے ساتھ لاثانی فاضل البیرونی آیا۔ اُسنے ہندوؤں کی تہذیب انکے شاستروں اور علم الٰہیات کا ایسی عمدگی سے مطالعہ کیا کہ آج تک کسی غیر ملکی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ اسنے ہندوستان کی تواریخ کے لئے ستر اور دیگر علوم کے بارہ میں پینتیس کتابیں عربی میں لکھیں۔ البیرونی کی کتاب الہند شہرۂ آفاق کتاب ہے ہمارے لئے ہندوستان پر اسلامی حملوں کے ثمرات میں یہ سب سے بہتر پھل ہے (رسالہ سرسوتی الہ آباد سے یہ مضمون اخبار الخلیل میرٹھ نے جولائی ۲۷ء ۱۹ میں ترجمہ کیا) برعیت پروری و دادگستری عالم را رونق بخشید بعدالت ورزی و انصاف پژوہی ستم گاراں را بہ سزا و ستم دیدگاں را بمدعا میرسانید و بخطا پوشی و عطا پاشی مجرماں را نوید بخشش میداد و از سخاوت و زر بخشی مفلساں را تونگر می ساخت (خلاصۃ التواریخ)۔

نمبر (۴ و ۵) کے جوابات باب سوم میں لکھے جائیں گے (۶) کے متعلق خاکسار نے ایک مستقل رسالہ موسوم محمود اور فردوسی تالیف کر کے شائع کرا دیا۔ اوسکو مطالعہ فرمادیں۔ اس میں نہایت تفصیل ہے

ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ اعتراض سراسر اتہام ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان شہاب الدین پر ہندوستان پر حملہ کرنے اور ہندوؤں سے تعصب کا برتاؤ کرنے کا اعتراض ہے۔

واقعات

سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ ہندوؤں پر نہیں کیا بلکہ غزنوی شاہزادہ پر جو اپنی مملکت ہند میں آ کر مقیم ہوا تھا۔ ہاں جن ہندوؤں نے غزنوی بادشاہ کا ساتھ دیا یا سلطان سے سرحدی تنازعہ کیا اُن سے سلطان نبرد آزما ہوا۔ راجگان ہند نے ہر جنگ میں سلاطین غزنی کا ساتھ دیا۔ چنانچہ علاء الدین غوری اور بہرام غزنوی کی جب جنگ ہوئی تو بہت سے راجے بہرام کے لشکر میں شریک تھے۔ بہرام کو شکست دے کر علاء الدین نے ایک فخریہ نظم لکھی۔ اُس میں راجگان ہند کا بھی تذکرہ ہے ؎ پشتی خصم گرچہ ہمہ رائے و رانا بود ✽ کردم بگرز خرد سر رائے و رانا را ✽

شہادتیں

اس کی یورشیں فاتحانہ تھیں۔ اس کا مقصود ممالک کا فتح کرنا تھا اس لئے وہ اکثر غیروں کی تالیف قلوب پر مائل رہتا تھا۔ مذہب میں مداخلت کرنے سے محترز رہتا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے غزنی کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ پھر ہندوستان پر جو غزنی کا صوبہ تھا اور غزنوی شاہزادہ یہاں آ کر پناہ گزین ہوا تھا حملہ کیا۔ راجوں نے شاہ غزنی کا ساتھ دیا۔ اور فتحیاب ہونے پر بھی وہ شاہ غوری کے تسلط میں حائل رہے۔ لیکن بعض بڑے درجہ کے ہندو اُس کے بھی مشیر و شریک حال ہو گئے تھے۔ (واقعات ہند تلسی رام) لاہور را نیز از دست خسرو بن ملک بن خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی

برآورده (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل) محمد غوری کو مثل محمود غزنوی کے ایک دیندار سورما نہیں بلکہ ایک ایسا فتحمند سمجھنا چاہیئے جس کو ملک تسخیر کرنا منظور تھا۔ بنا برآں اپنی مہموں میں اسکی نظر مندروں کے لوٹنے پر نہیں بلکہ صوبہ جات کے حاصل کرنے پر تھی (تاریخ ہند حصہ دوم منٹر صاحب) محمد غوری نے پرتھی راج کے ایک رشتہ دار کو اجمیر کی ریاست بخشی (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) اجمیر رابہ گولہ پسر پتھورا تفویض نمود (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

سلطان اورنگزیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان عالمگیر پر یہ نو۹ اعتراض ہیں ۱۔ باپ کو معزول و قید کیا ۲۔ بھائیوں کو قتل کیا۔ ۳۔ ہندوؤں سے تعصب رکھتا تھا۔ عہدے نہ دیتا تھا۔ ۴۔ ہندوؤں پر جزیہ قائم کیا تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ ۵۔ ہندوؤں کے میلے مدرسے بند کئے۔ ۶۔ مہاراجہ جسونت سنگھ اور سیواجی کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا۔ ۷۔ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ۸۔ مندر منہدم کئے۔ ۹۔ سکھوں پر ظلم کیا۔

جوابات

(۱) دارا شکوہ نے شاہجہان کو بے اختیار کیا۔ عالمگیر نے دارا شکوہ سے تخت حاصل کیا اس لئے شاہجہان کا واسطہ درمیان میں نہ رہا۔ جب شاہجہان بیمار ہوا تو دارا نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر خود مختارانہ عمل شروع کیا۔ اور تمام امورات کے اخفا میں اسقدر سعی کی کہ ڈاک و راستے بند کر دئے اور از راہِ فریب شاہجہاں کی دستخط اپنے قلم سے کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر جو اس ہنگامہ کے وقت موجود تھا اور دارا کا دوست تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ان دنوں شاہجہاں کا فی الواقع بہت بتلا حال تھا اور علاوہ شدائد اور تکالیف امراض کے وہ حقیقتاً دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا۔ (سفرنامہ جلد اوّل) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے

اما به اجمال ظاهر شد که آن طرف (دارا) استقلال و تسلط تمامی که نداشت یافته حل و عقد امور حضور اقدس (شاہجہاں) بہ قبضۂ اختیار خود آورد (فیاض القوانین) ایک دوسرے خط میں لکھا ہے اینقدر یقین حاصل است که حضرت اعلیٰ (شاہجہان) را مطلق اختیارے نمانده است و آنحضرت را ملحد (دارا) به صید خویش آورده است (فیاض القوانین) شاہجہان دارا کے ہاتھ میں اسقدر مجبور تھا کہ آگرہ کی آب و ہوا اس کو موافق نہ تھی اس لئے وہ حالت مرض میں آگرہ نہ آنا چاہتا تھا مگر دارا شکوہ اسکو لایا۔ اور جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا قصد کیا تو شاہجہاں نے روکا اور کہا کہ میں خود جاکر اس معاملہ کو طے کرتا ہوں مگر دارا نہ مانا (ملخص ترجمۂ خافی خان) اور بادشاہ کو تکلیف معاودت اکبر آباد کی دیا (دارانے) (عمدۃ التواریخ رتن لال صـ۱) لالہ سداسکھ لال لکھتے ہیں جب شاہجہان بہت بیمار ہوا تب بڑے بیٹے دارانے کہ مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ (تاریخ ہند) دارا شکوہ نے بہتیرا چاہا کہ خبر نہ پھیلے ڈاک بند کردی مسافروں کو چلنے سے روکا (آئینۂ تاریخ تما شیو پرشاد) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے ملحد (دارا) خود تقلید خط اقدس (شاہجہاں) را بمرتبۂ کمال رسانیده بر فرامین دستخط می کند (فیاض القوانین) بادشاہ مغلوب مرض ہوئے اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر رکھا (عمدۃ التواریخ رتن لال صـ۱۳) بادشاہزادہ محمد دارا شکوہ در قبضۂ اختیار خود گرفته بنا بر مصلحت راه وصول اخبار باکناف اقطار مسدود نموده و مردم خود تعین کرده خطوط وکلائے بادشاہزادہ ہا و امرا و مردم دیگر از مسالک و شارع میگرفت و بعضے وکلا را در قید نگاہداشت (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) دارا شکوہ که خود را ولی عہد میدانست زمام اختیار سلطنت بقبضۂ خود آورد و باقتضائے رائے سست بنا بروفق خواہش خویش در بسیع کارہا عمل بی نمود از فکرہائے ناقص وصول خبرہا اکناف و حدود مسدود ساخت و وکلائے دربار را منع نوشتن حقائق نمود (لب لباب تاریخ ہند مصنفۂ رائے بندرابن مرقومہ ۱۱۰۱ھ موجودہ کتب خانۂ حیدرآباد) دارا شکوہ پسر کلاں بار سلطنت بر دوش گرفته رتق و فتق مہمات سلطنت گردید و حضرت شاہنشاہی را بجہت تبدیل آب و ہوا از دہلی با گرہ آورد و جمیع وکلا و مردم را بنوشتن اخبار وکتابت باطراف و اکناف ممانعت کلی فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم کنور درگا پرشاد صفحہ ۵۳) محمد دارا شکوہ که ولی عہد بود نظم و نسق سلطنت بطور خود ساخته راه آمد و رفت اخبار از ہر دیار مسدود نموده بسبب آن اختلال بسیار در امور سلطنت افتاد (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل صـ۱۲۳)

ایک سادہ لوح معترض لکھتا ہے کہ اگر عالمگیر سعادت مند ہوتا تو دارا شکوہ پر فتح پانیکے بعد تخت شاہجہاں کے حوالے کر دیتا۔ لیکن ماہرین سیاست بسیر جانتے ہیں کہ اگر عالمگیر ایسی غلطی کرتا تو پہلے ہی اسکو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے کیونکہ شاہجہاں کا گوشۂ خاطر جہاں آرا بیگم (ہمشیرۂ دارا شکوہ) کیطرف تھا اور وہ بادشاہ پر حاوی تھی چنانچہ بادشاہ حالتِ قید میں بھی عالمگیر کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا (دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر سخنانِ دولت سگالان داشتہ متردد بودند ناہر ول چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) بہ خطِ خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بعنوان سکروئی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد گزرانید مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما درین مہم را فیصل می نمائیم (ماثر الامراء جلد دوم) ایک خط کابل کو مہابت خان سپہ سالار کو لکھا چون فرزند مظلوم (دارا) بعد از شکست روانہ لاہور شدہ بمدد و رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نا ئیز خورد (عالمگیر و مراد) پردازد (خافی خان) ڈاکٹر برنیر لکھتے ہیں کہ شاہجہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اور اوس کی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد کر کے کہا کہ تم پر تو ہم ابتداء ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہیئے تاکہ تمہارے مشورہ سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو اس افراتفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہیں مگر اس محتاط شہزادہ (عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعہ میں چلے جانیکی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (جہاں آرا) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتیں اور اس کے مزاج پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اسکا ایک حکمہ ہے اور اوسنے قلماقنیوں میں سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کے کام پر متعین رہتی تھیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط و مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی تھیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اسیر آپڑیں (سفر نامہ جلد اوّل) اُس جال میں جو شاہجہان نے اپنے بیٹے (عالمگیر) کے لئے بچھایا تھا شاہجہاں خود پھنس گیا (اورنگ زیب مصنفہ لین پول) غرض کہ شاہجہان نے فرمایا کہ اگر اسکے (عالمگیر) دل میں کچھ فریب نہیں اور وہ سعادت مند ہے تو کس واسطے یہاں آکر حاضر نہیں ہوتا اورنگ زیب نے پہلے اپنے بیٹے محمدؐ کو بھیجا اُسنے جا کر دیکھا کہ قلعہ میں سپاہی اور سوار کمینگاہ میں اورنگ زیب کی گرفتاری کے لئے کھڑے ہیں (ہسٹری آف انڈیا جارج اینڈ کنگ) درایامیکہ شجاع بدفعہ اوّل درمقابلۂ عالمگیر بادشاہ ہزیمت خوردہ فرار نمودہ از اتفاقات دراں ایام

نوشتۂ خط فدوی اعلیٰ حضرت (شاہجہان) کہ بنام شجاع فرستادہ بدست آمدہ بود (دستور العمل کار آگاہی مصنفہ راجہ ایامل ۱۰۵۶ھ) چنانچہ عالمگیر نے ان سازشوں کی شکایت میں ایک خط شاہجہان کو لکھا جس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سعادت مند بیٹا بزرگ باپ کو مخاطب کر رہا ہے۔ آں حضرت این مرید را نمی خواہند و آنچہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد و سعی و تردد این فدوی کہ بر اجرائے احکام دین متین و انتظام و مہمات مملکت است ضائع شود و بہیچ طریق باز نیامدہ در ین کار مصروف اند (خافی خان) ان تمام حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر عالمگیر شاہجہان کے ہتھے چڑھ جاتا تو ضرور قتل کیا جاتا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ شاہجہان اسکو نہ قتل کرتا نہ قید کرتا تو پھر شاہجہان کی وفات پر اس سے زیادہ خون خرابہ ہوتا اس لئے کہ سلطنت حاصل کرنیکے بعد عالمگیر کا شاہجہان کو سلطنت واپس نہ دینا ایک دانشمندانہ فعل تھا اور عالمگیر اپنے باپ کا نہایت احترام کرتا تھا اُس کو بہت زیادہ آرام پہنچاتا تھا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے غرض کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا تھا اور نہایت کثرت سے تحفے تحایف بھیجتا رہتا تھا۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اسکی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کی عرضیوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی۔ پس اس طرح شاہجہان کی گردن کشی اور اسکا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اُس کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی۔ (سفرنامہ)

شاہجہاں کی بے بسی اور دارا کی سرکشی

مراد علی تنبیر لکھتا ہے۔ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را مطلق اختیارے نماندہ است و آنحضرت را شہزادہ (دارا) التبہ بصید خویش آوردہ است (فیاض القوانین) خافی خان کے حوالہ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بیماری میں باوجود ناسازی آب و ہوا دارا شاہجہان کو آگرہ لایا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے وہ حقیقتاً دارا شکوہ کے پنجہ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (سفرنامہ) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد سلطنت میدانست زمام اختیار سلطنت بہ قبضۂ اختیار خود آوردہ باقتضائے رائے سست بنا بر وفق خواہش

خویش در جمیع کار ہا عمل مینمود (لب لباب تاریخ ہند) جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو شاہجہان نے روکا۔ اور کہا میں خود جاکر فیصلہ کرتا ہوں مگر وہ نہ مانا اور شاہجہان کو نہ جانے دیا (خافی خان ملخص) اُسوقت (قبل از آغاز جنگ) شاہجہان حال دارا شکوہ پر رحم کرکے منشور واسطے منع جنگ کے بھیجا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ اُس ضعف بیماری پیری سے خود ارادہ کیا کہ دونوں لشکر کے درمیان جاکر اترے لیکن دارا شکوہ راضی نہ ہو کر بادشاہ کی آمد میں تاخیر اور تعویق کرکے آپ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا۔ (ص۲۷ عمدۃ التواریخ رتن لال) عالمگیر نے ایک عرضی شاہجہان کو لکھی اسکی ابتدائے عبارت سے شاہجہان کی بے اختیاری ثابت ہوتی ہے۔ درین ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضۂ اختیار حضرت بیروں رفتہ و اعلام تغلّب و اقتدار شاہزادۂ کلان دارا شکوہ در قبض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آن بحوصلہ تقریر و تحریر نمی آید (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص۹۳) شاہجہان بادشاہ جرأت و ہمت اورنگ زیب سے اور ناتجربہ کاری اور نازپروری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا۔ معلوم کیا کہ دارا شکوہ اس عہدے برنہ آئیگا۔ اسواسطے راضی اس جنگ کا نہ تھا۔ ہرچند دارا شکوہ کو مصلحت سے فرمایا لیکن وہ راضی نہیں ہوا لاچار بادشاہ واسطے رضاجوئی اور ضعف اور بیماری اور پیری اپنی خاموش ہوئے (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۲۸)

بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ

دارا نے سلطنت کا کام ہاتھ میں لیتے ہی بھائیوں پر سخت گیری شروع کر دی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بھائیوں کے معاملہ میں اس کی نیت بخیر نہ تھی۔ بلکہ اُس کا قصد ان کو قتل کر دینا تھا۔ سب سے پہلے تو اسنے خط و کتابت اور خبروں کی آمد و رفت مسدود کی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پھر مہم دکن پر عالمگیر کے ساتھ جو افسر تھے ان کو ایکدم طلب کر لیا تاکہ وہ یکہ و تنہا رہ جائے یا تو مارا جائے یا شکست کھا کر کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر آئے پھر سب بھائیوں کے وکلاء جو دربار شاہی میں رہتے تھے ان کو قید کر دیا اُن کے اموال و جاگیرات ضبط

کرلیں۔ بھائیوں سے جنگ کرنے میں عجلت و پیش قدمی کی۔ باپ کی فہمائیش کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ مراد عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔ "وکلاء ما برادران بعضی نظر بند ند (مناص القوانین) عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (عالمگیر) را بے صدور جرمے محبوس ساختہ بہ ضبط اموال و امتعہ او فرمان دادند (مآثر عالمگیری) درین اثنا (مہم دکن) دو قطعہ فرمان کہ حسب التماس دارا شکوہ بنام مہابت خان و راؤ ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پرتو صدور یافت در مناشیر سلطنہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ و راؤ ستر سال با کل راجپوتیہ اصلا برخصت شاہزادہ والا گہر (عالمگیر) تمہید نشدہ روانہ گردند ازین راہ سستی عام بحال اردوئے معلےٰ شاہی (عالمگیر) راہ یافتہ استقلال و بنائے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و مختلل گردید (واقعات عالمگیری) دارا شکوہ ان امراؤں کو جو مہم دکن کے واسطے اورنگ زیب کے ساتھ مہم بیجاپور میں تھے انکی طلب کے واسطے احکام بادشاہی بھیجا کہ وہ برخاستہ ہو کر حضور میں آویں۔ بہت سے امراء عین شورش بیجاپور میں کہ فتح اوسکی نزدیک تھی برخاستہ ہو کر حضور میں گئے" (عمدۃ التواریخ رتن لال صہ ۱۷) مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ "افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ و در پے برہم زدن ما ما است" (فیاض القوانین) عالمگیر نے ایک عرضی میں شاہجہان کو دارا شکوہ کی زیادتیوں کی شکایت لکھی "واو (دارا) بناء بر قدر و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہاد ش درین باب سمت تزائدمی پذیرد (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد صہ ۶۳) دارا شکوہ بمجرد لاحق ہونے اس بیماری کے حسب الحکم اپنے باپ کے (معلوم نہیں کہ صاحب بہادر نے یہ حکم کہاں ملاحظہ فرمایا) بادشاہ ہوا۔ اور سلطنت کا کاروبار کرنے لگا۔ اور بھائیوں سے اسطرح پیش آیا جس سے رشک اور خیال برائی کا صاف پایا جاتا تھا کیونکہ اس نے حکم قطعی دیدیا تھا۔ کہ کسی طرح کا خط یا اخبار ان کے پاس کوئی روانہ نہ کرے۔ اور ان تمام امراء کو جو ان کے خیر خواہ تھے جلا وطن کر دیا۔ ان حرکتوں سے اوس کے بھائیوں کے دلوں میں جو پہلے ہی اس سے رنجیدہ تھے کینہ کی آگ زیادہ بھڑک گئی۔ اور اب توقف کرنے کا کوئی عذر نہ رہا۔ انہوں نے بھی ایسا طرز اختیار کیا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا تھا کہ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہیں" (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) دارا شکوہ نے بادشاہ بن کر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی (واقعات ہند تلسی رام) پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی (پیسہ اخبار ڈسمبر ۱۹۲۱ء مضمون لالہ منوہر لال)۔

ارادۂ جنگ

تاریخ سے یہ بھی صاف ثابت ہے کہ بھائیوں سے لڑنے کا ارادہ اوّل دارا نے کیا۔ دوسرے شاہزادے مجبور ہو کر میدان میں اُترے۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں دارا شکوہ نے سب سے پہلے فوج شجاع پر بھیجی (واقعات ہند) چنانچہ مراد نے بھی عالمگیر کو لکھا۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ (فیاض القوانین) عمدۃ التواریخ کا مفصل حوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے جسکا آخری فقرہ یہ ہے (کہ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا) خافی خان کے حوالہ کا ماحصل بھی یہی ہے کہ شاہجہان نے روکا مگر وہ جنگ پر تلا رہا۔ عالمگیر اپنی عرضی میں شاہجہان کو لکھتا ہے "شنیدہ می شود کہ جناب دارا شکوہ حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوسی ہمایوں خواستہ قصد اشتعال نائرہ قتال پیش نہادہ (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص۶۳) حضرت اعلیٰ دارا شکوہ را ہر چند از لشکر کشی و نبرد آزمائی منع میکردند و می فرمودند کہ فرزندان من ہستند از آمدن شان بلا ازین چہ مضایقہ از انجا کہ روز ادبار دارا شکوہ رسیدہ بود نصائح از حمیدہ حضرت اعلیٰ (شاہجہان) بسمع رضا نمی شنید (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

شہزادوں کے ارادے

دارا شکوہ کے ارادے تو پہلے ہی ظاہر ہو چکے کہ سلطنت پر قبضہ کر لیا اور بھائیوں کے استیصال کی فکر شروع کر دی۔ اب دوسرے شہزادوں کے ارادے دیکھنے کی ضرورت ہے شجاع نے دارا کے تسلط کی خبر سن کر بنگال میں بادشاہت کا اعلان کیا مگر جگہ سے جنبش نہیں کی کہ دارا نے اس پر فوج متعین کر کے اس کو میدان میں نکالا۔ دوسرے بھائیوں سے بھی زیادتی شروع کی۔ جب ان کو اپنی جان خطرے میں نظر آئی تو باہم متحد ہوئے۔ چنانچہ مراد عالمگیر کو

لکھتا ہے۔ از معہودات قیما بین است کہ ہرگاہ ملحدے بہ یکے از برادران بپیچد دیگران بہ کنند (فیاض القوانین) دوسری جگہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ بہر نہجیکہ بود ہر آن ملحد (دارا) را از میان برداشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او برمی آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اولیٰ است اگر ازین طرز پسند خاطر اقدس صاحب (عالمگیر) و قبلہ بھائی جیو (شجاع) راہم درین باب متفق ساختہ دریک ساعت و یک وقت از جائے خود روانہ مطلب می باید شد (فیاض القوانین) راجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سد راہ نہ ہو (نور قادیان ۱۹۲۶ء مضمون ہندو فاضل مسٹر بی ایل کپور) عیسیٰ بیگ وکیل آنحضرت (عالمگیر) را بے صدور تقصیر قید کردہ (دارا) اموالش بضبط آورد لہذا آن حضرت (عالمگیر) را جمعیت دین مسلمانی و غیرت سلطنت و جہانبانی و رشک برادری و جوش نفسانی بدین آورد کہ بعزم ملازمت اعلیٰ حضرت (شاہجہان) روانہ شوند و در حضور والا رسیدہ چندگاہ بملازمت قیام ورزیدہ با نتظام مہام سلطنت کہ فتور بسیار ارکان آن راہ یافتہ پرداز ندو دست تسلط دارا شکوہ کوتاہ ساختہ حضرت اعلیٰ را از قید استیلائے او بیرون آرند (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) اقتدار دارا شکوہ کا امور سلطنت میں اورنگ زیب کے گوش گذار ہوا۔ ساتھ اشتہار عزم ملازمت باپ کے شہر اورنگ آباد سے جو آباد کیا ہوا اسکا تھا روانہ ہوا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۲۲)

عالمگیر صلح کا خواہاں تھا نہ جنگ کا

عالمگیر نے ایک عرضداشت شاہجہان کو لکھی تھی جو نہایت طول طویل ہے کنور درگا پرشاد نے یہ عرضداشت اور دیگر رسل و رسائل جو شاہجہان اور عالمگیر کے درمیان ہوئے اپنی تاریخ گلستان ہند میں نقل کئے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی مدلل تحریر کا شاہجہان کچھ جواب نہ دیسکا۔ ایک عرضداشت کا کسیقدر مضمون نقل کیا جاتا ہے جس سے عالمگیر کی صلح پسندی اور دارا کی زیادتی اور شاہجہان کی بے بسی اور بیٹوں کے معاملہ سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔ درین ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان ملکی و مالی از قبضہ

اختیار حضرت (شاہجہان) بیرون رفتہ و اعلامِ تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان دارا شکوہ در قبض و بسط امورِ سلطنت و فرمانروائی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آن بحوصلۂ تقریر و تحریر نمی آید و او بناء بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہادش درین باب سمت تزاید می پذیرد (آگے لکھتے ہیں) در مزاج اقدس تصرف کردہ (دارا) حضرت قول اور تصدیق فرمودہ سائر فرزندان اخلاص طینت را دشمن دولت فراگرفتہ در حق این سرگردانان سراب گاہ حیرت ہر چہ او تجویز می نماید بے تامل حکم می فرمایند و قطعاً تفحص و تفتیش حالِ این بے گناہان و توجہ و غور در امور ملکی و مالی نفرمودہ۔ زمامِ رتق و فتق مہمات جزئی و کلی بکف اختیار و قبضۂ اقتدارش بازگذاشتہ اند و او خود بے غائلۂ شک و شائبۂ ریب تشنۂ خونِ بے گناہان است چون کار باین حد رسیدہ و صورتِ حال بدین منوال انجامیدہ حفظِ جان و پاس ناموس خود از متممات عالم عقل و منتخبات نشاء خرد دانستہ عازم استیلام سدۂ سلطنت سپہر احتشام گردید تا صورتِ حال بہ حجج و براہین معقولہ در خدمت عاکفان پایۂ اورنگ جہان بانی مکشوف گرداند۔ چون این خیرخواہ قطع مسافت نمودہ بحوالی اجین فائز گردید جسونت سنگھ باشارہ شاہزادۂ کلان باغوا و آنکہ از این خیرخواہ مامور بود بہ سلسلہ جنبانی جہل و نادانی سنگ راہ گشتہ بہ قدم ممانعت پیش آمد و بے ملاحظہ آداب و حقوق دلیرانہ تحکم نمود چند آنکہ مردم ہوشمند سخندان فرستادہ بعنوان معقول آن جہول را بارادۂ خود آگاہی بخشید و تصریح نمود کہ محرز سعادت حضور دائم النور و محرم طواف کعبہ آمانی و آمال بندگان نزدیک و دور ست چرا مانع سعادت میشود آن ناعاقبت اندیش اصلا بمعقولیت آشنا نشدہ بہ تکلیف جہالت و غرور بیشتر در مراتب منع افزود لاجرم پنبۂ جہل و پندار پوچ از گوش ہوش او دور کردن و آن ظلوم و جہول را از پیش راہ برداشتہ بحکم ضرورت بر ذمۂ ہمت عقیدت نہمت واجب گردید۔ و اگر غیر از تحصیل سعادت زمین بوس اشرف و اعلیٰ امرے دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر ہمایون روشن و ہویدا است کہ اسیر کردن او و رفیقانش کہ چنین شکست فاش یافتہ بحال منکر سراسیمہ گرد وادئی انہزام گشتہ بودند چندان تعذرے نداشت (آگے لکھتے ہیں) شنیدہ می شود کہ جناب دارا شکوہ حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوس ہمایون خواستہ قصدِ اشتعال نائرۂ قتال پیش نہادہ ہمت دارند چون آنجناب را با چون من مرید ارادت پرست بہ مقابلہ و ممانعت پیش آمدن و ہنگامۂ حرب و مصاف آراستن عقلاً و نقلاً سنجیدہ

میزان استحسان نیست لازم کہ از سلوک مسالک عناد و اعتساف انحراف نمودہ از اقدام بر امرے کہ منتج اختلال احوال خلائق باشد اجتناب و احتراز نمایند و اگر بنا بر سبب توغل در لجۂ غرور و استکبار و نظر بکثرت اعوان ۔ و انصار خواہ نخواہ با فروختن آتش کارزار و گرم نمودن بازار پیکار ہمت گمارند فدوی عقیدت گزین نیز بحکم الضرورت تبیح المحظورات چارہ نخواہد کرد ۔ پسندیدۂ عالم صواب آنست کہ بزرگی را کار فرمودہ بساط کر و فر در نوردند و پابالفعل بصوب ولایت پنجاب کہ درجاگیر آن جناب مقرر است شتافتہ چندے خدمت حضور ہمایون را بابعض خیر خواہ سراپا اعتقاد واگزارند بعد ازان ہر چہ در مرآت رائے جہان آرا جلوۂ ظہور فرماید شرف بروز خواہد یافت (گلستان ہند تمۂ دفتر دوم ص ۶۳) کب رائے برہمن را کہ فہمیدہ و دانائے وقت بود نزد راجہ جسونت سنگھ فرستادہ پیغام نمود کہ ما را عزم جنگ نیست آرزوئے ملازمت حضرت اعلیٰ داریم (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) کب رائے برہمن را پیش راجہ جسونت سنگھ فرستادہ نصیحت کردہ (عالمگیر) پیغام فرمودہ کہ ما را ارادہ جنگ نیست و عزم ملازمت اعلیٰ حضرت (شاہجہان) پیش نہاد خاطر والا است (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرا بن) اورنگ زیب کب رائے برہمن را برسالت نزد مہاراجہ فرستادہ نصیحت نا نمود ۔ مہاراجہ گوش بر آن نہ نہادہ مستعد جدال و قتال گردید (گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص ۵۵) اس برہمن کی زبانی اورنگ زیب نے پیغام کیا (جسونت سنگھ کو) کہ ہم کو ارادہ جنگ کا نہیں ہے ۔ صرف ملازمت پدر کی منظور ہے (ص ۱۰۵ عمدۃ التواریخ رتن لال) ۔

اِعلانِ سلطنت

شاہجہان کے بیمار ہونے پر سب سے پہلے اعلان سلطنت دارا نے کیا پھر شجاع نے پھر مراد نے ۔ عالمگیر نے اعلان سلطنت نہیں کیا ۔ چنانچہ عالمگیر کی عرضداشت کے اس فقرہ سے جو بحوالہ گلستان ہند پہلے نقل کی جا چکی ہے (و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان) سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ۔ مسٹر جارج این کنگ کی عبارت کا بھی صاف مفہوم یہی ہے (بادشاہ ہوا) (ہسٹری آف انڈیا) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد مید انست اشتہار نمودہ زمام اختیار سلطنت

بقبضۂ خود آورد (لب لباب تاریخ ہندرائے بندرابن) شاہجہان کی بیماری میں دارا شکوہ نے بادشاہ بن کر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ بنگال میں شجاع نے۔ گجرات میں مراد نے اعلان شاہی کر دیا۔ اورنگ زیب فطرتاً چالاک تھا (ہ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است) یہ بغور واقعات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ تینوں بھائیوں میں کسی ایک کی کامیابی میں باقیوں کی جان کی خیر نہیں اس لئے وہ بھائیوں کو جنگ و جدال سے روکتا تھا۔ کہ شاید کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے کہ جس سے جان بچ جائے۔ جب مراد و شجاع باز نہ آئے اور بڑھنے لگے تو مجبوراً یہ بھی بڑھا۔ لیکن اس نے اپنا مقصد باپ کی عیادت ظاہر کیا نہ کہ دعوئے سلطنت و جدال و قتال (واقعات ہند تلسی رام) سبقت شجاع نے کی (تاریخ ہند لالہ سدا سکھ لال) بادشاہ مغلوب مرض ہوئے (شاہجہان) اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر رکھا۔ اور بادشاہ کو عرض ہوئی کہ شاہ شجاع کو ہر چند وکیل نے خبر صحت مزاج والا کی لکھا۔ مگر وہ بڑے بھائی کے سازش کے گمان سے بنگالے سے لشکر لیکر اکبر آباد کی سمت عازم ہوا۔ (ص۱۷۲) اور بادشاہ کے حضور میں عرض ہوئی کہ شاہزادہ مراد بخش بادشاہ کی بیماری کی خبر سن کر سکہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ (ص۱۷۳۔ عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد بخش جو نقد شعور سے تہیدست تھا اور بامید فرزندی شاہجہان کے اور ابلہ فریبی عالمگیر کے (یہ کہاں سے ثابت ہے) لوائے استقلال کھڑا کر کے تخت پر بیٹھا۔ اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۸۱) شاہزادۂ محمد مراد بخش ازین خبر (علالت شاہجہان) در گجرات رایت بغی برافراشتہ بر تخت نشست و سکہ و خطبہ بنام خود درست کرد (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) نیز شاہزادہ محمد شجاع در بنگالہ ہمیں طریق پیش کردہ (حوالہ مذکور) مراد بخش در گجرات بر تخت نشستہ خطبہ و سکہ بنام خود کردہ اسم سلطنت بر خویش بست و شجاع در بنگالہ ہمیں مسلک پیش گرفتہ بہ حدود بنارس رسید۔ خدیو قدسی نژاد (عالمگیر) در آنجا کہ حلم و وفا و وسعت حوصلہ و کمال متانت و دانائی در ذات والا نہاد آن حضرت است بوقوع این مراتب از جا در آمدہ مصدر امریکہ مشعر نافرمانی باشد نگشتہ بودند (لب لباب تاریخ ہندرائے بندرابن) باستماع عارضۂ اعلیحضرت شجاع از بنگالہ بر آمدہ مراد بخش کہ خبر عارضہ شنیدہ بر تخت نشستہ بود (خلاصۃ الہند رائے منارام) سلطان شجاع بدریافت این حال در بنگالہ بر سر بر سلطنت نشست

وشاہزادۂ سلطان مراد بخش بہ گجرات کمر فرمانروائی برمیان بست اماشاہزادۂ اورنگ زیب باوجود استماع این خبرہائے ناخوش بمقتضائے دانش جبلی و فراست فطری اصلا ازجا برنیامدہ وہوشمندانہ سررشتۂ تحمل و استقلال بدست آورد (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم کنور درگاپرشاد صفحہ ۵۴) چاروں بھائیوں میں صرف اورنگ زیب نے اعلان تاج وتخت سے احتراز کیا۔ اس کے ارادے خواہ کچھ ہی ہوں۔ لیکن اس نے ان ارادوں کا اظہار نہ کیا۔ ممکن ہے کہ اس کے دل میں تاجدار ہونے کا کچھ خیال نہ ہو اور واقعات کی رونے اوسے تخت پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کیا ہو (اورنگ زیب لین پول)۔"

الغرض کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عالمگیر نے اعلان سلطنت کیا ہو یا باپ کو معزول کیا ہو یا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہو یا جنگ کا ارادہ کیا ہو۔ اسوقت تک جسقدر تحقیقات درج کی جاچکی ہے اور آئندہ جو کچھ لکھا جائیگا۔ تمام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب باپ کے پاس جاکر دارا کی زیادتیوں کی فریاد کرکے اوس کی اصلاح چاہتا تھا۔"

نمبر ۲

تاریخ شاہد ہے کہ ہر ملک وملت ہر قوم ومذہب میں تاج وتخت کے لئے باپ بیٹوں بھائیوں۔ اعزہ اقارب میں تلوار چلی ہے۔ کسی نے بھی حصول تخت کے لئے مکائد ومظالم اور اعزہ کی خونریزی سے دریغ نہیں کیا۔ اس ہی لئے یہ مثل چلی آتی ہے تخت یا تختہ (یعنی تختۂ گور)۔ جب کوئی بادشاہ مرتا اُس کے بیٹے تخت کے لئے جھگڑتے غالب مغلوب بھائیوں کو قتل کرکے اطمینان حاصل کرتا۔ زمانۂ قدیم کی ہر ملک کی تاریخ صاف پتہ دیتی ہے کہ اُس زمانہ میں صاحب تخت جب تک رشتہ داروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا اُس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ روس کی ملکہ کیتھر این نے اپنے شوہر کو قتل کرکے تخت حاصل کیا۔ شہزادی میلڈا کو اس کے چچازاد بھائی اسٹیفن نے قتل کرکے سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ رچرڈ دوئیم کو اس کے چچازاد بھائی نے قید کرکے تاج حاصل کیا۔ رچرڈ سوئیم نے اپنے رشتہ داروں کو قتل کرکے اطمینان حاصل کیا۔ (تاریخ یورپ) نوشیروان نے اپنے دو بھائیوں کو قتل

کرایا۔ شیرویہ (شاہ ایران) نے اپنے باپ خسرو کو نہایت اذیت سے قتل کیا۔ اور اپنے پندرہ بھائیون کو قتل کرایا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم) گشتاسب نے اپنے بیٹے اسفندیار کو قید کیا (تاریخ ایران) فریدون کے تینون بیٹون۔ ایرج۔ سلم۔ تور میں جنگ ہوئی۔ ایرج کو بھائیوں نے قتل کیا۔ پھر فریدون نے ایرج کے نواسے منوچہر سے اپنے بیٹون سلم و تور کو قتل کرایا (تاریخ ایران) سن بادشاہ چین کو ایک بھوسیلے پر چڑھا کر اُس کے باپ نے آگ لگا دی مگر وہ بچگیا۔ ہین لی شاہ چین نے اپنے بیٹے ولی عہد کو قتل کیا۔ وان لی شاہ چین کو اُس کے ولی عہد لوچو نے اور لوچو کو اس کے بھائی الونس نے قتل کیا۔ فی ٹی شاہ چین کے بیٹے نے اپنے چودہ بھتیجون کو قتل کیا۔ (تاریخ چین مصنفہ جیمز کارکرن)۔ راجہ چندرگپت نے اپنے سات بھائیون کو قتل کیا (ہسٹری آف انڈیا جارج این گنگ) راجہ اشوک نے اپنے اسّی بانوے بھائیون کو قتل کر کے تخت حاصل کیا۔ بیرراج راجہ کورگ نے اپنے بارہ رشتہ دارون کے سر کٹوائے۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سگریو کو اس کے بھائی بالی نے نکالدیا دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ بالی رام چندرجی کے تیر سے مارا گیا۔ سگریو ملک پر قابض ہو کر رام چندر کا مطیع ہوا۔ (ہسٹری آف انڈیا) راجہ پرتاب چند سنسودیہ کے لڑکوں میں سلطنت کے لئے جنگ ہوئی (واقعات ہند تلسی رام) سیواجی کو اُس کی بیوی نے زہر دیا (درہمین اثناء یکے از غمازان ذہن نشین سورا بائی زوجہ سیواجی کہ مادر راجہ رام است ساخت کہ سیواجی سنبھاجی پسر خود را کہ از زوجۂ دیگر است میخواہد کہ ولی عہد سازد چنانچہ اورا این ارادہ طلبیدہ است و اغلب کہ عنقریب رسد و مختار ریاست شود و زہر در طعام سیواجی انداخت تا آن کہ او قالب خاکی گذاشت) (بساط الغنایم لچھمی نراین) کو نبھا رانا ۱۴۶۹ء میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (تاریخ راج پرستی مصنفہ دیبی پرشاد صـ۲۴) رانا پرتاب سنگھ کو اوس کے بیٹے امر سنگھ نے زہر دیکر مار ڈالا۔ (تاریخ راج پرستی صـ۳۲)۔

غرض سے این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند *۔ اور جنگ میں خلاف بیانی سے میدان مار لیجی جاتی تھی۔ چنانچہ کورو پانڈون کی جنگ میں سری کرشن نے درونا سے غلط جا کر کہا کہ تیرا بیٹا مارا گیا یہ اس لئے کہ اوس کی ہمت ٹوٹ جائے۔ درونا نے کہا مجھے یقین نہیں آتا۔ اگر جدہشٹر کہدے تو میں مان لونگا"۔ (یہاں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس بزرگ کے متعلق اُس زمانہ کے ہندؤن کا کیا خیال تھا۔ یعنی درونا نے سری کرشن کے کہنے کو باور نہ کیا)

سری کرشن جب یدھشٹر کو دم دلاسا دیکر بہادر درونا کے پاس اپنی شہادت کے لئے لائے مگر اس نے ایسی دروغ گوئی سے انکار کیا۔ (کتاب رہنمایان ہند ترجمہ ہیرا فنس آف انڈیا مصنفہ سمتھ دت ایم۔ اے۔ مترجمہ نارائن پرشاد ورما مطبوعہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۸۵) انہوں نے (سری کرشن) پہلے پہل اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کوردون کا خاتمہ کیا۔ پھر اپنے عالی قدر فرقہ کو جس میں ان کے بے شمار لڑکے بالے بھرے تھے خاک میں ملایا (رہنمایان ہند صفحہ ۸۹) ارجن نے (میدان جنگ میں) غل مچا کر کہا اے سری کرشن! ان یگانوں (موجود مقابل) کو دیکھ کر میرا منہ خشک ہوا جاتا ہے۔ اپنے عزیزوں کو قتل کر کے مجھ کو نسی خوشی اور بہتری حاصل ہوگی۔ میں فتحیابی سے باز آیا۔ ان میں استاد شاگرد۔ باپ بیٹے۔ دادا پوتے ماموں بھانجے۔ خسر داماد۔ سالے بہنوئی سبھی ہیں۔ تینوں لوک کی سلطنت ملجائے تب بھی انہیں قتل نہ کروں۔" (سری کرشن کا جواب) تم ایسے شخصوں کے لئے رنج کرتے ہو جو بالکل اس کے مستحق ہیں (رہنمایان ہند صفحہ ۹۵)۔ اس ہی جنگ کے متعلق ہندو اخبار جاگرت لائل پور میں ایک نظم شایع ہوئی ہے ؎

کوروے لڑنے جس دم ارجن گیا مقابل ٭ دیکھا کہ ہے گرو بھی ان میں کھڑا مقابل
پھر آنکھ جو اٹھائی دادا بھی ہے مقابل ٭ بولا کہ نا تھ سارا کنبہ ہوا مقابل

(جاگرت ۱۹۲۷ء)

غرض۔ واقعات وحالات پر نظر کرکے عالمگیر کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ضرور تھا۔ یا اپنی جان دے یا بھائیوں کی جان لے۔ لیکن واقعات مذکورہ سے عیاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر جان لینا اور جان دینا دونوں باتیں نہ چاہتا تھا۔ وہ مصالحت کا خواستگار تھا۔ مگر جب واقعات نے طول کھینچا۔ اور دارا کی خود سری اور شجاع ومراد کی بدعہدیاں دیکھیں تو اس کو سوائے اس کے کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ ان کو قتل کرادے۔ اس ہی سلسلہ میں دارا و مراد کے لئے بروئے انصاف وفتوے بھی قتل کا حکم لگایا گیا ورنہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوگا کہ عالمگیر شجاع ومراد کا بہی خواہ تھا۔ مگر ان کی بدعہدیوں اور بداعمالیوں نے ان سے عالمگیر کو صف آرا ہونے پر مجبور کیا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی۔ اور ایسے واقعات تخت وتاج کے لئے ہر ملک وقوم

میں بجز اورنگزیب کی جان کا تحفظ اس لئے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق غالب ہوتا اسکو اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ (دبدبہ اخبار دسمبر ۱۹۱۷ء) واقعی ان کو (عالمگیر مراد شجاع) اپنے اس ارادے سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی۔ اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا۔ اب صرف وہ ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت۔ اور جس طرح شاہجہان خاص اپنے بھائیون کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا۔ اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدون میں ناکامیاب رہیں تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کر دیگا۔ (سفرنامہ برنیر) اورنگزیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مارا جائیگا۔ اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا۔ حفاظت خود اختیاری میں اسکا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے۔ (اورنگزیب مصنفہ لین پول)

دارا شکوہ

ناواقف متعصب کہتے ہیں کہ عالمگیر نے دارا کو بددین مشہور کیا تھا۔ عالمگیر کے فرامین و رقعات آج دنیا میں موجود ہیں کوئی فقرہ یا لفظ اس قسم کا نظر نہیں آتا۔ گزشتہ حوالجات سے ثابت ہے کہ عالمگیر نے دارا کا نام جب لکھا ہے شاہزادہ کلاں یا جناب دارا شکوہ۔ رقعات میں برادر نامہربان لکھا ہے۔ ہاں دوسرے شاہزادے ضرور اسکو ایسا کہتے اور لکھتے تھے چنانچہ مراد نے جس جگہ بھی دارا کا ذکر کیا ہے ملحد لکھا ہے۔ دارا کے بعض اقوال و اعمال بھی اوس کے الحاد کو ثابت کرتے ہیں۔ مرج البحرین اسکی کتاب سراسر کفر و الحاد کا طومار ہے اوسکو اپنے کشف و کرامات کا بھی دعوے تھا (لطائف الاخبار) یہی وجہ ہے کہ ہندو مصنفین اوس کے مداح ہیں راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں" دارا شکوہ نہایت نیک تھا۔ ہر مذہب کے اچھے فقیروں سے صحبت رکھتا تھا۔ مذہب اس کا ویدانت تھا اپنشدونکا فارسی میں ترجمہ اس ہی کے حکم سے ہوا تھا (آئینہ تاریخ نما) بیاس نے جو چار وید مشہور کئے تھے وہ ہند سے گم ہوگئے تھے۔ ہزاروں راجہ گذرے مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ آخر میں شہزادہ دارا نے تلاش کر کے جمع کئے (الکھ پرکاش) در مقالات صوفیہ ہنود بسیارے کتب تصنیف و تالیف

فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم ص ۱۲۵ کنور درگا پرشاد) یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہت کا اعلان بھی اول داراشکوہ نے کیا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ بھی اُس ہی نے شروع کی۔ غرض جب عالمگیر سے مقابلہ ہوا شکست پر شکستیں کھاتا بھاگتا پھرا۔ آخر گرفتار ہو کر قلعۂ گوالیار میں نظر بند کیا گیا۔ اگر عالمگیر اُس کے خون کا پیاسا ہوتا تو اوسی وقت اُس کو قتل کر دیتا۔ اوس کے نظر بند کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ بھائی کی جان لینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر دارا وہاں بھی خاموش نہ رہا۔ اوسنے اوسکے ہوا خواہوں خاص کر شاہجہان نے در پردہ دوائیوں کا سلسلہ قایم کیا۔ دارا کے بھاگ نکلنے پر عالمگیر کو پھر وہی اپنی جان اور خلق خدا کی خونریزی کا خطرہ تھا۔ اور دارا کے عقائد اور اعمال پر نظر کر کے علماء بھی اس کے قتل پر متفق تھے ان تمام وجوہ سے مجبور ہو کر عالمگیر نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔

شجاع

دارا کے بعد شجاع تھا جسنے اعلان سلطنت کیا اور اوّل دارا سے جنگ پر آمادہ ہوا۔ عالمگیر نے جب دارا پر فتح پائی تو مونگیر اور صوبہ بہار اور پٹنہ شجاع کو دیا۔ بنگالہ پہلے سے اُسکے زیر حکم تھا۔ اسپر شجاع نے شکریہ کا خط لکھا۔ مگر جب عالمگیر دارا کے تعاقب میں پنجاب کیطرف دور نکل گیا تو شجاع نے چاہا کہ بہ تعجیل تمام سلطنت پر قبضہ کر لے۔ اور لشکر عظیم مرتب کر کے الہ آباد کو روانہ ہوا (واقعات ہند تلسی رام و تاریخ ہند منشی ذکاء اللہ) عالمگیر نے بغرض تدبیر شجاع کی دوستی کے ساتھ کر کے واسطے تسکین فتنہ کے صوبۂ بہار اور بنگالہ کا فرمان بھیجا تھا۔ اور شجاع شکر گذاری ظاہر کر کے ظاہرا دم دوستی کا مارتا تھا۔ تحریک داراشکوہ سے اور طمع سلطنت کا کل ہندوستان سے اور باپ کا قید ہونا دیکھ کر تسخیر اکبر آباد (آگرہ) کا عازم ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص ۱۸۲) خدیو عالم (عالمگیر) نیز بمقتضائے خیر اندیشی و یگانگی در رواج کار و رونق حال او (شجاع) کوشیدہ در صدد اعانت و رعایت بودند (آگے لکھتے ہیں) از حضرت اعلیٰ (عالمگیر) مونگیر را با صوبہ بہار کہ ہمیشہ محمد شجاع آرزوئے آن داشت و میسر نمیشد ضمیمہ ولایت بنگالہ باقطاع او مقرر کردہ فرمان حضرت اعلیٰ (عالمگیر) و ملاطفت نامۂ خویش متضمن ولایت مذکور مصحوب محمد میرک کرز دار فرستادند و ضمیمہ مضمون عاطفت نامہ نمودند کہ

بالفعل آن ولایت را متصرف شود بعد اتمام کار دارا شکوہ چون رایات عالیات بمستقر الخلافۃ معاودت
کند مطالب و مدعائے کہ داشتہ باشد اظہار نماید در حصول آن کوشش بکار خواہد رفت ۔ محمد شجاع از
رسیدن محمد میرک و ظہور این عطیہ مسرور شد در پیرہن نگنجید و تہنیت نامہ مشتمل بر مراسم مبارکباد صحوب
محمد بقا بجناب والا ارسال داشت و خود از اکبر آباد کہ حاکم نشین بنگالہ است بپٹنہ آمد چون عقل
معاملہ دان نداشت و شعور از زیان نمی دانست بعد تصرف بر صوبۂ بہار و استماع توجہ رایات جہان
بسمت پنجاب متعاقب دارا شکوہ و تصور این معنی کہ اتمام این مہم بزودی متصور نیست و خالی بودن تخت گاہ
از موکب جلال و اغوائے خوشامد گویان واقعہ طلب در طمع افتاد در اواسط صفر کہ رایات اقبال در
پنجاب بود فرصت یافتہ بجانب الہ آباد روانہ گردید ۔ بعرض اقدس (عالمگیر) رسید کہ محمد شجاع باغوائے
محمد دارا شکوہ اندیشہائے باطل بخود راہ دادہ در بنگالہ افواج فراہم آوردہ و اسباب پیکار سامان
کردہ بعزم محاربہ روانہ شدہ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) بارادۂ جنگ لشکرے فراہم آوردہ
(شجاع) از سمت بنگالہ کہ صوبیداری آن ولایت بدو تعلق داشت نہضت فرمود و عالمگیر آن
خبر شنیدہ بعزم دفع او (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل ص ٢٦٦) حضرت بادشاہ (عالمگیر)
بدریافت این حال بجہت تعاقب و دفع دارا شکوہ حرکت نمودند و بکوچ ہائے طولانی شہر ملتان را
مضرب قیام دولت ساختند ۔ مقارن این حال خبر شورش مرزا شجاع و حقیقت قرب وصول او باطراف
دار الخلافت مقروع سمع بندگان حضرت گردید (ص ١٩٠ گلستان ہند تتمہ دفتر دوم کنور درگا پرشاد)
الغرض شکستیں کھا کر ارکان کی طرف فرار ہوا ۔ اور وہیں مر گیا ۔

مُرَادْ

مراد نے اعلان سلطنت کیا اور عالمگیر کو برابر اُبھارتا رہا ۔ عالمگیر اس کو روکتا رہا
چنانچہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے ۔ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات
شاہجہان) تردد دارند بہ خود معقول نمی تواند کرد بہر حال چون ہر چہ بعد از تیقن این معنی بالیستی کرد
بہ فعل آمدہ برگشتن از امکان ندارد ۔ (پھر لکھتا ہے) مخلص را سوائے اجازت آن صاحب
مہربان مانعے نیست (پھر لکھتا ہے) اگر آن صاحب مہربان نیز از آن طرف متوجہ شود بہتر و

الا مخلص بہ ہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد (فیاض القوانین) ان عبارتوں
سے صاف ظاہر ہے کہ عالمگیر روکتا ہے کہ باپ زندہ ہے مگر مراد نہیں رکتا پھر عالمگیر نے لکھا
کہ باپ زندہ ہے اور صحت کے آثار ہیں۔ تمہیں کوئی ناگوار حرکت نہ کرنی چاہئے۔ اس کے جواب میں
لکھتا ہے۔ آنچہ اندراج یافتہ کہ تا حال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (وفات شاہجہان) بجا نرسیدہ بلکہ
آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب بیہودہ اخفاء مناسب نمی نماید
(پھر لکھتا ہے) کہ از اتفاقیہ جاسوسان متعدد بہ تحقیق پیوستہ کہ مدار اسطے شہر دی حجہ حضرت
(شاہجہان) بہ ہنگام موعود (موت) رسید (پھر لکھتا ہے) ہر چند تقدیر بہ انتقال خبر بدون وقت
متقابہ ہرا از دست داد ان وجہ گفتگوئے اسباب ہمہ بار آنہا خود دل ہ دلاہمت او کہ اصلاح طبیعت
بہ مہمی باید کرد دل است مخلص این ہمہ مقدمات آنکہ قرار دہ بار کار خود را بہ جا بجنگ گرداشتہ
ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار است وسوا اینکہ این فکر دیگر نہ دارد و پیرامونش نا طرفی گردد و اگر
استظہار آن صاحب والا قدر مانع نمی بود تا حال خود را بآن نواحی میرساند (فیاض القوانین)
(پھر لکھتا ہے) چون آن صاحب والا قدر درین وادی متردد خاطر بودہ در کار نلبے فروری
آن وقت را (روانگی بجانب دار الخلافہ) موقوف بتشخیص خبر (وفات شاہجہان) می دارند ہر چند
روزے میگزرد مخالف (دارا) قوت و استقلال دیگر میگیرد (فیاض القوانین) ان عبارتوں
سے صاف ثابت ہے کہ عالمگیر باپ کا مناسب رتبہ شناس اور امن و امان کا خواہاں تھا اور
عالمگیر کو مراد بار بار ابھارتا تھا۔ عقل سلیم اس طرف بسہولت رہبری کرتی ہے کہ ایسے نیک نہاد
آدمی نے جو کچھ بھی کیا ہوگا مجبوراً بادل ناخواستہ کیا ہوگا۔ ایک متعصب [illegible] لکھتا ہے کہ
عالمگیر نے قرآن کا حلف کر کے مراد کو یقین دلایا تھا کہ میرا ارادہ سلطنت کرنیکا نہیں ہے میں تو مکہ
شریف کو چلا جاؤنگا۔ جو کچھ کرتا ہوں تمہارے واسطے کرتا ہوں۔ اس متعصب نے یہ فقرات
شرم کو بالائے طاق رکھ کر گھڑے ہونگے کیونکہ اس پر مراد اگرچہ کم عقل تھا مگر پاگل نہ تھا جو یہ یقین
کرتا کہ درویش تارک الدنیا میرے واسطے ایک مجھ جیسے عزیز سے کیوں خون خراب کرتا ہے۔
نہ مطالعہ کرنیوالے ایسے احمق ہیں جو اس قدر لغو قول پر کان دھر سکیں۔ ہاں ان کا ذکر نہیں جنکی
آنکھوں پر تعصب کی سیاہی چھا گئی ہے۔ مراد کی تحریرات سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ ان بھائیوں
میں کوئی معاہدہ ہوا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ "از معہودات فیما بین است" (فیاض القوانین) قرار
یافت کہ ثلث از غنائم نصیبہ سلطان (مراد) و ثلثان بہ سرکار فیض آثار (عالمگیر) عاید گردد

بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحب قرآن در فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی (مراد) تعلق گیرد بعد آنجناب در ولایت مذکور علم سلطنت برافرازد و آن کسر درہمی کہ بے فرا ستدراک بنوازد۔ وخطبہ وسکہ بنام خود بسازد (واقعات عالمگیری)
چنانچہ اس معاہدہ کے ایفا کا تذکرہ کئی جگہ ہے لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لک روپیہ نقد بجہت امداد ارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل این مبلغ را بہ ضرورت خاصہ خود وسپاہ صرف نمایند بجہت آنکہ آن برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثی از غنائم بہ سرکار ایشان عاید گردد و تتمہ نیز خواہد رسید۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بانچہ مسند آرائے سلطنت وجہانداری ارزانی خواہد شد (واقعات عالمگیری) عالمگیر سے نصف تقسیم ملک ومال لینے کا سوال کیا (مراد) عالمگیر جواب لکھا کہ ابھی جنگ باقی اور بادشاہ زندہ ہیں اور دارا شکوہ کی طرف کار باقی ہے۔ اسوقت یہ گفتگو مناسب نہیں۔ دلجمعی کے بعد یہ کام کیا جائیگا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صـ۱۸) دارا سے جنگ میں جب مراد زخمی ہوا تو عالمگیر نے اسکی تیمارداری نہایت محنت سے کی۔ اگر عالمگیر کا ارادہ برا ہوتا تو وہ موقع بہت آسان وبہتر تھا۔ کنہور داس یہ شاہد لکھتے ہیں (عالمگیر) بسلطان مراد بخش کہ داد شجاعت دادہ زخمہا برداشتہ بود تلطف بے شمار ظاہر ساخت و دلداری وغمخواری او بسیار از بسیار فرمود (گلستان ہند تتمہ دفتر دوم صـ۱۳۶)

دارا پر فتحیاب ہونیکے مراد کے ذہن میں یہ سما گیا تھا کہ فتح کا باعث میں ہوں اس لئے اس نے اپنا بیاد اخوان اختیار کیا۔ فوج کی تنخواہیں بڑھائیں۔ اور عالمگیر کے افسروں اور سپاہیوں کو انعام واکرام سے اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ عالمگیر اوس کی اس روش سے کھٹک گیا۔ اور اوسکو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ (واقعات سند تلسی رام) درین منزل بعرض باریافتگان محل والا رسید کہ سلطان مراد بخش از اکبر آباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت وجمعے از ملازمان شاہ (عالمگیر) مثل ابراہیم خان و اللہ علی مراد خان وامیر الامراء وغیرہ ملازمت آنجناب (مراد) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند۔ وچون مواجب ومناصب دہ بیست و دہ پانزدہ مقرر کردہ جمعیتے کہ بدان رجوع آرند رعایت کلی می فرمایند قریب بیست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از سر منزل معنے وحقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب وچشم رعایت از

اردوے معلیٰ (لشکر عالمگیر) جدا شدہ بہ آنجناب (مراد) می پیوندند و جمعیت سپاہش بہ آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد (عاقل خان) در صدد تدفیر لشکر گردید (مراد) و بعضی امرائے ناعاقبت اندیش را با نواع استمالت بخود کشیدہ باضافہ مناصب و خطابہا سرفراز ساخت و اسباب شورش و سرکشی سرانجام دادہ خیالات فاسد را بخود راہ داد (آگے لکھتے ہیں) او (مراد) از اکبرآباد برآمدہ عقب لشکر فیروزی (عالمگیری) می آید و در کمین فرصت انتظار می بود (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

الغرض عالمگیر نے مراد کو گرفتار کر کے قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا۔ مراد نے چند بار بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر مراد پر دو سید زادوں نے اپنے باپ کے بیگناہ قتل کر نیکا دعوے کیا۔ قاضی گوالیار نے خون ثابت ہونے پر قصاص کا حکم دیا۔ لالہ سبحان سنگھ لکھتے ہیں۔ علی نقی خان دیوان سرکار خود را کہ از بغی مانع بود بدون صدور تقصیر بدست خود کشت (خلاصۃ التواریخ) لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اور علی نقی خان دیوان اپنے کو ساتھ توہم نفاق کے قتل کیا۔ (مراد) (عمدۃ التواریخ صـ۱۸۰) کنور درگا پرشاد نے گلستان ہند میں صفحہ (۱۰۶) سے (۱۰۷) تک نہایت تفصیل سے مراد کے علی نقی خان کو بیقصور اپنے ہاتھ سے قتل کرنیکا قصہ لکھا ہے مسٹر جارج این کنگ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے مگر اپنا متعصبانہ الہام بھی شریک کر دیا ہے لکھتے ہیں ایک ایسا لڑکا تلاش کیا (عالمگیر نے) جسکے باپ کو مرزا مراد نے گجرات کی حکومت کے زمانہ میں قتل کیا تھا۔ اسکو سمجھایا کہ تو مراد پر خون کا دعوٰی پیش کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس مقدمہ کی تحقیقات کے بعد قصاص کا حکم ہوا (ہسٹری آف انڈیا) صاحب بہادر کا اس سے یہ مطلب ہے کہ عالمگیر نے مراد کے قتل کا بہانہ تلاش کیا۔ لیکن اس پر یقین کوئی احمق ہی کر سکیگا مراد عالمگیر کی قید میں تھا۔ اور بھاگنے کی بار بار سعی کرتا تھا۔ عالمگیر کو اُس کا قتل کرنا۔ یا کسی دوسری طرح مروا ڈالنا کیا مشکل تھا جو اس قدر دور دوسری اختیار کی۔ اور اگر مسٹر مذکور کی رائے کو صحیح بھی مانا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اسلامی مساوات و انصاف اسکو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی شخص بزعم سلطنت کسی غریب کو بیقصور قتل کر دے جو قتل کریگا وہ قتل کیا جائیگا۔ اور ہر منصف کا فرض ہے کہ ایسے ستم رسیدہ کو تلاش کر کے اسکا انصاف کرے؛

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مراد نے بے قصور علی نقی خان کو قتل کیا۔ مراد کی گرفتاری پر اُس کے دو بیٹوں نے دعوٰی کیا۔ عالمگیر نے بھائی کو بچانا چاہا۔ اور مدعیوں کو خون بہا کا لالچ دیا ایک تو

راضی ہوگیا دوسرا راضی نہ ہوا۔ آخر مراد قتل کیا گیا۔ خافی خان کا باپ مراد کا معتمد تھا اور اس نے بحالت قید چند بار مراد کو بھگانے کی سعی کی۔ پس اس معاملہ میں خافی خان سے عالمگیر کی طرفداری کی امید نہیں ہو سکتی۔ خافی خان اس واقعہ کے متعلق اس طرح لکھتا ہے چون پسر کلان از دعوے خون پدر ابا نمودہ بادشاہ قدردان (عالمگیر) از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حال او شدند (منتخب اللباب) اگر عالمگیر کو قتل کرانا منظور تھا تو دعوے سے دست بردار ہونیوالے پر مہربان ہونیکی کیا وجہ تھی۔ طلب قصاص کرنے والے پر مہربان ہوتا۔

شاہجہان کے بیٹون کے متعلق مورخین کی رائین

دارا کے متعلق مورخین کی رائیں

مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا۔ (تاریخ ہند سدا سکھ لال) ناتجربہ کاری و ناز برداری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا (شاہجہان)۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال [illegible]) دارا شکوہ بہت نیک تھا مذہب اسکا بیدانت تھا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) دارا ایک عالی منش شخص تھا۔ مگر اس کے مزاج میں خشمناکی اور عجلت از حد تھی۔ (تاریخ ہند ہنٹر)۔ دارا نیک مزاج جلد باز مغلوب الغضب خود پسند فیاض ہندو مذہب کا دلدادہ تھا۔ (واقعات ہند تلسی رام) مگر با این ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خودرائے تھا۔ اس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کرسکتا ہون اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے۔ وہ ان لوگون سے جو اس سے

ڈرتے تھے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیر خواہ بھی اُس کے بھائیوں کے پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اُسے آگاہ نہ کر سکے۔ وہ ڈرانے دھمکانے میں بڑا تیز تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے امرا کو بھی بُرا بھلا کہہ بیٹھتا۔ اور اُن کی ہتک کر ڈالتا تھا لیکن اُس کا غصہ اور بد مزاجی آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر مصاحب دارا شکوہ)

شجاع کے متعلق مؤرخین کی رائیں

شجاع ایک عیاش آدمی تھا (تاریخ ہند ہنٹر) عقل معاملہ دان نہ داشت و سود را از زیان نمی دانست (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) شجاع عیاش شراب خوار خود رائے خوشامد پسند فضول خرچ کم علم شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا (واقعاتِ ہند تلسی رام) شجاع شرابی اور عیاش (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد)

مراد کے متعلق مؤرخین کی رائیں

مراد جو نقد شعور سے تہیدست تھا (عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد کچھ بے وقوف سا گنا جاتا تھا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) مراد دلیر ناعاقبت اندیش۔ شراب خوار۔ کم عقل آزار رسان مسرف کم علم تھا (واقعات ہند تلسی رام)

عالمگیر کے متعلق مؤرخین کی رائیں

اورنگ زیب ترا دور اندیش حکمتی۔ مطلب کا یار اور ظاہر میں بڑا کٹر مسلمان تھا۔ (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) بمقتضائے دانش جبلی و فراست فطری اصلا از جا بر نیامدہ و ہوشمندانہ سر رشتہ تحمل و استقلال بدست آوردہ (گلستان ہند کنور درگا پرشاد) خدیو قدسی نژاد (عالمگیر) در آنجا کہ علم و وفا و وسعت و حوصلہ و کمال متانت و دانائی در ذات والا نہاد آنحضرت است (لب لباب تاریخ رائے بندرا بن) عالمگیر بہادر سادہ چلن مدبر تجربہ رس ذی علم چالاک دور اندیش متعصب مسلمان تھا (واقعات ہند تلسی رام) محققین کی ان رایوں پر نظر کر کے اہل نظر انصاف کریں کہ بادشاہ سلامت کی اہلیت کس پایہ کی تھی۔

نمبر (۳)

اورنگ زیب نے انصاف و رواداری کے ساتھ سلطنت کی وہ کسی پر ظلم و ستم روا نہ رکھتا تھا۔ (واقعات ہند تلسی رام) اگر کہیں فوج روانہ کرتا تو اوس کے ساتھ دو افسر مقرر کرتا ایک ہندو دوسرا مسلمان (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) بعد چنان قرار یافت لہم از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار ہندو و یک مسلمان مقرر شود (فرشتہ) الگزنڈر ڈاو لکھتے ہیں۔ اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں تو مسلمانوں کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اوس نے غیر مذہب کے لوگوں پر سختیاں نہیں کیں (تاریخ ہندوستان جلد سوم) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازموں کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر ملازم ہیں اس علت میں برخاست کیا جائے کہ وہ آتش پرست ہیں اور اون کی جگہ کسی معتبر تجربہ کار مسلمان کو مقرر کیا جائے۔ عالمگیر نے اس عرضی پر حکم لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں۔ اور نہ ان معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے (پریچنگ آف اسلام) لالہ شیام داس لکھتے ہیں۔ عالمگیر کے ارکان دولت و اعضائے حکومت مسلمان ہی نہ تھے ہندو بھی تھے۔ اور بکثرت تھے۔ عالمگیر نے سلطنت کے ہر ایک اہم اور اعلیٰ شعبہ میں ہندوؤں کو افسر بنا رکھا تھا۔ اورنگ زیب کے عہد میں راجہ گردھر رائے مالوہ میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا وہ دس برس برابر مرہٹوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور مالوہ میں انکا قدم نہ جمنے دیا۔ نظام الملک مالوہ و گجرات میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا اورنگ زیب نے

اوس سے مالوہ کی صوبیداری چھین کر گردہر رائے کو وہاں کا صوبیدار مقرر کیا۔ (رسالہ دہرم ہیرے عبرت نے مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں نقل کیا) راجہ جے سنگھ رائے سنگھ کنور لعل سنگھ منوہرداس مشیر تھے۔ کب رائے برہمن سندر برہمن معتمد خاص تھے (واقعات ہند تلسی رام) اورنگ زیب کی فوج میں کثرت سے راجپوت تھے جو آخر دم تک اوس کے ساتھ رہے چنانچہ مہم دکن کے ذکر میں مرقوم ہے۔ راجپوت لٹ، جلاوت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو ستردات نمایاں روئے کار آوردند (فرشتہ)

اورنگ زیب کی ہندو نوازی

شاہزادۂ معظم کی شادی ہندو راجہ کے یہاں کی۔ لچھمی نرائن لکھتے ہیں صبیۂ راجہ اودے سنگھ کہ بشرف اسلام رسیدہ در محل تربیت یافتہ بود بہ شاہزادۂ معظم ازدواج شد (خلاصۃ الہند) متھرا کے قریب بلدیوجی کا مندر ہے اسکو جاگیر دی۔ ... مندر بدہ گیا کو جہانگیر نے جاگیر دی تھی اورنگ زیب نے اس کی توثیق کی (واقعات ہند تلسی رام) ضلع سیتاپور میں مصرکہ ہندوؤں کا ایک مشہور معبد ہے۔ مصرکہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جس کے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازاں جملہ چند مواضع ابتک مہنت موصوف کے قبضہ میں ہیں۔ بین مضافات متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیوجی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤں عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں۔ (مضمون بابو رام نرائن منیجر ریاست رام نگر وہمرٹی مندر ہیہ ہلدم ڈسمبر سنہ ۱۹۲۴ء) خانہ پور (متصل بیدر۔ دکن) کے مندر کو جاگیر دی دہر دون کے گرودوارہ گرو رام رائے کو جاگیر دی (واقعات ہند)[۴] راجہ رتن سنگھ (اس کو شاہجہان نے جاگیر دی اس نے اپنے نام پر رتلام آباد کیا) کے بیٹوں میں جھگڑا ہوا۔ چھوٹے نے بڑے کو نکال دیا۔ اور خود تخت پر قابض ہوگیا۔ بڑا لڑکا عالمگیر کے پاس فریاد لیکر آیا۔ عالمگیر نے

منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد ۷ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء) خاکسار مصنف بقلم خود

۴ شاہان اسلام نے ہم ہندوؤں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اوسکا ثبوت انبالہ میں ایک بڑا تالاب اور مندر ہے جسکی زمین خود شہنشاہ اورنگ زیب کی عطا کردہ ہے جو اورنگ زیب والا تالاب مشہور ہے اور جسکا کنارہ آج بھی ہندو بھائی پوجا کرتے ہیں (مضمون لالہ شیام لال کشمیری نامہ نگار خاص سندر ... انبالہ)

اسکو جداگانہ پرگنہ بتیا مؤ مالوہ میں عطاء کیا جہاں آج تک اس کی اولاد حکمران ہے (واقعات ہند تلسی رام) عالمگیر کا ایک فرمان منگل پانڈے نے سنہ ۱۹۰۵ء میں ایک مقدمہ میں مجسٹریٹ بنارس کی اجلاس میں پیش کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر ڈی۔سی کلاٹ نے کیا اور اس کا مفصل تذکرہ مسٹر نرنجن سین بی۔اے۔ال۔ال۔بی کی کتاب بنگولی سٹی بنارس میں ہے۔ اس کا فوٹو رسالہ اشاعت اسلام لاہور نے جون سنہ ۱۹۲۶ء میں شائع کیا اور پیسہ اخبار لاہور جولائی سنہ ۱۹۲۶ء میں اسکا اردو ترجمہ درج ہوا یہ فرمان ابوالحسن حاکم بنارس کو سلطان محمد بہادر کی معرفت شہنشاہ اورنگ زیب نے بھیجا۔

وھو ھذا

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اس کے گردونواح کے ہندؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جنکا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ مورخہ ۲۵ رجمادی الاول سنہ ۱۰۶۵ھ"

اورنگ زیب کے ہندو عہدیداروں اور منصب داروں کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو جائے۔ یہ مختصر کتاب اسکی متحمل نہیں ہو سکتی یہ فہرست مخالف و موافق کتب سیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر جہانگیر شاہجہان تینوں کے دربار سے زیادہ اورنگ زیب کے دربار میں ہندو جمع تھے۔ ساہوجی نبیرہ سیواجی (ہفت ہزاری) کالتوجی قلعدار ستارہ (شش ہزاری) سمبھاجی پسر سیواجی۔ تیتاجی۔ راجہ بھیم سنگھ۔ اچلاجی۔ سوبھان قلعدار ستارہ۔ بھاکو (پنجہزاری) اودے سنگھ قلعدار کھلنا (سہ ہزاری و پانصدی) اندر سنگھ۔ راجہ مان سنگھ۔ مجسٹریٹ ماندل پور۔ باسدیو۔ جگیاد سیکھ نصرت آباد۔ درگداس (سہ ہزاری) راجہ اودیت سنگھ مجسٹریٹ ایرج۔ رامچندر تھانیدار کھنالون (دو نیم ہزاری)۔ میدنی سنگھ۔ ارجوجی برادر سیواجی۔ مانکوجی۔ راجہ کرن۔ (دوہزاری) بہادر سنگھ۔ شیو سنگھ قلعدار راہیری (یک و نیم ہزاری)۔ بشن سنگھ۔ روپ سنگھ

(ایک ہزاری) راجہ کلیان سنگھ (نہ صدی)۔ یہ فہرست مختصر ہنود و منصبداروں کی خاص خاص والیان ملک و افسران و مشیران سلطنت کے علاوہ ہے۔

راجہ جسونت سنگھ جنرل و صوبہدار کابل۔ ماندھاتا کمانڈنگ افسر۔ راجہ جے سنگھ روپ سنگھ۔ کنور لال سنگھ۔ راجہ بھگونت سنگھ ہاڈا۔ راجہ دیبی سنگھ بندیلہ۔ منوہر داس۔ (لفٹنٹ جنرل)۔ سبحان سنگھ۔ ماروجی۔ راگھوجی۔ پتنگ راؤ (کرنل) نیتاجی۔ رستم راؤ۔ بسونت راؤ۔ راجہ بشن سنگھ (میجر) انوپ سنگھ قلعدار سکر۔ رائے رایان کوک سنگھ مصاحب شہزادۂ اعظم۔ کشور داس قلعدار شولاپور۔ دیوان۔ گھوناتھ وزیر مال (ماخوذ از ماثر الامرا و واقعات ہند و تاریخ ہند)

جب عالمگیر تخت نشین ہوا سیواجی نے معافی چاہی اوس کو معاف کر دیا۔ اور اُس کا ملک بحال رکھا۔ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر نے معافی چاہی اوس کو معاف کیا۔ راجہ کرن کو معاف کر کے خطاب و دوہزاری منصب عطا کیا۔ سیواجی کے داماد مہداجی کو جاگیر دی دسہرے کے دن راجہ جے سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت عطا کیا۔ میدنی سنگھ پسر پرتھی سنگھ کو دوہزاری منصب اور پانچہزار نقد ایک ہاتھی۔ دس گائیں عطا کیں۔ مہاراجہ جسونت سنگھ نے بار بار مخالفت کی اور معافی چاہی معاف کر دیا۔ اور ایک لاکھ دام کی جاگیر عطا کی۔ رائے سنگھ راٹھور کو راجہ کا خطاب مع ایک لاکھ نقد و خلعت عطا کیا۔ راجہ رگھناتھ کو خطاب و خلعت و منصب و جواہرات عطا کئے۔ (ماخوذ از تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں بعض بعض مندروں کو جاگیریں بھی دیں۔ جاتریوں سے محصول موقوف کیا۔ (پیسہ اخبار ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء) ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا۔ (تاریخ ہند) اورنگ زیب نے بڑی پاسداری راجہ جمیت رائے کی کی۔ اور منصب دوازدہ ہزاری عطا فرمایا۔ اور ایک جاگیر دی۔ (تواریخ ہند پلکھنڈ پنڈت کشن نراین۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ء صفحہ ۲۴) اورنگ زیب نے رانا راج سنگھ کو سرپیچ مرصع بھیجا۔ اور کنور لال سنگھ کو خلعت مع ایک عقد مروارید سرپیچ مرصع طرہ دیا۔ شش ہزاری منصب اور دو کروڑ دام کا ملک (دو کروڑ دام برابر پانچ لاکھ روپیہ بہ نرخ الوقت)۔ (تاریخ راج پر سیسنی دیبی پرشاد۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۴۲)۔ روپا نام ایک ہندو لڑکی کو جہانگیر نے پرورش کیا اور اوس کی شادی کر کے اوسکو جاگیر دی۔ اُسکے متعلق مہاراجہ سرکشن پرشاد لکھتے ہیں۔ ٭ مالی کوٹا کی بھی ریاست ہے ٭

٭ شاہ نے کی روپا کو عنایت ٭ سولہ لاکھ کا حاصل جسکا ٭ نام پہ تھا روپا کے لکھا ٭ پھر اس میں لاکھوں کا اضافہ ٭ شاہجہان نے بھی فرمایا ٭ عالمگیر نے بھی شاہانہ ٭ دی جاگیرات سالانہ ٭ جد و پدر کے مانند اسنے ٭ لاکھوں ہی کے بخشے اضافے ٭ آج بھی ہے وہ ہند میں شامل ٭ جسکا ہے تیس لاکھ اب حاصل ٭

نمبر (۴)

مُسلمانون پرزکوٰۃ قایم کی۔ ہندوٗون پر جزیہ مقرر کیا۔ لیکن یہ جزیہ کی تعداد ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے کوئی تبدیل مذہب پر مجبور ہو۔ اور غریبون سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ صرف اُن اہل دول پر تھا جو نہ ملازم سرکار تھے نہ فوجی خدمات ادا کرتے تھے۔ جادوناتھ سرکار لکھتے ہین "جزیہ کی تعداد اورنگ زیب نے ۳ ۱/۲ سالانہ سے ۱۳ ۱/۲ تک مقرر کی تھی۔ اس سے سرکاری ملازمین۔ مذہبی لوگ محتاج۔ پیشہ ور مستثنی تھے (تاریخ اورنگ زیب) اگرچہ یہ محصوٗل کچھ بارگران نہ تھا بدین وجہ کہ آمدنی فیصدی پر بحساب ۱۲ ر مقرر تھا۔ اور اندھون لنگڑون اور غریبون کو معاف (ٹاڈ راجستان مصنفہ مسٹر ٹاڈ)۔ یہ جزیہ اتنی قسم کے محصول معاف کر کے لگایا گیا تھا۔ تلسی رام لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے سرشماری برشماری۔ جنگی۔ پاندری۔ برگذی۔ طوغانہ۔ شکرانہ وغیرہ وغیرہ بہت سے محصول جو پہلے سے رائج تھے معاف کیئے (واقعات ہند و تاریخ ہند) پس رقومات سوائی راکہ محاصل آن از لکوک متجاوز بود حکم معافی فرمود (آگے لکھتے ہین) محصول اہل حرفہ۔ حاصل عمدہ راہداری (عبوٗریل) محاصل عرکس بزرگان و جاترہ ہنود و معابد و تیرتھ و بازار و محصوٗل مسکرات و میخانہ و قمارخانہ و جرمانہ و شکرانہ و ابواب فوجداری و چہار بھنیٹ (صہ ۱۹۳ گلستان ہند کنور درگا پرشاد تتمہ دفتر دوم) پہلے یہ دستور تھا کہ جو سردار مرتا اس کا مال ضبط ہو کر داخل خزانۂ سرکار ہوتا۔ یہ دستور بھی موقوف کیا۔ نیز سرداران سے گرانقدر نذرانے و تحایف لئے جاتے تھے وہ بھی معاف کئے۔ ہندوٗن کو محصوٗل جاترا معاف کیا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی نہ باشند۔ از اعقاب آنہا کہ متعدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق ضبط می نمودند این معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا و جیران می شد عفو فرمودند (مآثر عالمگیری) زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے۔ اُس سے کوئی مسلمان مولوی ہو یا صوٗفی عورت ہو یا مرد مستثنی نہیں۔ اُس کے لئے صاحب دول ہونا بھی شرط نہیں۔ بس باون تولہ چاندی اُس کا نصاب ہے۔ کل مال کا چالیسوان حصہ سالانہ زکوٰۃ ہوتا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کر کے مسلمان جنگی خدمات سے مستثنی نہیں ہوتا۔ نہ زر زکوٰۃ اوس کو کسی صورت میں واپس مل سکتا ہے۔ جزیہ کی رقم

اگر بوجہ نقص حفاظت ذمی کا نقصان ہوجائے تو واپس دینی پڑتی ہے۔ اور جزیہ دینے والا جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ غربا و مذہبی لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے جزیہ غیر مسلموں کے لئے رحمت ہے نہ کہ زحمت۔

نمبر (۵)

یہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی رعایا کو کامل آزادی دے رکھی تھی۔ اور وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اُس نے بعض میلے اور مدارس بند کئے۔ لیکن وہ میلے اور مدارس کیا تھے۔ پولیٹیکل اکھاڑے یا سازش گاہیں یا مرکز مفاسد۔ برہان پور میں محرم کے تابوت کے جلوس پر جھگڑا ہوا۔ عالمگیر نے آیندہ کیلئے تابوت کا جلوس بند کرنیکا حکم دے دیا۔ بعض سرکش ہندوؤں نے ایسے مدارس قایم کئے تھے جن میں تعلیم کی آڑ میں سلطنت کے خلاف طلبا کو تیار کیا جاتا تھا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کے لئے اُس نے بعض میلے بند کئے جس میں ہندو مسلمان دونوں کے جلوس شامل تھے۔ (آگے لکھتے ہیں) دارا شکوہ اور سلاطین دکن کے خیر خواہوں نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کیں جنکے مہتمم ہندو تھے۔ اور ان میں ہندو مسلمان دونوں قومیں تعلیم پاتی تھیں اس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خاص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ (پیسہ اخبار ۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء) ایک ایسا سازشی گروہ پیدا ہوا جسنے سلطنت میں بدامنی پھیلانے کے مختلف طریق اختیار کئے۔ اوّل اُسنے چند مذہبی جلوس پیدا کئے تاکہ امر جدید پر نزاع ہو (جسطرح آجکل آریوں نے نگر کیرتن کے جلوس شروع کئے ہیں اور جابجا فساد ہورہا ہے) پہلے پہل بُرہان پور میں محرم کے جلوس پر بلوہ ہوا۔ دوسرے چند مدارس ایسے قایم کئے جس میں مذہبی تعلیم کی تہ میں بغاوت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ کنور لال سنگھ کی تحقیقات و مشورہ کے بعد بادشاہ نے ان جدید میلوں اور جلوسوں اور مدرسوں کو بند کرنیکا حکم دیا (واقعات ہند تلسی رام۔)

اوپر کے حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے میلے مدارس وغیرہ سیہ کاری کے مرکز تھے۔ پس اورنگ زیب جیسا نیک و مہذب سلطان اس قسم کے امورات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور کوئی بھی سلیم الطبع شریف اس قسم کے مقامات کو قایم رکھنے کی رائے نہیں دے سکتا۔ اس زمانہ میں بھی بعض ہندو مدارس کے متعلق ایسا ہی تجربہ ہوا ہے چنانچہ الامان بحوالہ ہندو اخبار جیشم لکھتا ہے کہ ایک ہندو گرل اسکول کے متعلق طبی معائنہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک ثلث لڑکیاں بحالت نا کتخدائی حاملہ ہیں (اکتوبر سنہ ۲۶ء ۱۹)

مہاشو ذرا انصاف کرو ایسے مدارس قایم رہنے دینے چاہئیں۔ آجکل ہندو اخبارات اور ہندو اہل قلم اشرفوں کے کیسے کیسے شرمناک و اتہامات کو ملت از بام کر رہے ہیں۔ اور چند مشہور اشخاص کے متعلق کیسے کیسے سنگین و ناپاک جرائم میں سزایاب ہوئے۔ اسلامی تہذیب ایسے اشخاص کو ایک منٹ بھی قایم نہ رہنے دیتی۔

نمبر (۶)

مہاراجہ جسونت سنگھ

ہندو فاضل مسٹر بی ایل کپور رقمطراز ہیں جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سدراہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نہ مانا۔ عالمگیر جب تخت حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے جب معرکہ ہوا تو عالمگیر نے فوج کا افسر جسونت سنگھ کو مقرر کیا۔ پچھلے پہر دفعتاً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا۔ اور اس کی فوج نے شاہی اسباب و خزانہ پر دست درازی کی۔ چند روز کے بعد جب جسونت سنگھ کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا۔ اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب و خطاب و جاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ جب اس کو دکن میں سیوا جی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ جسونت سنگھ نے اس ہی پر

اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اور اس مہم میں اس کا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اوس نے نمکحرامی سے انکار کیا (اخبار نور قادیان ۱۹۲۶ء) یہی مضمون تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام میں ہے جب جسونت سنگھ نے شجاع کے معرکہ کے وقت غداری کی تھی تو رام سنگھ راٹھور اور مہیش داس نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا۔ پھر ان دونوں نے معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا۔ (واقعات ہند تلسی رام) دکن میں سیواجی کے معرکہ میں جب جسونت سنگھ سے بے وفائی کا اظہار ہوا تو پھر معافی خواہ ہوا بادشاہ نے معاف کر دیا اور اوسکو کابل کا صوبیدار مقرر کر دیا تاکہ وہاں اس کو کوئی ذریعہ غداری کا میسر نہ آئے۔ (واقعات ہند تلسی رام)۔ اورنگ زیب نے تخت نشین ہوتے ہی رئیس آمیر کی معرفت جسونت سنگھ کو پیغام معافی بھیجا۔ اور شجاع کے مقابلہ کے واسطے فوج طیار ہوئی تھی اوس میں شامل ہونیکے واسطے طلب کیا۔ جسونت سنگھ نے بارادۂ انتقام (شکست دارا شکوہ) فوراً منظور کرکے شجاع کو اپنی تجویز سے مطلع کیا۔ بمقام کجوہ کہ الہ آباد سے بیس میل شمال میں ہے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ راٹھور سواروں نے فوج ماتحت شہزادۂ محمد پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اور بہت قتل و خونریزی کرکے لشکر شاہی کو لوٹ لیا۔ (آگے لکھتے ہیں) دکن میں پہنچتے ہی جسونت سنگھ نے (عالمگیر کی طرف سے گیا تھا) سیواجی سے خط و کتابت شروع کی۔ کہ بادشاہ کے نائب سائستہ خان کے مارنے کی تدبیر کرے۔ اورنگ زیب کو اس سازش کی تحقیق خبر پہنچ گئی۔ مگر اس نے بہت ضبط کیا (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے) جب جسونت سنگھ مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اوس کے کارندوں نے اطلاع دی کہ دو رانیاں حاملہ ہیں۔ پھر اطلاع دی کہ دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے حسب دستور قدیم حکم دیا کہ ان بچوں کو حاضر دربار کیا جائے۔ مگر راجہ کے کارندے بغیر وصول حکم شاہی و اجازت صوبیدار و حصول پروانہ راہداری ان بچوں کو لیکر چلدیے۔ دریائے اٹک پر جب پروانہ راہداری مانگا گیا تو امیر البحر سے جنگ و جدل کی۔ فریقین کے آدمی زخمی ہوئے راجپوتوں نے بہ جبر عبور دریا کیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع ان کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہو گئی اس لئے جسوقت یہ گروہ دار الخلافہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقیم ہوں۔ اور کوتوال اون کی نگرانی کرے۔ وہاں سے راجہ کے کارندے بچوں کو لے کر

جودھ پور بھاگ آئے۔ اور راجہ اودے پور سے سلطنت کے خلاف اعانت طلب کی چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔ (بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر ہمان دو فرزندان بہ اسم اجیت سنگھ و دلتھمن داشت مع رانی با ہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند یا دستک و رضائے صوبیدار حاصل نمایند روانۂ حضور شدند۔ بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحری بعلت عدم دستک مانع آمد۔ با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمع رسانده بسر بجگی عبور نمودند۔ بعد از انکہ نزدیک بہ دار الخلافہ رسیدند انکہ از ادا ہائے خارج سابق جسونت غبار ملال در خاطر مبارک جاگرفتہ بود این شوخئ راجپوتیہ علاوۂ آن گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آیند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران متعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بہ طریق نظر بند نگاہ دارند)

ان تمام واقعات اور اس شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ کے چھوٹے بچوں یا بیوائوں وغیرہ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ تھا۔ نہ کوئی جدید حکم دیا گیا تھا۔ بلکہ حسب دستور قدیم ان کو طلب کیا گیا تھا لیکن راجہ کے آدمیوں نے جو جسارت کی اس کے متعلق غالباً تحقیقات وغیرہ ہوتی۔ اور خلاف ورزی کرنے والے سزایاب ہوتے۔ اس ہی لئے اس گروہ کو نظر بند کیا گیا اور یہی وجہ ان کے فرار ہونیکی ہوئی کہ ان کو اپنا انجام اچھا نظر نہ آیا۔ اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ متوفی رئیسون کے خورد سال بچے سلطنت کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے تھے۔

اس ہی دستور کی موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچّون کو طلب کیا تھا۔ (حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہرگاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (ماثر عالمگیری) مغلون کے عہد میں جب کوئی سردار مرتا تو اوس کے خورد سال بچون کی پرورش و تربیت بادشاہ اپنی نگرانی میں کراتے تھے (واقعات ہند تلسی رام) مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں "تیموریون کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتا تو بادشاہ اُن کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا۔ اور شہزادون کی طرح اُن سے سلوک کیا جاتا تھا اس ہی اصُول کے مطابق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچون کو طلب کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ انکو دربار میں بھیجدو سن شعور کے بعد ان کو سب کچھ ملیگا۔ (اخبار نور ۲۶ سنہ ۱۹۳۶ء) آج متعصب

یہ مشہور کر رہے ہیں کہ جسونت سنگھ کے لڑکے اس لئے طلب کئے گئے تھے کہ ان کو مسلمان بنا لیا جائیگا۔ جسونت سنگھ سے زیادہ سلطنت مغلیہ کا دشمن سیواجی تھا۔ جب سیوا کا بیٹا سنبھا گرفتار ہو کر آیا تو اس کا لڑکا ساہو ساتھ تھا۔ سنبھا کے بعد عالمگیر نے ساہو کو اولاد کی طرح پرورش کیا۔ نہ اس کو قتل کرایا نہ مسلمان بنایا۔ چنانچہ مسٹر ڈی۔ ایل کیور لکھتے ہیں "ساہو جی کو جب گرفتار کیا تو اس وقت میں اسکی عمر سات سال کی تھی۔ عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا اسکا خیمہ شاہی خیمہ کی برابر کھڑا کرادیا۔ اسکو ہفت ہزاری منصب اور خطاب نوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قایم رکھا (اخبار نور سنہ ۱۹۲۶ء) صاحب ماثر الامراء بھی اسی طرح اس واقعہ کو لکھ کر لکھتے ہیں کہ عالمگیر کے بعد ساہو نے علم بغاوت بلند کیا لیکن اسکے احسان کا اس قدر پاس ضرور کیا کہ سب سے پہلے اوس کی قبر کی زیارت کو گیا جسونت سنگھ کے متعلق الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ جسونت سنگھ لالچی تھا۔ (تاریخ ہند)

سیواجی

سیواجی کے اجداد میں ایک شخص مالوجی تھا جس کو حضرت شاہ شریف رحمتہ اللہ علیہ (احمد نگر میں مزار ہے) سے عقیدت تھی۔ اسی وجہ سے مالوجی نے اپنے بیٹوں کے نام شاہ جی (جو ساہو جی مشہور ہوا) اور شرف جی رکھے۔ مالوجی تحصیلدار دولت آباد کا ملازم تھا۔ ساہو جی سے تحصیلدار مذکور نے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اس وجہ سے ساہو جی کی رسائی دربار نظام شاہی میں ہوئی۔ جب نظام شاہ کی فوج نے مالوہ کو تاخت و تاراج کیا اور جہانگیر نے اس کے مقابلہ میں فوج بھیجی تو نظام شاہ کے فوجی افسروں میں ساہو جی اور اسکا خسر جادو رائے بھی تھے۔ جب جہانگیر نے اسکا بدلہ لینے کے لئے شاہزادہ شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے اپنے اصلی آقائے نعمت نظام شاہ سے برگشتہ ہو کر شاہجہان سے ملگیا اس صلہ میں اوسکو دربار مغلیہ میں پنجہزاری منصب ملا۔ اور بھی اس کے خاندان والونکو عہدے ملے پھر یہ سلطنت مغلیہ سے منحرف ہو کر نظام شاہ کے پاس پہونچا۔ نظام شاہ نے اس کو قتل کرادیا۔ ساہو جی بھاگ کر شاہجہان کے دربار میں آیا۔ پنجہزاری منصب خلعت

علم۔ نقارہ۔ اسپ۔ فیل۔ دو لاکھ نقد انعام پایا۔ اس کے علاوہ نظام شاہ کا وہ علاقہ جو عنبر کی جاگیر میں تھا اور اُس کو افواج سلطنت مغلیہ نے فتح کر لیا تھا شاہجہان نے ساہوجی کو جاگیر دیدیا۔ کچھ عرصہ کے بعد عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہوکر آیا تو شاہجہان نے اسکی جاگیر ساہوجی سے واپس دلا دی۔ اسپر ساہوجی ناراض ہوکر والئی بیجاپور سے جا کر ملگیا۔ والئی بیجاپور نے اوسکو نوکر رکھ لیا۔ اور جاگیر دی۔ ساہوجی ایک لشکر لیکر حدود سلطنت مغلیہ کی طرف بڑھا۔ شاہجہان نے شاہزادہ عالمگیر کو اوسکی سرکوبی پر مامور کیا۔ ساہو نے شکست کھائی جب ساہو کا بیٹا سیواجی جوان ہوا وہ جاگیر کا انتظام کرنے لگا اور بہت سی فوج جمع کرلی۔ اور سلطنت بیجاپور ہی کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا اور دبانا شروع کیا۔ اسپر والئی بیجاپور نے اس کے باپ کو قید کر دیا۔ سیواجی نے شاہجہان کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ شاہجہان نے اُس کو پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ اور والئی بیجاپور سے سفارش کرکے اس کے باپ کو رہائی دلا دی۔ جب اورنگ زیب ایام شہزادگی میں دکھن کی مہم پر تھا تو سیوا نے عالمگیر سے رسوخ پیدا کیا۔ عالمگیر نے اُس کے مقبوضہ ملک کی سند اوس کو بادشاہ سے دلا دی۔ اس کے بعد سیوا نے سلطنت مغلیہ کے علاقہ پر تاخت و تاراج شروع کی عالمگیر نے شائستہ خان کو اوس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ شائستہ خان نے اوسکو بھاری شکست دی۔ سیوا پریشان ہوکر جیول و پایل (سورت کے نزدیک) کی طرف گیا اور ان بندرگاہوں پر قبضہ کرکے حاجیوں کے جہاز لوٹنے لگا۔ عالمگیر نے راجہ جے سنگھ کو اوسکی سرکوبی پر مامور کیا (یہاں تک واقعات تاریخ ہند الفنسٹن پرشاد و واقعات ہند تلسی رام سے ماخوذ ہیں) راجہ جے سنگھ نے اوس کو شکست دی۔ سیوا نے حاضر دربار ہوکر دست بستہ راجہ سے کہا بطریق بندہائے ذلیل و مجرم رو بدین درگاہ آورده ام خواہی بہ بخش و خواہی بکش (خافی خان) اس کے بعد سیواجی نے اپنے مقبوضہ پینتیس قلعوں میں سے تیئیس نذر کیئے۔ اور درخواست کی کہ اوسکا بیٹا سنبھا ملازمان شاہی میں رہے۔ اور وہ خود کسی قلعہ میں آزادانہ رہیگا اور حسب الطلب امداد کے لیئے حاضر رہے گا۔ اسپر دلیرخان جنرل افواج شاہی نے اپنی طرف سے تلوار جمدہر دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیواجی کو عنایت کیے۔ راجہ جے سنگھ نے گھوڑا۔ خلعت ہاتھی عطا کیا۔ راجہ نے سیواجی کے بیٹے سنبھاجی کی دربار شاہی میں سفارش کی جو منظور ہوگئی۔ جب سیواجی دارالخلافہ کی طرف چلا۔ اور قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ

پسر راجہ جے سنگھ و مخلص خان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ (سلیمان شکوہ کے استقبال کے لئے بھی رام سنگھ بھیجا گیا تھا۔ رام سنگھ کا منصب سہ نیم ہزاری تھا۔ اور راجہ جے سنگھ والئی جے پور و وزیر جنگ کا منصب پنج ہزاری تھا۔ سیواجی کے باپ ساہوجی کا منصب بھی شاہجہان کے دربار میں پنجہزاری تھا) جب سیواجی پہنچا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ پنجہزاری امراء کے قطار میں کھڑا ہو لیکن سیواجی نے پیٹ کے درد کا بہانہ کیا اور لیٹ گیا۔ لہٰذا فرودگاہ کو واپس کیا گیا۔ (واقعاتِ ہند) چون بہ بارگاہِ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل شدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارۂ والا بر بساط قرب و منزلت بار یافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہِ دولت بود باُمرائے نامدار دوش بدوش استاد (مآثر عالمگیری) دربار سے واپس جاکر سیواجی پھر سلام کو نہیں آیا۔ اس لئے مشتبہ ہوا اور اُس پر پہرہ مقرر کرکے راجہ جے سنگھ کو اطلاع دی گئی (منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح داند معروض دارد تا بہ او معاملہ رود (مآثر عالمگیری) راجہ جے سنگھ نے صرف اس قدر لکھا کہ اُسکا قصور معاف کیا جائے۔ (دریں اثناء عرضداشت راجہ جے سنگھ رسید کہ باو عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است) (مآثر عالمگیری) اس عرضی پر سیواجی کی نگرانی موقوف ہوئی۔ اور اوس کے بیٹے اور داماد کو پنجہزاری منصب عطا کیا گیا۔ اور اُس کے ساتھ بھی مراعات کی گیئں لیکن یہ ہمیشہ سلطنت کے خلاف سازش و بغاوت کرتا رہا۔ اور بھاگ کر دکن پہنچا اور صوبہ بیدار دکن شہزادۂ معظم کے ذریعہ سے بسفارش راجہ جسونت سنگھ پھر معافی چاہی (بعد رسیدن شاہزادہ بہ مہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بہ منصب سرفراز شود پس از پذیرا شدن این معنی پسر مزبور را با پرتاب راؤ نامی کارپرداز جمعیت یکہزار سوار فرستادہ بود۔ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطائے فیل با یراق مرصع و نیول در صوبۂ برار وغیرہ سربلندی یافت (مآثر الامراء)"۔

ان تمام واقعات پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیواجی کے بزرگون ہی سے لیکر اولاد تک سب سلاطین اسلام کے نمک پروردہ تھے۔ اور انہون نے جس جس کا نمک کھایا اوس ہی کو آزار پہنچایا۔ بار بار بغاوت کرتے اور ہار ہار کر معافی چاہتے۔ شیر دل سلاطین معاف فرماتے۔ لیکن یہ اپنی فطرت سے باز نہ آتے انجام یہ کہ غضب شاہی جوش میں آیا اورنگ زیب

نے مرہٹہ سرداروں کا قلع قمع کر دیا۔ سیوا۔ سنبھا۔ سنتا۔ دہنتا۔ رام۔ راجا کوئی بھی میدان میں نہ رہا۔ سب موت کے گھاٹ اتر گئے ان فتوحات کی تکمیل پر قدرت نے شہنشاہ کا پیمانۂ عمر لبریز کر دیا اگر اورنگ زیب دس پانچ برس اور زندہ رہتا یا اوس کو جہانگیر یا شاہجہان جیسے جانشین ملتے تو ہندوستان پر قیامت تک کے لئے پرچم اسلام نصب ہو جاتا۔ سنبھا کے بعد اوس کے بیٹے ساہو کے ساتھ جو شہنشاہ نے برتاؤ کیا اُس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ سنبھا کے قتل کے متعلق کنور درگا پرشاد بہادر لکھتے ہیں" چون سنبھا بحضور (عالمگیر) آمد و ہنگام باز پرس جوابہائے سخت و دشنام غلیظ دادن گرفت۔ بنابران بقتل رسید۔ اما ساہو پسرش کہ جوانے زیبا بود امان بخشیدہ مورد عاطفت بادشاہی نمودند و بخطاب راجگی مخاطب ساختہ قریب خیمہ خود جا دادند تا ہمیں جا پرورش یافتہ بسن بلوغ رسید (تتمہ دفتر دوم گلستان ہند صـ۱۹۵)

سیواجی کے متعلق ہندوؤں کی عجیب کارستانی

پنڈت رام ناتھ بینکر پشاوری مقیم برلن لکھتے ہیں کہ ۱۶۷۳ء کے آخر تک سیواجی نے مہاراشٹر اور اوس کے مفصلات کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا لیکن چونکہ وہ مسلمان بادشاہوں کی نظروں میں ایک مرہٹہ جاگیردار کا باغی بیٹا تھا اس لئے وہ اپنی رعیت اور سپاہ سے حلف وفاداری نہیں لے سکتا تھا۔ اور نہ کسی عہد نامہ پر اپنی دستخط ثبت کر سکتا تھا اس لئے ان تمام کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنی تاجپوشی کی تجویز کی۔ ہندو بھی مدت سے اس مبارک گھڑی کے منتظر تھے جبکہ ایک ہندو چھتری پتی راجہ حکمران ہو لیکن ان تمام امیدوں کو پورا کرنے کے لئے ایک عجیب بات سدراہ تھی اور وہ یہ کہ سیواجی جو نسلاً خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے آباؤ اجداد کاشتکار تھے اس پیشہ کو شودروں کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ حل طلب سوال یہ تھا کہ ایک شودر کس طرح حکمرانی کر سکتا ہے۔ اس کے متعلق اطمینان حاصل کرنے کے لئے ضرورت پیش آئی کہ برہمنوں سے پوچھا پتر حاصل کیا جائے۔ چنانچہ سیواجی کے منتری بالاجی آہوجی بنارس گیا۔ اور وہاں کے مشہور پنڈت

گنگا بھٹ سے ملاقی ہوا۔ گفت و شنید کے بعد پنڈت مذکور نے اعلان کر دیا کہ سیوا جی سچا کھشتری راجہ ہے جو ہندو تہذیب کو از سرِ نو زندہ کر رہا ہے (اخبار پارس لاہور سے الامان دہلی اکتوبر ۱۹۲۶ء میں نقل کیا گیا)"۔ اس روایت کے ماخذ کا پتہ نہیں۔ اُس زمانہ کے ہندو سیوا جی اور اُس کے افعال کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس خانہ ساز روایت کی تکذیب لبِ لباب الغنائم کی روایت سے واضح طور پر ہوتی ہے۔ جو آگے نقل کی جائیگی۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سیوا جی کو یہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنیکی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ زمانۂ قدیم میں بھی ہندو راجہ شودر گذرے ہیں جیسے راجہ نند۔ راجہ چندر گپت۔ راجہ بھرتری وغیرہ۔ اگر یہ روایت سچ ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندو سیوا جی سے خوش نہ تھے۔

سیوا جی کا اپنے آقایانِ نعمت کے متعلق اعلان

واقعات و تاریخی حوالوں سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ سیوا اور اس کے خاندان والے مسلمانوں کے نمک پروردہ تھے اور انہوں نے اپنے ہر ولی نعمت کے ساتھ دغا کی اس کو زیادہ واضح کر دینے کیلئے ہندو فاضل مسٹر کے سوریائی۔ اے ایل۔ ایل بی وکیل بمبئی کے ایک مضمون کا ایک جزو جسکو پیسہ اخبار نے اگست ۱۹۲۷ء میں نقل کیا ہے نقل کیا جاتا ہے۔ یہ اس خط کا اقتباس ہے جو سیوا جی نے راجہ جے سنگھ والئی جے پور جنرل افواج مغلیہ کو لکھا تھا۔

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کے لئے نیام سے نکالنی پڑی۔ اِسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر کوندنا چاہیے تھا۔ جنکا نہ کوئی مذہب ہے۔ اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینہ برسائینگی کہ دکن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان خون کے سیلاب میں بہہ جائینگے"۔

سیواجی کے متعلق ہندو محققین کی رائیں

مسٹر کے اے سوریہ لکھتے ہیں کہ سیواجی کو جو آج ہندو اس قدر عزت دیتے ہیں تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ سخت متعصب اور مذہب اسلام کا شدید دشمن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ماہر سیاسیات تھا۔ مگر اس کی ملکی سیاست اس کے مذہبی تعصب تلے دبی ہوئی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۳۲ء) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں سیواجی رئیس لوٹ کر دیا تھا (تاریخ ہند) سیواجی نے اس ارادہ سے کہ ساحلوں کی لوٹ سے بہت سی دولت حاصل ہو جہازوں کا ایک بیڑا بنوایا تھا۔ (تاریخ ہند)۔ یہ مفسد ایسا دغاباز مکار تھا کہ شاہ عالمگیر کو اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ (ہسٹری آف انڈیا مطبوعہ گورنمنٹ پریس کلکتہ ۱۸۹۸ء مرتبہ جارج این کنگ) لالہ گردہاری لال نے تاریخ مخزن میں جو زوال سلطنت مغلیہ پر لکھی گئی سیواجی کے متعلق نہایت سخت الفاظ لکھے ہیں میں ان الفاظ کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا اسی طرح منشی لچھمی نرائن نے اپنی تاریخ بساط الغنائم میں سیواجی کا ذکر بُرے الفاظ میں کیا ہے۔ ان ہندو محققین کی تحریروں سے سیواجی کے راجہ بنانے کے متعلق جو مضمون مسٹر سوریہ کا پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس کے متعلق منشی لچھمی نرائن لکھتے ہیں چون از ہمہ سو فراغش دست دادہ خیال برہمن شدن در سرش گرفت نیکا بھٹ را کہ از پنڈتان مشہور بنارس بود طلب داشتہ طریق عبادت برہمنان آموخت برہمنان دیگر برین ارادہ واقف شدہ بھٹ مذکور را مخفی مانع آمدند سیواجی خبر یافتہ ناخوش گردید و یک قلم یا ہمہ را از کار و خدمت موقوف داشتہ گفت کہ این گروہ بد طینت گدا پیشہ نظر بہ بزرگ نہادی واجب الخدمت البتہ اند اما ازینہا توقع خیر سگالی و آقا پرستی ہیچ نیست۔ بجائے اینہا قوم پربھوان یعنی کائستان را مامور نمود ہر چند مقربان بسفارش برہمنان دبکالی تعلقات کوشیدند پذیرا نرفت سنبھاجی پسرش نیز باطلاع این معنی نیلا پنتہ دیوان خود را کہ از قوم برہمن بود تغیر ساختہ

ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آجکل متعصب ہندؤں نے سیواجی کو سر پر اٹھا رکھا ہے پرانے زمانہ کے لوگ اسکے خلاف

(بساط الغنائم)

عالمگیر کے متعلق محققین کی رائیں

لالہ گردھاری لال لکھتے ہیں آن شاہ والاگہر در شیوۂ جہانداری بادشاہ عادل بود (تاریخ ظفرہ) منشی منوہر لال لکھتے ہیں ہندوستان میں جسقدر فرماں روا گزرے ہیں ان سب میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا ۔ (پیسہ اخبار ۲۶ دسمبر ۱۹۲۶ء) آوڈنگٹن کی رائے ہے کہ مغل اعظم (عالمگیر) عدل کا دریائے اعظم ہے ۔ مجھے تکلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے ۔ کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارش امارتِ منصبت کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی ۔ (لین پول) ڈاکٹر کاریری جس نے اورنگ زیب کو ۱۶۹۵ء میں دکن میں دیکھا تھا اس کے متعلق اسی قسم کے الفاظ لکھتا ہے ۔ سیاح جسوقت اوس کے زمانہ شہنشاہیت کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے ۔ اس کے پچاس برس کے عہد حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں (پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اُس کے دربار میں کوئی آدمی نہ چغلی کھا سکتا تھا اور نہ جھوٹ بول سکتا تھا وہ سب کی فریاد سنتا تھا ۔ روپیہ سے مفلسوں کی امداد کرتا تھا ۔ تخت نشینی کے کچھ ہی دنوں بعد قحط پڑا تو اس نے رعایا کی بڑی امداد کی غریبوں کو اُس نے کھانا دیا اور تقریباً اسی مختلف قسم کے محصول معاف کردئے انتظام سلطنت بھی اُس کے زمانہ میں عمدہ تھا (تاریخ ہند) بادشاہ اپنے بیٹوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتا تھا جیسا کہ وہ دوسرے امیروں کے ساتھ کرتا تھا وہ ذرا بھی رعایت نہ کرتا تھا (تاریخ ہند) وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا ۔ اوس کا طرزِ معاشرت قابل تعریف تھا وہ عیش و عشرت سے نفرت کرتا تھا ۔ سلطنت کی دولت اپنے آرام کے لئے بالکل صرف نہ کرتا تھا ۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر بسر اوقات کرتا تھا ۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آرام کی بھی زیادہ فکر نہ کرتا تھا ۔ وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتا تھا (تاریخ ہند) عالمگیر عدل و انصاف کا پتلا تھا

ایک دفعہ شاہزادہ کام بخش اوس کے چھوٹے بیٹے کے کوکہ پر قتل کا الزام قایم ہوا عدالت نے تحقیقات کرنی چاہی۔ شاہزادہ نے اپنے کوکہ کی حمایت کی عالمگیر نے حکم دیا کہ شہزادہ کو مع کوکہ کے گرفتار کر لیا جاے (واقعات ہند تلسی رام) وہ (عالمگیر) بہادرون کا بھی قدر دان تھا۔ راجہ روپ سنگھ دارا شکوہ کی فوج کا افسر اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس گھوڑے سے اتر کر جلادت و بہادری کا کام کرنے لگا۔ اورنگ زیب نے اوس کی یہ بہادری دیکھ کر اپنے نوکرون کو اس کے قتل کرنیسے منع کیا۔ اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا (واقعات ہند) بہانپورہ (مالوہ) کا راجہ بھوپال سنگھ مسلمان ہوا۔ عالمگیر نے اس کو بہت سا انعام دیا۔ لیکن اسکا بیٹا مسلمان نہ ہوا۔ اور اس کے بیٹے نے دیگر اہل خاندان کی مدد سے بھوپال سنگھ کو ریاست سے نکالدیا۔ بھوپال سنگھ عالمگیر کے پاس پہنچا۔ عالمگیر نے اسکی بڑی مدارات کی لیکن اس کے بیٹے کو کچھ تنبیہ نہ کی نہ اوسکو راج سے برطرف کیا (واقعات ہند) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں وہ پاکدامن اور پرہیزگار تھا اُس نے بہت سادہ زندگی بسر کی۔ ٹوپیان بنا کر فروخت کرتا۔ کبھی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرتا تھا۔ گانے ناچنے وغیرہ سے اوس کو نفرت تھی وہ بڑا بہادر اور ہمت والا تھا (دلیران تاریخ ہند) عالمگیر خود ممنوعات سے پرہیز کرتا تھا۔ اور دوسرون کو جو اُس کے گرد تھے باز رکھتا تھا۔ (لین پول۔)

ہندو اور عالمگیر

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر عدل و انصاف و مراعات کے ہندو عالمگیر سے کیون ناراض ہوئے اور ابتک کیون ناراض ہیں۔ لیکن کتب سیر پر غور کرنے والا بسہولت اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ یہ خیال غلط ہے کہ عالمگیر سے عموماً ہندو ناراض تھے عالمگیر کے حالات کو انگریز مورخون نے خاص رنگ دیا ہے اور جو روایات تعصب و مظالم کی اُس کی طرف منسوب کی ہیں اون کا ماخذ دوراز کار قیاسات و افواہات کے سوا کچھ نہیں بدقسمتی

سے اورنگ زیب کے جانشین ناقابل تھے اس لئے ہمہ قسم کے الزامات اوس کے اوپر سب گئے
ورنہ جسطرح ہندوؤن کی بغاوتیں عالمگیر کے عہد میں ہوئیں۔ ایسی ہی اکبر جہان گیر شاہجہان
کے عہد میں ہوئیں مگر ان سلاطین کو جانشین قابل ملے وہ سرکشون کی سرکوبی کرتے رہے
عالمگیر نے تمام بغاوتون کا اسطرح قلع قمع کردیا تھا کہ اگر کوئی اولوالعزم جانشین ہوتا تو
بغاوت کا وہم وگمان بھی کبھی نہ پیدا ہوتا اور سلطنت ہند پر مسلمانون کا سکہ تا قیام قیامت
رہتا۔ عالمگیر کے بیٹون کی ناقابلیت نے ماہی بے آب میں جان ڈالدی۔ اکبر سے پہلے جسقدر
سلاطین اسلام گذرے ہیں انہون نے ہندوؤن کو رعایا بنا کر رکھا اور اون پر شاہانہ
حیثیت سے مراحم ومکارم کئے۔ اکبر کو سلطنت دوام کا خیال پیدا ہوا اور اوسکی تدبیر اسکے
ذہن میں یہ آئی کہ اوسنے ہندوون سے رشتہ داری کا سلسلہ قائم کیا۔ اس تعلق سے دو طرح
کے نقصان پیدا ہوئے۔ اول یہ کہ شاہی خاندان کے تعلق سے ہندو رئیسون کے دماغ میں
خودمختاری کا خیال عود کر آیا۔ اور اون کو خاندان شاہی میں ریشہ دوانیون کا کافی موقع
ملا۔ ہندو رئیسون نے سلاطین مغل کے تمام احسانات کو فراموش کرکے اپنے خیالات کی تکمیل
کیلئے سلطنت مغلیہ کی بربادی کی بنیاد قائم کردی۔ اول جہانگیر کو ابھار کر اکبر کے مقابلہ
پر بغاوت کرائی۔ پھر راجہ مان سنگھ نے شہزادہ خرم سے بغاوت کرائی۔ اکبر کے بعد خسرو
سے بغاوت کرائی۔ پھر جہانگیر وشاہجہان میں چلوادی۔ راؤ ستر سال ورام سنگھ نے دارا
شکوہ کو بھڑکا کر بھائیون سے لڑوا دیا۔ راجہ جسونت سنگھ نے شہزادہ معظم کو اور راجہ درگا
داس نے شہزادہ اکبر کو عالمگیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ عالمگیر نے بیٹون میں
ملک تقسیم کردیا تھا۔ راجپوتون نے ان کو ابھار کر لڑوایا۔ آخران ریشہ دوانیون نے
سلطنت مغلیہ کا چراغ گل کردیا۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ شہزادون کے خون . ہندوستان کی آب وہوا کا اثر ہوگیا
شجاعت وتدبر زائل ہوگیا۔ دیکھئے غیر آریہ قومیں یہان رہتی تھین آپس میں سرپھٹول کی
اور بیٹھ رہے۔ کبھی کسی دوسرے پر چڑھ جانیکا حوصلہ نہ ہوا۔ وسط ایشیا سے آریہ
آئے اور سب کو ایک ڈنڈے ہانک لیا۔ اور مدت مدید تک ان سے غلامی کرائی۔
جب ہندوستان کا صاف ستھرا امرت پانی ان کے رگ وپے میں خوب
پیوست ہوگیا وہ شجاعت وہ حوصلہ باقی نہ رہا۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں ہندو آریہ

لوگون نے اپنی بہترین پولیٹکل طاقت کے زمانہ میں بھی ہندوستان کے باہر کسی قوم پر حملہ آور ہونیکی کوشش نہین کی۔ (تاریخ ہند) اور اگر کبھی کچھ بھولے سے ہمت کی تو وہ مار کھائے کہ سیکڑون برس تک ان کی پشتین بھی نہ بھولیں سبکتگین (جیپال) یہ آریہ سورما ہندوستان میں آکر آپس ہی میں لڑتے مرتے رہے اور وہ بھی ملک گیری ملک داری کے لئے کم۔ ہندو اخبار تیج دہلی ستمبر ۱۹۲۷ء لکھتا ہے۔ راجپوتون کی بہادری صرف اس قدر ہے کہ وہ لڑے اور ہمیشہ شکست کھائی۔ ایسی بہادری کوڑی کام کی نہیں ہے ان کی لڑائیون کی وجہ سے اکثر استریان بیوہ ہوتی تھیں (از اخبار الخلیل میرٹھ نومبر ۱۹۲۷ء) پھر مٹھی بھر مسلمانون نے آکر ان کروڑون سورماؤن کو طوق غلامی پہنایا۔ غزنویون غوریون تغلقون وغیرہ نے بڑے دھڑلے سے حکومت کی۔ جب اکبر کے زمانہ سے راجگان ہند اپنی لڑکیان سلاطین کی نذر کرنے لگے۔ اور شہزادون کی رگون میں بھی وہی پانی بس گیا تو ان کی بہادری بھی رفو چکر ہوئی۔

ہندؤن نے اکبر کے زمانہ سے جو ہندو راج کا خواب دیکھنا شروع کیا تھا وہ اُن کو شاہجہان کے بعد قریب نظر آتا تھا۔ کیونکہ دارا شکوہ ان کے مذہب کا آدمی تھا۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں "دارا شکوہ ہندؤں کا دوست تھا۔ اور راجپوت اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ (دلیران تاریخ ہند) یہی وجہ تھی کہ ہندو راجون نے دارا شکوہ کا خوب ساتھ دیا۔ اور جب دارا شکوہ کا معاملہ درہم برہم ہوا تو پھر ان کی نظر شاہجہان کے دوسرے بیٹے شجاع پر تھی کہ اس عیش پرست کو اپنے ڈھب پر لانا آسان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت راجہ جسونت سنگھ نے عالمگیر سے دغا کی۔ اور شجاع کا ساتھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہجہان کے بیٹون میں اگر عالمگیر بادشاہ ہوگیا تو ہندو راج کا خواب بے تعبیر رہ جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علاوہ ازین بھائیون سے جنگ و جدال میں چند ہندو مشہور سردارون کی لڑکیان بیوہ ہوگئیں۔ مثلاً مسرتی بائی زوجہ شہزادہ مراد بخش دختر راجہ کنور سین کشتواری زوجہ شجاع۔ زوجہ شہزادہ سلیمان بن دارا شکوہ دختر راجہ گنج سنگھ راٹھور۔ پھر سلطنت کے زعم میں ہندو اعیان سلطنت اور امرا ان کے متوسلین مسلمانون پر قسم قسم کی دست درازیان کرتے تھے۔ اور مظلومون کی فریاد کو اُن کے تعلقات دبا دیتے تھے۔ چنانچہ بعض ہندؤن نے مسلمان عورتون کو جبراً گھر میں

ڈال لیا تھا۔ اور بعض مساجد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اگرچہ ان واقعات کے متعلق آخر زمانہ میں احکامات شاہجہان نے جاری کئے تھے۔ مگر ان کی تعمیل اورنگ زیب نے کی چنانچہ صاحب شاہجہان نامہ لکھتا ہے۔ (چون رایات اجلال بحوالی پنجاب و گجرات رسید جمعے از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و آمائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از مغان مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از ہمے دانش بہرہ داشت و دار وغگی مردم جدید الاسلام برو مقرر بود رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار برآرد و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد او مطابق بہ عمل آورد و مقتاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرۂ فجرہ برآورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود درآمدہ بود بعد از تحقیق آنرا افراز نمود۔) یہ امر بھی ہندوؤں کو گران ہوا۔ پھر عالمگیر کا طرز حکومت عادلانہ تھا وہ اپنے بیٹوں کی بھی بے جا رعایت نہ کرتا تھا۔ اور ہندو سردار بے جا حکومت اور خلاف ورزیٔ قوانین کے عادی تھے وہ اس مساوات کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ غرض ان وجوہ سے ایک گروہ ہندوؤں میں ضرور ایسا پیدا ہو گیا تھا جو عالمگیر سے کبیدہ تھا۔ باقی اکثر راجپوت اس کے آخر دم تک ساتھ رہے چنانچہ دکن کی آخری مہم میں راجپوتوں نے بڑی جانبازی سے کام کیا۔ اس کے متعلق روایت پیشتر نقل کی جا چکی ہے۔ علاوہ ازین کچھ اسباب ہوں یا نہ ہوں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں نے ہمیشہ سرکشی کی ہے۔ جب یہ وسط ایشیا سے آئے تو ہندوستان کے قدیمی باشندوں نے ان سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ لیکن انہوں نے قابو پا کر اُن کو برباد کیا۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ آریوں نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قوموں کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر کے آئے: وقت بہت ملک غیر آباد تھا۔ اس لئے انارِیہ اقوام اُن کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے۔ چنانچہ اس خیال سے انہوں نے انارِیہ اقوام کو زیر کرنا شروع کیا۔ (واقعات ہند صفحہ ۲۳) بودھوں نے انکا اکرام کیا انہوں نے ان کو برباد کیا۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں "برہمن بودھوں کے عروج کے زمانہ میں بھی معزز تھے (تاریخ ہند) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں "جب برہمنوں کی کثرت ہوئی تو انہوں نے قدیم بودھوں کو

ہندوستان سے نکال دیا۔ (تاریخ ہند صـ۱۸۱) مغلون نے جو اُن کے ساتھ کیا اور انہون نے جو مغلون کے ساتھ کیا۔ اوس کی داستان پچھلے اوراق میں گذر چکی۔ سیواجی جسونت سنگھ پر کیا کیا احسانات ہوئے اور انہون نے کس طرح حق نمک ادا کیا۔ تاناشاہ نے دو برہمنون کو وزیر کیا۔ اونہون نے اسکی سلطنت کی بربادی کی بنیاد اس طرح ڈالی کہ مسلمانون پر مظالم شروع کئے۔ چنانچہ خافی خان لکھتا ہے (از آنکہ ابوالحسن قطب الملک (تاناشاہ) فرمانروائے حیدرآباد بہ افعال قبیح از سپردن ملک بہ مادنا و اکنا کہ ہر دو کافر شدید العداوت بودند و سختی و ظلم زیادہ بر مسلمانان می گذشت و فسق و فجور علانیہ از رواج منکرات و لہو و لعب زیادہ بعرض (عالمگیر) رسید)۔ فرشتہ لکھتا ہے (در مساجد فرود آمدہ (ہنود) بت پرستی میکردند و ساز نواختہ سرود میگفتند) ایسا ہی ماثر الامراء میں ہے۔ پھر اس کو سیواجی اور سنبھا کی امداد پر آمادہ کیا۔ چنانچہ صاحب ماثر الامراء لکھتا ہے (پسر بادوالی حیدرآباد متفق شدہ (سیوا) قرارداد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمائیم) خافی خان لکھتا ہے۔ (وعلاوہ آن در امداد سنبھائے جہنمی دار الحربی در تاخت و تسخیر قلعہ جات و رساندن لک ہون (لاکھ اشرفی) نقد خود را (تاناشاہ) بدنام و زبان زد عالمے ساخت) ان تمام امورات کا یہ نتیجہ ہوا کہ عالمگیر کو اس سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا"۔

بعض مسلمان عالمگیر پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے دکھن کی اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا۔ چونکہ یہ اعتراض مسلمانون کا ہے اس لئے اس کا جواب اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے۔ نیز اس مسئلہ کی مفصل تحقیق علامہ شبلی نعمانی نے رسالہ (اورنگ زیب پر ایک نظر) میں خوب لکھی ہے۔ یہان بر سبیل تذکرہ اس قدر عرض کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ دکھن کی اسلامی ریاستون سے مغلون کا سلسلۂ جنگ اکبر کے زمانہ سے قائم تھا۔ عالمگیر نے کوئی نئی جنگ نہیں چھیڑی تھی۔ دکھن میں پانچ اسلامی ریاستیں تھیں۔ حیدرآباد۔ خاندیس برار۔ بے جاپور۔ احمد نگر۔ تین ریاستیں عالمگیر کی تخت نشینی سے قبل شامل سلطنت مغلیہ ہو چکی تھیں۔ صرف دو حیدرآباد اور بے جاپور باقی تھیں حیدرآباد میں مادنا اکنا نے مسلمانون پر مظالم اور مساجد کی بے حرمتی کی۔ سیوا سنبھا کو امداد دی۔ مجبور ہو کر عالمگیر نے شہزادہ معظم کے ماتحت مہم روانہ کی

شاہزادہ نے میدان جنگ میں پہنچ کر تین شرطیں پیش کیں (۱)
مادنا اکنا کو برخاست کیا جائے۔ (۲) شاہی علاقہ یعنی پرگنات بیرم
وغیرہ پر جو قبضہ کر لیا گیا وہ واپس کئے جائیں۔ (۳) بقایا خراج
سابقہ ادا کیا جائے۔ لیکن تاناشاہ نے ان شرائط کو منظور نہ کیا مجبوراً
شاہزادہ کو اوس کی سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا۔

سکندر شاہ والیٔ بیجاپور نے سیواجی کو مدد دینی شروع کی عالمگیر نے
پہلے مرتبہ تنبیہ کیا۔ جب وہ باز نہ آیا تو بیجاپور کو فتح کر کے شامل سلطنت
کیا۔ سیاکہ خافی خان لکھتا ہے (چون از فساد و نفاق بے جاپوری یعنی سکندر
والیٔ آنجا کہ وارث ملک ہم بود معہذا با غنیم رفاقت می نمود۔ متواتر بعرض
رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تنبیہ و وعدہ و وعید صادر گردید فائدہ
نبخشید)" مسلمانو غور کرو اگر عالمگیر دکن کا الحاق نہ کرتا تو آج دکن یا
"تو مرہٹوں کا ہوتا یا انگریزوں کا"

سلطان حیدر علی و ٹیپو نے ہندوؤں کو وزیر و مشیر بنایا۔ ان مشیروں نے آخر وقت پر اون کا
ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ تاریخ ہند میں ہے۔ حیدر علی کی ناکامیابی کی وجہ اوس کے دوستوں
کی دغابازی تھی۔ صفحہ ۹۲۔ ٹیپو کے دوستوں نے بھی انکا ساتھ نہ دیا صفحہ ۱۰۱۔ منشی دیبی لال الکم
لکھتے ہیں صرف ایک ہندو برہمن جسکا نام پورنیا تھا اس کے اندرونی راز سے واقف تھا۔
(سوانح عمری ٹیپو) یہی پورنیا ٹیپو کی بربادی کا باعث ہوا۔ چنانچہ جب ٹیپو کا ملک انگریزوں
نے فتح کر کے راجہ کے حوالے کیا تو بصلۂ خیرخواہی اسی پورنیا کو وزیر بنایا گیا انگریزوں
نے بھی کثرت شمار سے متاثر ہو کر بہت کچھ ہندو نوازی کی۔ لیکن انگریزوں کے نکالنے
کا خیال بھی سب سے پہلے ہندوؤں ہی کو پیدا ہوا۔ آج انگریزوں کے خلاف جو ملک میں
ایک ہیجان عظیم بپا ہے اوس کے بانی اور علمبردار ہندو ہی ہیں بس ہندوؤں کی بغاوت
و سرکشی کا الزام کسی پر رکھنا تاریخی مشاہدات کے خلاف ہے۔

اورنگ زیب کی ہندو مذہب میں مداخلت

ہندؤن کو یہ بھی شکایت ہے کہ اورنگ زیب نے اُن کے مذہب میں دست اندازی کی۔ یہ امر بے اصل نہیں مگر تنکے کا شہتیر بنایا گیا ہے۔ عالمگیر نے ظالمانہ اور غیر مہذب افعال کو روکا۔ ستی کو جبراً روکا۔ اور یہ مذہب ہنود کا خاص مسئلہ اور ان کے بزرگون کا مقبول شعار تھا آج ہند عقلی علوم کی روشنی سے چکاچوندہ ہو کر بہ تقلید موجد جدید مذہب (آریہ دھرم) پنڈت دیانند اس کو عوام کا شعار کہتے ہیں۔

پنڈت دیانند نے علوم عقلی اور دیگر مذاہب مروجہ بالخصوص اسلام کے بہترین اصول کو دیکھ کر ہندو مذہب اور وید کو اپنے عقلی سانچہ میں ڈھالا۔ اور اپنے اکابر کے عقائد و شعار کی تغلیط کی۔ دیانند کے متعلق یہی فتوئے علمائے ہنود کا ہے۔ دیانند نے جب اپنی تفسیر وید پنجاب گورنمنٹ کو محکمۂ تعلیم کے کورس میں داخل کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اور پنجاب گورنمنٹ نے اسپرسینٹ سے رائے طلب کی تو پنڈت گرپرشاد ہیڈ پنڈت اورنٹیل کالج لاہور پنڈت رکھی کشن سکینڈ ٹیچر اورنٹیل کالج لاہور۔ مسٹر ٹانی۔ ایم۔ اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ و مسٹر گرنفتہ ایم۔ اے مترجم ہر چہار وید اینڈ پرنسپل ہندو کالج بنارس نے بالاتفاق یہ رائے ظاہر کی تھی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ ویدونکا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے نئے وید بنائے۔ اسیطرح پنڈت مہا اپادھیا مہیش چندر رتنا سی آئی ای۔ پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ و پنڈت نوین چندرائے فاضل سنسکرت فیلو پنجاب یونیورسٹی پرنسپل کالج لاہور و پنڈت شن شنکر ایم۔ اے فاضل سنسکرت بمبئی پریسیڈنسی و سابق اورنٹیل ٹرانسلر گورنمنٹ مترجم رگوید نے اس ہی قسم کی رائے ظاہر کی (آریہ مذہب کا آئینہ) بھاگ کا خود پسند

ترجمہ بناکر اس سے ریل۔ تار۔ جہاز۔ توپ۔ بندوق وغیرہ ثابت کردئے
(آئینہ افعال دیانند)"

لیکن درحقیقت یہ اون کے مقدسین کا شعار اور اون کے مذہب کا خاص مسئلہ ہے پنڈت لیکھرام لکھتے ہیں۔ بیوہ ہو جانے کی حالت میں ہندو عورت کے واسطے پورانون میں دو ہی علاج لکھے ہیں۔ ستی ہو جانا یا تمام عمر ماتمی لباس پہن کر بیوہ بیٹھے رہنا (کلیات آریہ مسافر) مہابھارت کے شروع کے زمانہ میں بھی ستی کا رواج تھا مادری اپنے پتی پانڈو کے ساتھ چتا پر چڑھی (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند) سر مہاراجہ کشن پرشاد رقمطراز ہیں: خصوص قوم ہنود کی مستورات نے اپنے شوہرون کے بعد اپنی جانون کو ایثار کرکے پتی ورت دھرم کیا شئی ہے اس کو ثابت کردیا۔ (ہندو اخبار دکن پنج جنوری سنہ ۱۹۲۹ء) لالہ ہنسا رام ایم۔ اے لکھتے ہیں جب تنجور کا راجہ سنہ ۱۸۰۱ء میں مرا تو اوس کی رانیاں ستی ہوئیں اور اون کی راکھ چاولون میں ملاکر برہمنون نے کھائی تاکہ رانیون کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (اخبار الامان دہلی مئی سنہ ۱۹۲۹ء بحوالہٗ اخبار کانگریس دہلی) راجہ اجیت سنگھ مارواڑی کی وفات پر اوس کی چوراسی رانیان ستی ہوئیں (واقعات ہند) مارکو پولو سنہ ۱۲۹۰ء میں ہندوستان آیا وہ اپنے سفرنامہ میں ملابار کے متعلق لکھتا ہے کہ وہان رسم ستی کا کثرت سے رواج ہے۔ عرب سیاح البیرونی سنہ ۱۰۳۰ء میں ہندوستان کا سفر کیا وہ لکھتا ہے کہ رسم ستی کثرت سے رائج ہے۔ پرتگیز جنرل البوقرق نے سنہ ۱۵۱۰ء میں جزیرہ گوا فتح کرکے ستی کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں لارڈ ولیم بنٹنگ کے عہد میں ستی کی ممانعت کا قانون پیش ہوا تو ہندوؤن نے پارلیمنٹ میں درخواست کی کہ یہ قانون واپس لیا جائے لیکن یہ درخواست مسترد ہوئی" ہندو اخبار ملاپ نے ایک عورت کی نومبر سنہ ۱۹۲۹ء میں ستی دینیکا واقعہ نقل کیا ہے۔ (شریمتی میلا دیوی ستونتی دختر سردار امر سنگھ صاحب ڈاکٹر لاہور قلعہ گوجر سنگھ نے اپنے دل میں ستی ہونیکا خیال کرکے کاغذ قلم دوات لیکر شاستری ان زمانۂ سلف کے نصیحت آمیز بھجن اور ستی عورتون اور بڑے بڑے تپسیون کے بلیدان وغیرہ کا زمانہ لکھکر (آگے لکھتے ہیں) دروازہ کھولا دیکھا تو ستونتی جلی ہوئی پڑی ہے۔ مگر ابھی زندہ ہے۔ منہ سے پیاری پتی تیری شرن ایشور مہاراج تیری شرن سمرن کررہی ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) آگ لگانے سے پہلے شہر کی عورتون نے ستونتی کے درشن کرنیکی ابھلاشا ظاہر کی۔ اون کی خواہش پوری کی گئی درشن کرایا گیا۔ (۲۹ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء)

عالمگیر نے قمار بازی کو ممنوع قرار دیا۔ یہ بھی ہندوؤن کا مذہبی شعار تھا۔ چنانچہ رگوید میں ہے بڑے بڑے قمار بازون کے کھیل جب ہوا دار اور کشادہ مقام پر ڈالے جاتے ہیں تو میں مست ہو جاتا ہون۔ جسطرح جو رس پینے سے مجھے مزا آتا ہے اسی طرح پانسے مجھے شایق بناتے ہیں۔ (منڈل ۱۰۔ سوکت ۳۴۔ منتر ۱) یہ متبرک اور مذہبی شعار ہونے ہی کا باعث تھا کہ بزرگان ہنود قمار کھیلتے تھے اور اس کے داؤن پر جورؤن کو بھی لگا دیتے تھے (کورؤن کے چچا سکنی نے یہ مشورہ دیا کہ جدہشٹر کو چوسر کھیلنے کے لئے بلانا چاہئے وہ چھتری ہے جنگ یا قمار بازی کی درخواست نامنظور نہیں کرسکتا۔ (رہنمایان ہند) سکنی نے کہا جدہشٹر ابکی بار اپنی جورو دروپدی کو داؤن پر لگا دو (رہنمایان ہند) جو عورتین جوے اور کشتیون میں ہار دیجاتی تھیں اونہیں سارے گھر کا کام کاج ماما اصیلون کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا۔ (دلگیر صاحب) آریہ غالباً زمانہ دون سے جوا کھیلتے تھے۔ پراچین بھارت ورش میں جوا کھیلنے کا مرض عام تھا (تاریخ ہند لاجپت رائے)۔ اس زمانہ میں بھی دیوالی وغیرہ تہوارون اور بعض میلون میں قمار بازی کثرت سے ہوتی ہے اور اس سے سال بھر کے لئے نیک شگون لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اخبار الخلیل راوی ہے مانکپور میں کاتکی پورنماشی کو دیوی درشن اور گنگا اشنان کا میلہ لگا کرتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح امسال بھی میلے میں خاص چہل پہل رہی۔ ہزارون لاکھون کی تعداد میں یاتری دور دور سے آئے تھے۔ انتظامات نہایت اعلیٰ تھے۔ قمار بازی کا بھی زور تھا پتہ باز بھی موجود تھے۔ ایک ٹھاکر صاحب اپنی عورت کو بھی ہار گئے اور قمار باز اس کو لیکر چمپت ہو گئے (دسمبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے دختر کشی کو ممنوع قرار دیا لڑکی کا زندہ رکھنا ہندوؤن میں موجب عار تھا۔ اور لڑکی دیوی دیوتاؤن کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں دختر کشی عام طور پر رائج تھی اور اوس کو باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ (واقعات ہند) منشی منوہر لال لکھتے ہیں۔ اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا۔ اس میں ایک مورتی تھی جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے انسانی بھینٹ اور قربانی کو جو ہندو مذہب کا خاص مسئلہ ہے روکا اس مسئلہ پر ان کی مقدس ہستیون نے نہایت استحکام سے عملدرآمد کیا ہے۔ (راجہ ہریشچندر نے نیت کی کہ اگر میرے بیٹا ہو تو اوس کو قربان کرونگا۔ جب لڑکا ہوا راجہ کا جی نہ چاہا کہ اوسکو

قربان کرے۔ وہ وقت ٹالتا رہا لڑکا بڑا ہو گیا۔ جب اوسکو یہ معلوم ہوا وہ یہ خیال کر کے
کہیں مجھہ کو قربان نہ کریں بھاگ گیا اور اپنے بدلے ایک برہمن کا لڑکا خرید کر بھیجدیا راجہ نے
اوسکی قربانی کی اور قربانی میں بڑے بڑے برہمن رشی شریک تھے جیسے وشسٹہ جی مہاراج ۔
وشوامتر جاد گنی ریسہ رسن (بھاگوت پران) ہندوستان میں زمانہ قدیم میں انسانی قربانی کا
بھی رواج تھا (واقعات ہند) مسٹر ڈیٹی لال نگم لکھتے ہیں" اب کلاوی میسور کے شمال مغرب میں
ایک چھوٹا سا گاؤن ہے اوس میں دو بھائی رہتے تھے جنکے سنہ ۱۸۶۵ء میں ایک خزانہ ہاتھ آیا۔
انہون نے اوسوقت کی وحشیانہ رسمیات کے موافق ایک آدمی کی قربانی چڑھائی (سوانح عمری
حیدر علی) باوجودیکہ صدہا سال سے اس قسم کے رسومات کا انسداد ہو رہا۔ لیکن ہندؤن میں
ابتک یہ رسمین جاری ہیں اب بھی سال بھر میں دو چار خبرین ایسی ملجاتی ہیں اور کوئی نہ کوئی
دہرم کا دلدادہ ان پر عملدرآمد کر گزرتا ہے۔ اخبار الامان راوی ہے۔ سلچار ملک آسام میں ایک
ہندو نے خواب میں دیکھا کہ کالی دیوی اُس سے اس کے باپ کی بھینٹ چاہتی ہے اس لئے
اُس نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ عدالت ججی نے اوس کو عبور دریائے شور کی سزا دی۔ (مئی ۱۹۲۶ء)
وہ (ایک ہندو) قلعہ کے متصل جمنا کے راستہ میں (دہلی) ایک سادھو کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں
آپکو بھینٹ چڑھانا چاہتا ہوں۔ اوس نے انکار کیا۔ یہ واپس چلا گیا۔ عرصہ کے بعد پھر آیا
اور سادھو کو پتھر والے کنوین میں پھینک دیا۔ اور کالی دیوی کی جے پکار کر کہا یہ تیری بھینٹ
ہے۔ (الامان جون سنہ ۱۹۲۶ء) کالی دیوی پر کشور گنج سے تین میل فاصلہ پر اماوس کے دن
ایک گاؤن میں ایک بارہ سالہ لڑکے کی بھینٹ چڑھائی گئی (الامان مئی سنہ ۱۹۲۵ء) مدورا
میں ایک عورت نے دیوی پر اپنے کو جلا کر بھینٹ چڑھایا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اُس کے
لاش کے پاس مٹی کے تیل کا ٹین رکھا تھا اور ایک خط جو اُسنے اپنے بیٹے کے نام (جس کی آنکھ
چیچک میں جاتی رہی تھی) اس میں لکھا تھا کہ مین اپنی جان کی قربانی رینو دیوی کو دیتی ہوں
تاکہ وہ تمھاری کھوئی ہوئی بینائی روشن کر دے (اخبار خلافت بمبئی جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)"
ایروڈ (علاقہ مدراس کے گاؤن) میں ایک بت پرست نے ایک نائی کے پنج سالہ لڑکے کو بت
کے سامنے بطور نذر ذبح کیا۔ (الجمعیتہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)
عالمگیر نے مسکرات وغیرہ کی جو ہندو درویشون کا خاص شغل ہے ممانعت کی اوس
کے فرمان کی عبارت ہے (اصلاً و قطعاً بنگ نکارند) دوسرے فرمان کی عبارت ہے (خلایق را

از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و بنگ بوزہ و سایٔر مسکرات و مباشرت فواحش و زانیات حتی المقدور از قبایح اعمال و شنایع افعال باز دارد)

منشی تلسی رام لکھتے ہیں "اکبر نے ستی کے انسداد میں احکام جاری کئے مگر وہ لفظوں سے آگے نہ بڑھے عالمگیر نے اوس کو روکا۔ اور قمار بازی و دختر کشی کا بھی انسداد کیا وہ ایسے سفاکانہ اوباشانہ افعال سے سخت نفرت کرتا تھا (واقعات ہند) مہتہ جیموتی جی۔ بی۔ اے وکیل لکھتے ہیں اورنگ زیب نے اپنے عہد میں ستی۔ قمار بازی۔ نشہ بازی کو بند کیا۔ قحط کے موقعون پر رعایا کی دستگیری کی۔ محکمۂ مال کا انتظام دیوان رگھوناتھ کھتری کے سپرد تھا (الامان مارچ ۱۹۲۶ء)

الغرض اورنگ زیب نے ان رسوماتِ قبیحہ و افعال شنیعہ کو سختی سے روکا جو ہر انسان اور ہر حاکم کا فرض تھا۔ چونکہ ہندو مذہب میں یہ رسومات داخل تھیں اس لئے یہ اوس کی ہندو مذہب میں صریح مداخلت تھی جس کو ہندؤن خاص کر برہمنون نے چونکہ ان رسومات کے انسداد سے ان کی کساد بازاری ہوئی اچھی نظرون سے نہ دیکھا۔

آخر میں اس قدر عرض کرنا اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہندو اور یوروپین معترض عالمگیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "وہ پکا مسلمان تھا۔ اور جو کچھ کرتا تھا وہ مذہبی جوش سے کرتا تھا" اس قول کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس کے وہ افعال و احکام شریعت کے تحت میں ہونگے۔ پس اوہ واقعات جو اسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اون کو مسائل شریعت کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے اگر وہ موافق شریعت ہیں تو ضرور اورنگ زیب کا فعل ہے اور اگر خلاف شریعت ہیں تو متعصبون کی اِفترا پردازی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے ہندؤن کو جبراً مسلمان بنایا۔ لیکن جبراً مسلمان بنانیکا شریعتِ اسلام میں کہیں حکم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے مندر ڈھائے اور ہندؤن کو ستایا۔ رسولِ مقبولؐ نے ذمی غیر مسلمون کے معبد ڈھانے والے۔ اور ان کے ظلم کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ پس یہ افعال ہرگز اورنگ زیب سے سرزد نہیں ہوئے۔ اور ان امورات کے متعلق پیشیر اوس کا ایک فرمان بھی نقل کیا جا چکا ہے "

نمبران (۷ و ۸) کے جوابات بابِ سوم میں۔ اور نمبر (۹) کا جواب بابِ دوم میں لکھا جائے گا۔

اورنگ زیب کی رواداری

یہان تک جسقدر مضامین لکھے گئے ہیں اون سے عالمگیر کی عدالت وروا داری اچھی طرح ثابت ہوگئی۔ لیکن اس عنوان خاص کے تحت میں بھی چند محققین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ کپتان ہملٹن جو اورنگ زیب کے زمانہ میں بطور سیاحت آیا تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ہندون کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جب کہ بادشاہت خود ہندون کی تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) پارسی بھی اپنے مذہبی رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیون کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرین۔ (آگے شہر سورت کے حال میں لکھتے ہیں)۔ اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات اور طریقہ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے معبود کی پرستش کرے (سفرنامہ) ڈاکٹر جمیلی کریری اٹالین سیاح (اورنگ زیب کے زمانہ میں بادشاہ سے ملاقات کی) رقمطراز ہے اورنگ زیب کی فوج کے عیسائی افسرون نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔ اور انہون نے کہا کہ اس بادشاہ کی ملازمت اک طرح کی مسرت ہے۔ اون کے مذہب میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی جاتی۔ فوج میں رومن کیتھلک والوں کا ایک گرجا تھا جس میں دو پادری مذہبی خدمت انجام دیتے تھے۔ (سفرنامہ) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں عالمگیر نے اپنی رعایا کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ علی الاعلان اپنے مذہب کے موافق اپنے معبودون کی پرستش اور اپنے معبدون کو آباد کرین (واقعات ہند)

سلطان حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان حیدر علی مرحوم پر تین اعتراض ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ مجہول النسب تھا۔ (۲) اوس نے سلطنت غصب کی۔ (۳) متعصب تھا۔

سلطنت کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب تخت نجیب الطرفین ہی ہو اس کے متعلق سلطان سبکتگین کے بیان میں بحث کی جا چکی ہے۔

سلطان حیدر علی مرحوم کا نسب نامہ

حیدر علی بن شیخ فتح محمد بن علامہ محمد علی بن ولی محمد بن حسن بن ابراہیم ملک التجار بن الغنی بن محمد بن شیخ احمد شہید وزیر یمن بن محمد بن حسن بن یحییٰ شریف مکہ معظمہ المتوفی سنہ ۸۹۵ ہجری۔ حسن بن یحییٰ کے بعد عہدۂ شرافت مکہ معظمہ داؤد پادشاہ گورنر ترکی نے سید عبد الملک کو عطا کیا اس لئے احمد شکستہ خاطر ہو کر یمن کو نقل سکونت کر گئے اور سلطان یمن کے وزیر ہو گئے۔ سلطان نے ان سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ ہندوستان میں اوّل حسن بن ابراہیم آئے۔ اور مشہور خاندانِ سادات متولی درگاہ خواجۂ اجمیری کی دختر سے نکاح کیا۔ علامہ محمد علی سے سید معصوم شاہ سجادہ نشین گلبرگہ نے اپنی دختر کا نکاح کیا۔ حیدر علی کی بیوی ٹیپو سلطان کی والدہ فاطمہ عرف فخر النساء میر معین الدین گورنر اکدپا کی دختر تھی۔ لارڈ ویلنشیا نے بھی اپنی تحقیقات میں لکھا ہے کہ سلطان ٹیپو صحیح النسل عرب تھا۔

نمبر (۲)

ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ میں اکثر سلطنتیں جبر و غصب ہی سے ملتی آئی ہیں سلطنت کے معاملہ میں یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ رچرڈ دویم کو اس کے چچازاد بھائی ہنری چہارم نے تخت سے بیدخل کر کے اپنا قبضہ جمایا۔ ایڈورڈ پنجم کو اس کے چچا ڈیوک آف گلوکسٹر نے بیدخل کر کے قبضہ کر لیا۔ (تاریخ یورپ) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ آخری بادشاہ نند دوسری پیڑہی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے۔ جسنے وقت کی رانی سے یاری کر کے تخت و تاج غصب کر لیا تھا (تاریخ ہند) سندہ کے راجہ ساہسی کے میر منشی رام کے پاس ایک نوجوان پنڈت چچ بن سیلایچ تھا جس کو چاروں ویدوں پر عبور تھا جب رام مرگیا تو چچ اسکا قایم مقام ہوا راجہ کی بیوی سیہ دیوی کی چچ سے دوستی ہو گئی۔ اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ راجہ ساہسی دفعتہً مرگیا۔ سیہ دیوی نے راجہ کے تمام اہل خاندان کو ایک مکان میں بندکر کے قتل کرا دیا۔ اور چچ کو تخت نشین کر کے اوس سے شادی کر لی۔ اس چچ کے ایک بیٹا داہر اور ایک بیٹی مائی نام تھے۔ اور دوسرا بیٹا دہرسیہ تھا۔ داہر نے اپنی بہن مائی سے شادی کر لی۔ اس سے راجہ کے ایک بیٹا ہوا جسکا نام جے سیہ تھا (ماخوذ از چچ نامہ و تاریخ سندھ معصومی و واقعات ہند تلسی رام) راجہ کیدرراج کے سپہ سالار جے چند نے تخت پر قبضہ کر لیا (تاریخ ہند)

سلطان حیدر علی مرحوم کے واقعات

ریاست میسور میں حیدر علی چھوٹی خدمت سے ترقی کرتے ہوئے فوج کا ذی اقتدار افسر بن گیا تھا۔ نندراج وزیر میسور نے راجہ میسور کو بے اختیار کر دیا اور تکلیفیں دین تو راجہ اور رانیوں نے حیدر علی سے مدد کی درخواست کی۔ حیدر علی نے اپنے زور قوت سے نندراج کو برطرف کر کے راجہ کو اس کے پنجہ ستم سے رہائی دلائی۔ راجہ نے حیدر علی کو سپہ سالار اعظم کر دیا۔ حیدر علی کی سفارش سے نندراج کی جگہ کھانڈے راؤ وزیر بنایا گیا۔ حیدر علی نے راج کی خدمات وفاداری

اور جان نثاری سے ادا کیں۔ ریاست کو مرہٹوں کی دست برد سے محفوظ رکھا خود سر زمینداروں کو مطیع کیا۔ ان تمام واقعات سے حیدر علی کا اثر و اقتدار بڑھ گیا اور راجہ و رانیاں سب اسکی ممنون احسان ہوگئے۔ اور ہر بات میں اسکا کہنا چلنے لگا۔ کھانڈے راؤ کو یہ گوارا نہ ہوا اس نے راجہ اور رانیوں کو حیدر علی کی طرف سے بھڑکانا شروع کیا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ قرار پایا کہ مرہٹوں سے مدد لیکر حیدر علی کا استیصال کیا جائے۔ حیدر علی کو جب یہ بات معلوم ہوئی اور اس نے دیکھا کہ اس کی جان اور عزت خطرے میں ہے تو اس نے نہایت عجلت کے ساتھ کھانڈے راؤ کا قلع قمع کر کے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور راجہ کو آرام و عیش کے لئے مناسب اعزاز و دولت کے ساتھ چھوڑ دیا۔ (واقعات ہند)

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے خیر خواہی و جان نثاری کی۔ راجہ اوس کی عزت و جان کا گاہک ہوگیا۔ مجبوراً اس نے ریاست پر قبضہ کیا۔ مگر راجہ کی نہ توہین کی نہ اسکو تکلیف دی۔ مسٹر ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں۔ میسور کے نابالغ راجہ کرشن راج کو ننجراج کی سرپرستی میں سخت تکلیف پہنچی۔ اور بیوہ رانی نے اس بات کی کوشش کی کہ ننجراج کی غلامی سے نکلنے کیلئے حیدر علی سے سانٹھ گانٹھ کر لیجائے۔ (سوانح عمری حیدر علی)

نمبر (۳)

حیدر علی نے نہ کوئی مندر ڈھایا نہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا۔ نہ ہندوؤں پر ظلم و ستم کیا بلکہ وہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا (واقعات ہند) حیدر علی صرف بہادر سپاہی ہی نہ تھا بلکہ سلطنت کے کام میں بخوبی ماہر تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام برہمن کرتے تھے اور وہ ان پر اعتماد کرتا تھا۔ اس میں تعصب کی بو بھی نہ تھی وہ آدمیوں کی قابلیت دیکھ کر اونہیں نوکری دیتا تھا۔ ہندو مسلمانوں میں تمیز نہ کرتا تھا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) حیدر علی نے ایک برہمن کو کورگ کی مالگذاری وصول کرنے پر مامور کیا۔ (ص۳۲) شاما برہمن کو بتا ئیدار کیا (ص۴۷) اگرچہ کھانڈے راؤ کے ساتھ پالا پڑنے سے اوس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ برہمن دغاباز ہوتے ہیں۔ پھر بھی اوسکو مالگذاری کا انتظام اس ناقابل اور غیر معتبر قوم کے سپرد کرنا پڑا (ص۵۷)

یہان سے مہاجی سینھاجی کے برتاؤ اور اقوال پر جو انھون نے برہمنون سے کیا اور برہمنون کے متعلق کہا نظر کرکے اس ہندو فاضل کے قول کو دیکھنا چاہیئے۔ اور سلطان حیدر علی کی عالی ظرفی کا خیال کرنا چاہیئے۔

حیدر علی میں تعصب نام کو بھی نہ تھا (صفحہ ۵۴ سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈپٹی لال نگم) پورنیا اور کرشن راؤ حیدر علی کے وزیر تھے (سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈپٹی لال نگم) مخالف حیدر علی میں چاہے جتنے نقص بتائیں اور اس کے سبب جو چاہیں سو من گھڑت باتین بنائیں لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ بہت سے اوصاف کا مجموعہ معلوم ہوگا۔ (سوانح عمری حیدر علی مصنفہ ڈپٹی لال نگم صفحہ ۵۶) حیدر علی نہ کٹر بے رحم نہ ظالم بادشاہ تھا اپنی سلطنت میں شراب کی خرید و فروخت بند کردی تھی۔ اوسکا وزیر پورنیا نام ایک برہمن تھا (دبیران تاریخ ہند)

ابو الفتح سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ

درمیان کارزار کفر و دین ✣ ترکش ما را خدنگ آخرین

سلطان شہید پر تین اعتراض ہیں (نمبر ۱) یہ کہ وہ متعصب تھا۔ (نمبر ۲) اوسنے ہندوؤن کو جبراً مسلمان بنایا۔ (نمبر ۳) مندر منہدم کیئے۔

نمبر (۱)

ٹیپو بھی اپنے باپ کی طرح بہادر اور غیر متعصب تھا وہ ہندوؤن کی دلداری کیلئے کوشش کرتا تھا۔ مگر اصلاحی معاملات میں نہایت سخت تھا وہ بر وقت رواج اصلاح سخت دھمکیاں دیتا تھا (واقعات ہند) پورنیا برہمن حیدر علی و ٹیپو کے زمانہ میں وزیر تھا (تاریخ ہند الشیوری پرشاد) جن افسرونکا مجمع اوس کے گرد رہتا تھا ان میں سے ایسے افسر

بہت کم تھے جن پر اوس کو کلی اعتماد تھا۔ صرف ایک ہندو جس کا نام پورنیا برہمن تھا اوس کے اندرونی بارے میں واقف تھا (سوانح عمری ٹیپو مصنفہ ڈپٹی لال) ٹیپو نے صلح کی شرطیں پیش کیں (انگریزوں سے) اور ایک برہمن کو بھیجا (سوانح عمری ٹیپو)۔ ایک برہمن پورنیا اوس کی گفتگو میں شریک ہوا کرتا تھا۔ سلطان کو اپنے اور افسروں پر بہت کم اعتبار تھا (لیون بی بورنگ) سرنگپٹن اور بنگلور کے قلعدار کھانڈے راؤ اور کشن راؤ تھے (واقعات ہند)

نمبر (۲)

ٹیپو نے کبھی کسی کو اس لیے نہیں ستایا کہ وہ اپنا مذہب بدل ڈالے (واقعات ہند)

جن خاندانوں کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے بجبر مسلمان کیا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اُن کے زمانہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے" (پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ) یہ معاملہ کہ ٹیپو نے کچھ لوگوں کو بجبر مسلمان کیا صرف اسقدر صحیح ہے کہ پرتگیزوں نے بجبر کثیر التعداد مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا تھا۔ جب ٹیپو اس ملک کا مالک ہوا تو اون کو بلایا وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گئے اور اونکا نام محمدی قرار پایا۔ چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں چونکہ اسلام کا شیدائی اور مذہب کا پکا تھا وہ ساحل کے تیس ہزار عیسائی باشندوں کو مسلمان بنانیکی غرض سے اپنے ساتھ میسور لے آیا۔ اصل بات یہ ہوئی کہ پرتگیزوں نے تجارت کے بہانے سے مغربی ساحل پر بستیاں آباد کر لی تھیں اور انہوں نے مسلمانوں کو مذہبی تلقین کرنے اور رواج دینے سے روک دیا تھا۔ اور ہندوں کو اپنے علاقہ سے جلا وطن کر دیا اسلئے بعد میں جو لوگ رہگئے اون کو عیسائی بنا لیا۔ (سوانح عمری ٹیپو) اس نے حکم دیا کہ تمام عیسائیوں کے مکانات شمار کرو۔ اور پھر اپنے معتبر افسروں کے ہمراہ سپاہی بھیجے جنہوں نے صبح کی نماز ادا کرنیکے بعد ساٹھ ہزار مرد عورتوں کو ساتھ لیا اور درگاہ عالی میں لا کھڑا کیا ان کو دار السلطنت میں بھیجدیا اور پانچ پانچ سو مردوں کو علیحدہ علیحدہ سے بنا کر مسلمان کیا گیا اس کے بعد افسران نے ان کو قلعوں کی حفاظت کے لئے بھیجدیا۔ جب یہ لوگ مذہب اسلام سے مشرف ہوئے تو انکا لقب احمدی قرار پایا اور اوسی وقت یہ فقرہ زبان زد خلائق تھا کہ خدا مذہب احمدیہ کا نگہبان اور محافظ ہے (سوانح عمری ٹیپو) پرتگیزوں نے جن مسلمان خاندانوں

کو بجبر عیسائی بنایا تھا ٹیپو کے حکم سے وہ بخوشی مذہب اسلام میں لوٹ آئے (واقعات ہند) مہاتما گاندھی کے چیلے
دالجی گووند جی پسائی لکھتے ہیں کہ میسور کا بادشاہ فتح علی ٹیپو سلطان اجنبی مؤرخوں کی نگاہ میں تو وہ
متعصب مسلمان تھا جسنے اپنی ہندو رعایا کو بجبر مسلمان بنایا لیکن یہ سب جھوٹ ہے بلکہ حقیقت
یہ ہے کہ ہندوؤں سے اوس کے تعلقات بہت دوستانہ رہے (آگے لکھتے ہیں) اس عظیم المرتبت
سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا جسنے نہایت شرم سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس فدائے آزادی
کو دغا دیکر دشمنوں کے ہاتھ میں دیدیا (آگے لکھتے ہیں) ٹیپو نے ہندو مندروں کے لئے نہایت
فیاضی سے جائدادیں وقف کیں اور خود ٹیپو سلطان کے محلات کے گرد و پیش شری ونکٹا رمنا
شری نواس و شری رنگھناتھ کے مندروں کی موجودگی سلطان کی وسیع النظری اور رواداری
کا ثبوت ہیں (ینگ انڈیا۔) الکشافہ فروری ۱۹۳۲ء

نمبر (۳)

ٹیپو نے کسی مندر کی توہین نہیں کی بلکہ وشنو کے مندر کو جاگیر دی (واقعات ہند)
ہندو فاضل مسٹر شرا لکھتے ہیں سرنگا پٹم میں جو ٹیپو سلطان کا پایہ تخت تھا محلات شاہی کے
کھنڈروں کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری
مٹھ ہندو پجاریوں اور دیارتھیوں کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت
کے وقت اس مٹھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی
کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن ٹیپو سلطان کی طرف سے بطور ہدیہ
مندر کو دئے گئے۔ (اخبار کرم ویر) ۔ اگر ٹیپو سلطان مندروں کو ڈھاتا تو سب سے پہلے
اس وشنو کے مندر کو منہدم کرتا کیونکہ یہ اوس کے محل کے قریب ہے۔ ڈپٹی لال نگم لکھتے
ہیں وشنو جی کا پرانا مندر مسلمان سلطان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو تمسخر کی نگاہ سے
دیکھ رہا ہے (سوانح عمری ٹیپو) سرنگا پٹم میں وشنو کا مندر اب بھی مسلمان غاصب
بادشاہ کے ایوان کو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ (لیون بی بورنگ۔)

سلطان ٹیپو کے متعلق محققین کی رائیں

مورخ اسپر بہتان لگاتے ہیں اور اوس کو سنگدل ثابت کرنے کیلئے طرح طرح کی بے رحمیاں اوس کے سر تھوپتے ہیں (صـ۲۲) وہ حلیم وخوش مزاج تھا (صـ۵۸) ٹیپو ایسا باحجاب تھا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اوس نے اوس کے پاؤں کے ٹخنوں اور کلائیوں کے سوا جسم کا کوئی اور حصہ دیکھا ہو وہ جب غسل کرتا تھا تو اپنا جسم سر سے پاؤں تک چھپا لیتا تھا (صـ۵۸) ٹیپو کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ وہ نرم بچھونے کی بجائے ٹاٹ پر سویا کرتا تھا اور کھانا کھاتے ہوئے مذہبی کتابیں سُنا کرتا تھا۔ اوس کی زبان سے فحش کلمات نکلتے ہوئے کبھی نہیں سنے (صـ۵۹ سوانح عمری ٹیپو ڈپٹی لال) وہ مہذب رحمدل فیاض رعایا پرور کفایت شعار بہادر تھا۔ لیکن اسکی جنگ جویانہ خصلت سے ضرور خیال ہوتا ہے کہ یہ اوس کے ظاہری اخلاق تھے اگر وہ ہندوستان پر مسلط ہوجاتا تو ضرور غیر مسلموں پر ظلم کرتا۔ (واقعات ہند) اس مورخ کو یہ آخری فقرات کس دیوتا کی طرف سے الہام ہوئے ہونگے۔ ایسی رائے کو کوئی باعلم دانشمند تسلیم نہیں کرسکتا۔ پروفیسر جائسر لکھتا ہے میری نظروں میں ٹیپو کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ باوجود طاقت ہونیکے اس میں عفو ودرگذر کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ عورتوں سے اس کا سلوک نہایت شریفانہ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس کی پالیسی میں تعصب کو دخل نہیں تھا۔ ہندو اور مسلمان برابر تھے۔ سری نگری کا مٹھ خاص پایہ تخت میں وشنو اور سری رنگا کے مندر اسکے انصاف کے ثبوت ہیں۔ مسٹر کلیر نے لکھا ہے جبوقت انگریزی فوجیں ٹیپو کے ملک میں داخل ہوئیں تو دیکھا گیا کہ رعیت ہندو اور مسلمان نہایت خوشحال ہیں تمام ملک سرسبز ہے زراعت اچھی ہورہی ہے کل رعیت سلطان کے نام پر فدا ہے۔ انگریزی فوج کے آگے اپنی دولت لاکر رکھ دی (رعایا نے) کہ وہ سلطنت کو ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہی ہر دلعزیز تھا (تاریخ ہند) ولکس اور بورنگ نے بھی اپنی کتابوں میں سلطان کی حیاداری، علم دوستی، تہذیب ومتانت بہادری، جنگی قابلیت

اصابت رائے، سادگی، دینداری کی تعریف کی ہے۔

ہندو مذہب میں ٹیپو کی مداخلت

ٹیپو سلطان ایک اچھا مہذب نیک دل بادشاہ تھا۔ وہ مخرب اخلاق امورات کو گوارا نہ کرتا تھا۔ شراب خواری قماربازی بے پردگی وغیرہ ہندوستان میں رائج اور ہندوؤن کے مذہبی شعار تھے۔ ان امورات کو اس مجدد تہذیب نے سختی سے روکا۔ یہ امر ہندوؤن کو گران ہوا۔ چنانچہ مسٹر ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں۔ اس نے عورتون کو سر اور سینہ کھول کر ادھر ادھر پھرنے کی ممانعت کر دی ص۵۹۔ اس نے مسکرات کی بیع شرابی کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ص۵۲ اس صوبہ (کالی کٹ) کی رسوم ذمیمہ کا انسداد کیا۔ اور یہ قانون نافذ کیا کہ کوئی عورت ایک سے زیادہ خاوند نکرے ورنہ سب لوگون کو مشرف بہ اسلام ہونا پڑیگا" ص۱۱ (یہ ایک دہمکی تھی جسکا ہندو مورخ کو بھی اقرار ہے دیکھو ۱ میں واقعات ہند کا حوالہ) اوس نے اپنے آپ کو ایک دانا مصلح ثابت کیا ص۵۲) اوس نے لوگون کو راہ مستقیم پر ڈالکر صلاح و بہبودی اور آخرت میں راحت حاصل کرنیکے قابل بنا دیا۔ ص۱۱ (ٹیپو نے فرمان جاری کیا) تم لوگون میں یہ دستور ہے کہ پانچ بھائیون میں سب سے بڑا شادی کرتا ہے اور اوس کی بیوی سب بھائیون کی بیوی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس میں شبہ نہیں کہ تم سب ولدالزنا ہو۔ یہ ساتوین دفعہ ہے کہ تم نے سرکار کے ساتھ فریب کیا اور ہماری فوجون کو لوٹ لیا ہے ہمنے اب خدائے تعالیٰ کے روبرو قسم کھائی ہے کہ اگر تم پھر کبھی دغابازی یا فریب کروگے تو میں تم میں سے صرف ایک ہی شخص کو سزا نہ دونگا بلکہ تم سب کو مسلمان بناکر اس ملک سے نکالکر اور کسی ملک میں لیجاؤنگا۔ اس طریقہ سے تمہاری اولاد ولدالحلال ہوگی۔ اور پھر تمہاری قوم کا کوئی شخص گنہگار ماں کا بیٹا نہ کہلائیگا۔ ص۵۵ (اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو ایک عورت کے کئی شوہر کرنے سے روکتا تھا۔ اور ہندوؤنکا چونکہ مذہبی شعار تھا وہ باز نہ آتے تھے۔ جب نوبت انتظام کی نوبت پہنچی تو ان مذہبی رسوم کے شیدائیون نے شاہی فوج پر بار بار دست درازی کی۔ اس پر یہ دہمکی آمیز حکم جاری ہوا) (سوانح عمری ٹیپو) ایک عورت

کے کئی شوہر ہونا رگ وید سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ دہلیر صاحب لکھتے ہیں۔ ایک عورت کے متعدد شوہر کی رسم کا وجود رگ وید کے ایک بھجن میں پایا جاتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ (اے اشونون تمہارے رعنا گھوڑے دو گاڑی سنبھالے ہوئے ہیں جن کو بنظر رفتار تم نے منزل پر پہنچنے کے لئے آراستہ کیا ہے۔ اور وہ دوشیزہ لڑکی جو تمہارا انعام تھی تمہاری محبت سے آگئی۔ اور یہ کہہ کر تم سب میرے خاوند ہوا وس نے تمہارے خاندان کا اعتراف کیا) (تاریخ ہندوستان) درحقیقت اگر وید سے ایسی اجازت نہوتی تو اکابران ہنود میں درو پدی پانچون پانڈؤن کی بیوی نہ بنتی۔ اور ایسے بڑے آدمی ایسی جرأت نہ کرتے۔ (درو پدی کو پانچون پانڈون نے بیوی بنایا (تاریخ ہند) جے۔جی۔ بھٹناگر وکیل لکھتے ہیں تبت میں ایک خاندان میں صرف بڑا بھائی نکاح کرتا ہے گو دوسرے بھائی بھی شریک ہوجاتے ہیں (التحلیل مارچ ۱۹۲۷ء) راجہ نے اپنی بیٹی دریا دیوی کو اکیس خاوند کیائے (پدم پران ادھیائے ۵۹) اس قسم کے واقعات ہنود میں اس زمانہ میں بھی ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں نائرون میں یہ رسم ہے کہ ایک عورت کو اپنے خاوند کے کئی بھائیون کے ساتھ شادی کرنیکا اختیار ہے (سوانح عمری ٹیپو) رام کمار نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی ایک ساتھ دو شخصون سے کی (مہر نیمروز ۱ اکتوبر ۹۶ء) غرض اس قسم کے بے ہودہ مراسم کو ٹیپو نے روکا جسپر اکثر ہندو اس سے ناخوش ہوئے۔

خاص وجہ عداوت

سینکڑون مسلمان بادشاہ گذرے اون میں رحمدل بھی تھے سخت گیر بھی تھے لیکن ہندؤن کو صرف ان ہفت تن پاک سے عداوت وشکایت کیون ہے؟ یہ ایک سؤال ہے جو ضرور پیدا ہوسکتا ہے لیکن ماہرین سیر جانتے ہیں کہ اس شکایت کا باعث اس کے سوا کچھہ نہیں کہ پہلے اصحاب اربعہ نے تو ہندو راج کا تختہ الٹا۔ اور سلطنت اسلامیہ قایم کی۔ اور آخری اصحاب ثلثہ نے ہندو راج قایم نہ ہونے دیا۔ اور بہت سے مذہبی مراسم

کو بند کیا جسکا کسی قدر تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔

مسلمانون کے عہد حکومت کے متعلق محققین کی رائین

ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہین "مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے (الامان جون ۳۵ء) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہین اسلامی فتوحات نے مختلف ریاستون اور سلطنتون کے بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریبان رہا کرتی تھین اک شہنشاہی اتحاد قایم کردیا۔ اور لوگون کو یہ سکھایا کہ وہ ملک کے اندر ایک واحد حکمران کا اتباع کرین اس نے ہماری قومیت کے ذخیرہ مین روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ کیا۔ اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستائش ہے۔ مسلمانون کے رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤن کی عادات و رسوم کو بہت کچھ ابھارا اور جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی مین پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر ان ہی کا طفیل ہے مسلمانون نے ملک کے اندر ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے ساتھ ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے انہون نے شاندار اور خوبصورت عمارتین تعمیر کراکے ہندوستان کے فن تعمیر مین انقلاب پیدا کردیا (تاریخ ہند) مسٹر مکندی لال ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہین "ہماری نگاہ مین سب سے زیادہ اثر اسلامی حکومت کا ہندوستان کی مصوری اور فن تعمیر پر پڑا اور اس سے فائدہ ہی ہوا۔ اگر مسلمان یہان نہ آتے تو ہنر ہندی قطعاً موقوف ہو چکی تھی۔ لٹریچر کی ترقی بھی مسلمانون کے عہد مین بہت ہوئی۔ ہندی زبان کی تنظیم اسلامی عہد مین ہوئی۔ آجکل کے مغربی علماء ہندوستان کے اس زمانہ کا مقابلہ موجودہ ترقی یافتہ مہذب ممالک سے کرتے ہین۔ لیکن اگر ہم اوس وقت کے ہندوستان کا مقابلہ اُس زمانہ کے یورپ سے کرین تو پروفیسر ایشوری پرشاد کے الفاظ مین ہمین ناظرین کو یاد دلانا ہوگا کہ اوس وقت یورپ مین رومن کیتھلک لوگون نے بڑے بڑے ظلم اور سفاکیان کین۔ خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا گیا تھا۔ مگر مسلمان اس

باب میں مغربی اقوام سے کہیں اچھے تھے۔ جس وقت اسپین کے بادشاہ فلپ دوم نے اعلان کیا تھا کہ آزاد خیال لوگون پر حکومت کرنے سے نہ کرنی ہی اچھی ہے۔ جس وقت ولایت میں مہارانی التفتحہ آئرلینڈ کے رومن کیتھولک عیسائیون کو تنگ کر رہی تھی ان پر ظلم و ستم ہو رہے تھے۔ ہندوستان کے آخری زمانہ کے مصلح رامانند چتنین کبیر اور نانک جنہون نے قوم اور مذہب کی کایاپلٹ دی اس زمانہ میں ہوئے جس حکومت میں ایسے آزاد خیالات کی اشاعت اور اسکا درس دینے والے پیدا ہوں۔ اور نئے مذہب کا ظہور ہو۔ اس حکومت کو رعایا کی دکھ دینے والی۔ مذہب کی دشمن غیر مہذب اور جابر کہنا گویا واقعات تواریخ پر پردہ ڈالنا ہے۔ (از رسالہ سرسوتی) پنڈت وتستہ پرشاد بی۔اے لکھتے ہیں۔ فاتحین اس شہر (دہلی) کی ہندو آبادی کے آرام و آسایش میں بالکل مزاحم نہیں ہوئے۔ (رسالہ عبرت مارچ ۲۳ء) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان عملداری میں ہندوؤن پر بے اندازہ مذہبی ظلم ہوئے۔ گو یہ درست ہو کہ بعض مسلمان حملہ آورون نے یا بعض مسلمان حکمرانون نے ایسا کیا ہو لیکن اس کی تہہ میں مذہبی تعصب بہت کم تھا وہ ظلم و ستم زیادہ تر پولیٹیکل و اقتصادی وجوہ پر مبنی تھا۔ نادر شاہ نے جس وقت دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تو ہندو مسلمانون میں کوئی تمیز نہ تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے بھائیون اور اون کے ہمراہی مسلمانون کو اسی طرح تہ تیغ کیا جس طرح ہندوؤن کو (تاریخ ہند) مسلمانون نے ہندوستان پر صدیون حکمرانی کی اکثر اون کا طرز حکومت عادلانہ تھا۔ مذہبی آزادی اون کے عہد حکومت میں نہایت استحکام کے ساتھ قایم رہی۔ ان میں رحم دل بھی ہوئے جابر بھی ہوئے۔ لیکن رحمدل کی رحمدلی اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا جس سے مسلم اور غیر مسلم سب یکسان متاثر ہوتے تھے۔ جبراً مذہب تبدیل کرانے کو اون کے سر تھونپنا سراسر اتہام ہے ہماری موجودہ تہذیب و ترقی بہت کچھہ اُن کی مرہون منت ہے۔ (واقعات ہند) ڈاکٹر پی۔سی۔رائے نے دوران تقریر میں کہا۔ "ہمنے مسلمانون کے آنے سے بہت کچھہ فوائد حاصل کئے ہیں (ہندو اخبار پرتاب ۴ ۲ دسمبر ۲۸ء سے الامان جنوری ۳۰ء نے نقل کیا) میرے نزدیک مغلوں کی حکومت ہندوستان کے حق میں نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی (آگے لکھتے ہیں) بلا لحاظ ملت و مذہب قابلیت کی قدر کی۔ اور بڑے بڑے عہدے ہندو مسلمانونکو یکسان عطا کئے۔ اور پھر محبت و پیار خلوص و اخلاص سے اپنے دلونکو ہمیشہ معمور رکھا (آگے لکھتے ہیں) جسطرح اپنے علوم و فنون کو رواج دیا اسیطرح سنسکرت اور ہندی سے متعدد مسلمانون کو بہرہ اندوز ہونیکی تلقین کی (سالنامہ اخبار دکن پنچ حیدرآباد دکن بابت ۱۳۳۹ف مضمون از مہاراجہ سر کشن پرشاد ... یمین السلطنت)

مسٹر گرینیدر ناتھہ بنرجی بی۔اے ایک مضمون کے دوران میں لکھتے ہیں کہ سرکاری عہدون پر قابل اشخاص کو مقرر کیا جاتا تھا ذات پات مذہب اور رنگ کا کوئی امتیاز نہ تھا بعض صوبہ جات کے گورنر فوج کے سپہ سالار امراء اور درباری ہندو تھے اورنگزیب کو متعصب مسلمان کہا جاتا ہے لیکن اسکے دربار میں

مسلمان سلاطین زمانہ حال کی رواداری

امیر عبدالرحمان خان مرحوم امیر حبیب اللہ خان مرحوم امیر امان اللہ خان شاہان کابل کی رواداری ومراعات کے متعلق کابل کے ہندو اور سکھہ باشندون کے بہت سے مضامین انگریزی مسلم وغیر مسلم اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ شاہ ایران رضا خان پہلوی نے جو عنایت پارسیون پر کی ہیں اوس کی شہرت تمام اخبارات میں پھیلی ہوئی ہے مصطفے کمال پاشا کی عیسائیون اور یہودیون پر جو عنایت ہے دنیا کے جرائد اوس کے مداح ہیں

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر **عثمان علی خان** شاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کا عدل ورعایا پروری۔ رحم وکرم زبان زد خاص وعام ہے۔ قریب دو کروڑ کے جاگیرات متعلق سلطنت ہیں جن میں اکثر ہندو ہیں اور اکثر جاگیردار صاحب فوج وعدالت ہیں۔ اور راجپوتانہ کی بعض ریاستون سے آمدنی میں زیادہ ہیں۔ بعض مسلم اوقاف کے متولی ہندو ہیں۔ بعض بعض قصبات کا عہدہ قضا ہندوؤن سے متعلق ہے وہ اپنے منصبی فرائض مسلمان نائب کے ذریعہ انجام دیتے ہیں پٹیل پٹواری دیسمکھہ جو خاص عہدے ہیں ان پر نوے فیصدی ہندو مامور ہیں۔ ہائیکورٹ کے احاطہ میں تین مندر ہیں جن کی حفاظت وکفالت سلطنت کرتی ہے۔ دیگر مندرون کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ سالانہ۔ ہندو بیواؤن۔ یتامیٰ مدارس کے لئے ایک لاکھ سالانہ خزانہ سلطنت سے دیا جاتا ہے۔ ممالک محروسہ سرکار نظام میں ۳۳½ لاکھہ غیر مسلم بالغ مرد آباد ہیں ان میں سے ایک ثلث کو وظیفہ ملتا ہے۔ اسیطرح پارسیون کے آتش خانون عیسائیون کے گرجون کا سالانہ مقررہ ہے مانڈیٹر کے گرودوارہ کو جاگیر ہے سلطنت میں اس کثرت سے مدارس قائم ہیں کہ دوسری ریاستین بہ تعبہ آبادی کے تناسب سے مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ بوجہ کثرت شماران درسگاہون سے ہندو زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

لیکن اس نیک دل فیاض سلطان کو بھی بعض ہندوؤن نے "اورنگزیب ثانی" خطاب دے رکھا ہے اس خطاب کی اصل وجہ کو تو اس روشنی کے زمانہ میں زبان پر لاتے ہوئے شرماتے ہیں اسلئے دور از کار باتین بناتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہ نے ہندو مذہب میں مداخلت

مین خاص طور پر ہندو افسران کو مقرر کیا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ علی وردی خان اپنی تمام رعایا کو ایک ہی خدا کی اولاد سمجھتا تھا
نامی ایک بنگالی برہمن کو وزیر خزانہ اور کشور رائے کو نواب نے پرائیویٹ سکریٹری مقرر کیا۔ محکمہ فوج میں بھی ہندوؤن کی کمی نہ تھی۔ مرشد قلی خان کی اس پالیسی کی

کی ہے ۔ وہ کیا؟ اس کو اخبار ڈیلی کرانیکل کی زبان سے سنئے (ریاست کے قدیم رواج کے مطابق ہندو اپنی لڑکیون کو مندرون کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ اس قسم کے رواج سے جو نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ان کا بیان کرنے سے اسکا اندازہ لگانا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہر شہر میں ان مُرلیون (دیوداسیوں) کی ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی تھی۔ ہندو سوسائٹی کے دامن پر یہ ایک بے انتہا شرمناک دھبہ تھا۔ حضور نظام نے بہت جلد اس رواج کو قانوناً روک دیا (ترجمہ ڈیلی کرانیکل از الجمعیتہ ۲۹ اپریل سنہ ء) منشی مہیش پرشاد فارسی پروفیسر ہندو یونیورسٹی گزشتہ ایام گرما میں ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے سرزمین رستم و اسفندیار میں پہونچے واپس آکر آپ نے ایرانی امیرون پر ایک مضمون لکھا جس میں ایرانیون کی خوش خلقی۔ اور مذہبی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے بندر عباس کے حالات میں لکھتے ہیں۔ (اسلام یہان کا خاص مذہب ہے۔ اور مذہبی رواداری ایرانیون میں بہت ہے۔ عیسائی۔ سکھ۔ آتش پرست۔ ہندو۔ یہودی۔ ارمنی۔ سب اپنے مذہبی رسوم اطمینان و آزادی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہان ہندوؤن کے مندر اور سکھون کے گردوارے بھی کافی تعداد میں ہیں (ہندو اخبار دکن پنچ بابتہ خورداد سنہ ۱۳۳۹ ف مطابق سنہ ۱۹۳۰ء)

موجودہ ہندو ریاستوں کی مسلمانوں پر مظالم

سب سے بڑی ہندو ریاست کشمیر ہے جس میں نوّے فی صدی مسلمان آباد ہیں کوئی صاحب غیرت مہاشی بتلائیں کہ ریاست سے کتنے مسلمانون کے وظائف مقرر ہیں کسقدر مساجد و اسلامی مدارس و بیوگان و یتامیٰ کی امداد مقرر ہے۔ کشمیر کی حالت کشمیر کے وزیر سیاسیات کی زبانی سنئے۔ (اس ریاست کی آبادی ان بے شمار بدنصیب مسلمانون پر مشتمل ہے جو بالکل جاہل ہیں۔ اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور عملی حیثیت سے ان پر اس طرح حکومت کی جارہی ہے جس طرح لاٹھی سے ہانکے ہوئے جانورون پر کی جاتی ہے۔ مضمون سرالبین نبرجی وزیر سیاسیات کشمیر۔ از نظام گزٹ حیدر آباد۔ سنہ ۲۹ء) ہندو اخبار رعیت حیدر آباد نے

پنڈت پرمشورناتھ کول بیرسٹر کا مضمون متعلق رعایائے کشمیر نقل کیا ہے اس میں یہ فقرات ہیں (ہر سال موسم سرما میں مفلس و قحط زدہ کشمیری رعایا برطانوی ہند کو چلے جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور ہو جاتی ہے کہ وہاں قلیل ذرائع آمدنی پیدا کرے اور اس آمدنی سے حکومت کشمیر کے مطالبات کی تکمیل کرے (مئی سنہ ۲۹ء)۔

مہاراجگانِ الور و پٹیالہ نے اسلامی تعلیم پر ایسے قیود عائد کئے ہیں گویا مذہبی تعلیم معدوم ہو جائے۔ آجکل اخبارات میں عام طور پر ان احکامات کے متعلق احتجاج کیا جا رہا ہے۔ کئی ہندو راجاؤں نے مساجد منہدم کیں۔ اُن میں زیادہ مشہور راجگان بانسواڑہ و کشمیر و بھرت پور ہیں"

دوسرا باب

سکھوں کا بیان

چونکہ یہ بھی بڑے شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے کہ سکھوں پر مسلمانوں نے مظالم کئے اور اس معاملہ میں سلطان عالمگیر غازی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے سکھوں کے حالات میں نے مختلف کتب میں تلاش کر کے یہ باب مرتب کیا۔ زیادہ تر میرا ماخذ رائے بہادر کنہیا لال کی کتاب تاریخ پنجاب ہے۔ رائے بہادر موصوف اس کتاب کا سبب تالیف اس طرح لکھتے ہیں (یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگیاش والئی پنجاب کا حال منظوم ہو تین برس

برابر یہ کار خیر پیش نہاد خاطر رہا۔) الفاظ زیر خط سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کو سکھ قوم سے عقیدت ہے۔ اس لئے اس مصنف نے تالیف میں ضرور رعایت سے معاملات کا اظہار کیا ہوگا۔ اور امورات واقعی کو جن پر پردہ نہ ڈالا جا سکا ہوگا۔ بمجبور ظاہر کیا ہوگا۔ نیز اس کتاب میں جو واقعات مذکور ہیں اُس کی تصدیق دیگر کتب سے بھی ہوتی ہے۔ بدیں وجہ میں اس کتاب کو سکھون پر حجت سمجھتا ہون۔ میں نے اصل کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا خلاصہ دیا ہے۔ لیکن خلاصہ لکھنے میں اصل کتاب کے الفاظ کا لحاظ رکھا ہے بلکہ حتی الامکان مصنف کے اصل الفاظ نقل کئے ہیں۔ میں اوّل ان واقعات کو مختصراً لکھتا ہون جو مجھ کو مختلف کتب کے مطالعہ سے ثابت ہوئے ہیں۔

واقعات

گرو نانک ایک فقیر تھے یہ تحقیق نہیں کہ اُن کا مذہب کیا تھا۔ بعض مسلمان ان کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہندو ان کو ہندو کہتے ہیں۔ گرو نانک کے کلام میں توحید و رسالت کا اقرار قرآن مجید کی تعریف موجود ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک مسلمان درویش کے مرید تھے انہون نے فقیرانہ طرز و طریق کے سوا کسی نئے مذہب کی بنیاد قایم نہیں کی۔ وہ اور ان کے خاص اعزا مسلمانون کے نمکخوار رہتے۔ اُن کے جانشینون میں گرو ارجن کو ہندو دیوان چندو (نانک نام قوم کھتری ساکن لاہور۔ جہانگیر کے عہد میں صوبۂ لاہور کا دیوان تھا۔ اور بادشاہ کیطرف سے دیوان چندو خطاب تھا) نے ذاتی عداوت سے جہانگیر بادشاہ کو قسم قسم کی چغلیان کر کے گرو سے برہم کر کے گرفتار کرایا۔ اور اُس ہی کی قید میں گرو نے دریائے راوی میں کود کر جان دی۔ اس ہی جہانگیر بادشاہ کی قید میں برسوں مسلمانون کے پیشوا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ رہے ہیں۔ ہر سلطنت کا یہ قاعدہ ہے اور ہونا چاہئے کہ جس شخص پر سلطنت کی مخالفت کا گمان ہو اسکا تدارک کرے۔ دنیا میں کونسی قوم ایسی ہے جس کے سلاطین نے اس امر کو گوارا کیا ہو کہ کوئی شخص اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے کا ارادہ رکھتا ہو اور بجائے گوشمالی کے اُس کی پرورش کی ہو۔ پس گرو ارجن کو جو تکلیف پہنچی اُسکا باعث دیوان چندو تھا۔ بادشاہ اس امر میں معذور تھا۔ بلکہ بادشاہ نے تو گرو کو اس تکلیف سے نجات دینے کی سبیل نکالی تھی۔ مگر دیوان چندو نے اس کو عمل میں نہ آنے دیا۔ مسلمان

سلاطین مسلسل گرؤن سے رعایت کرتے رہے مگر گرو اون کے خلاف رہے اور ہمیشہ زک اٹھاتے رہے۔ حوالجات آئندہ سے اس مجمل بیان کی تفصیل معلوم ہوگی۔ جہانتک واقعات پر غور کیا جائیگا صاف ثابت ہوگا کہ سکھون کو تکلیف ہندؤن نے پہنچائی نہ کہ مسلمانون نے۔ سلاطین اسلام نے ان کی بہت رعایت کی۔ مگر انہون نے ہمیشہ بے وفائی کی۔ گرؤن اور سکھون نے مسلمانون پر بیجا مظالم کیے۔ اور سکھون کی سلطنت ایسی سلطنت نہ تھی جس کو مہذب سلطنت کہا جاسکے ایک سکھ اہل قلم نے سردار۔ ٹی۔ یس۔ اگیانی کا ایک مضمون نقل کرکے تحریر کیا ہے سکھون کو مسلمانون کی بجائے ہندؤن نے زیادہ تکلیفین دی ہیں۔ گرو ارجن کے دیگ میں اُبالے جانے۔ چھوٹے صاحبزادون کو دیوار میں چنے جانے کا سبب کیا ہند و برہمن نہ بنے تھے۔ (الامان جولائی ۳۶ء)

مسلمانون کی سکھ نوازی

خدمت مودی خانۂ سرکار دولت خان جاگیردار سلطان پور کی نواب کے حکم سے نانک (گرونانک) کے سپرد کرا دی۔ اور نانک اس کام میں مصروف ہوا (تاریخ پنجاب صـ۷) گرو رام داس نے امرتسر تالاب بنایا وہان ایک گاؤن بسایا۔ اکبر بادشاہ نے پانسو بیگہ زمین واسطے اخراجات فقرا، و اجرائے لنگر اس مکان کے نذر کی (صـ۱۷) جہانگیر بادشاہ نے دیوان چندو کو حکم دیا کہ گرو ارجن اگر بحلف اقرار نامہ نہ لکھدے کہ آئندہ بادشاہ کی خلاف کوئی کام نہ کریگا تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (صـ۲۱) گرو ہرگوبند نے شاہجہان سے اپنے باپ کا ماجرا کہا اور اپنے باپ کے قاتل کو طلب کیا۔ بادشاہ نے دیوان چندو کو گرو کے حوالہ کر دیا گرو نے دیوان چندو کو قتل کر دیا۔ (صـ۲۲) دارا شکوہ گرو سے محبت کرتا تھا اور مہینون اسکو بلا کر اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کشمیر بھی ساتھ لیگیا۔ (صـ۲۲) مخلص خان کے قتل پر (آگے واقعہ مذکور ہوگا) بادشاہ برہم ہوا تو دارا شکوہ نے بادشاہ کا غصہ گرو کی طرف سے فرو کیا۔ (صـ۲۳) گرو ہر رائے کو دارا شکوہ نے جاگیر دی (صـ۲۵) گرو تیغ بہادر نے جب سلطنت کا ٹھاٹھ ڈالا۔ اور امرائے اوس کے چچا نے بادشاہ کو اطلاع کی اور جاسوسون نے اوس کی تصدیق کی تو

عالمگیر نے اس کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ آئندہ فوج وغیرہ نوکر نہ رکھے قلعے نہ بنائے اور اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ (ص۴۷) گرو گوبند سنگھ نے پہاڑی راجون کے ممالک کو لوٹنا اور برباد کرنا شروع کیا۔ راجون نے تنگ آکر بادشاہ کو عرضی بھیجی بادشاہ نے اون کی امداد کے لئے لشکر متعین کیا۔ گرو کو شکست ہوئی۔ گرو کی والدہ اور بچے ایک برہمن کے گھر چھپے۔ اُس برہمن نے شاہی دیوان گلجس رائے کو اطلاع کی۔ اوس نے دیوان سچانند کو اون کی گرفتاری پر مامور کر کے گرفتار کرایا جب وہ بچے وزیر خان صوبیدار کے سامنے پیش ہوئے گلجس رائے نے کہا یہ بچے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں انکو قتل کرنا چاہیئے۔ وزیر خان نے کہا کہ قصوروار گوبند سنگھ ہے نہ کہ عورت اور بچے ان کو حراست میں رکھو۔ (خلاصہ ص۴۷ تک) گرو جب بھاگا تو راستہ میں اوس کو دو پٹھان ملے اونہوں نے بوجہ سابقہ مراسم کے گرو کو گرفتار نہ کرایا (ص۴۸) قصبۂ بہلول پور کے قاضی پیر محمد نے گرو کو پناہ دی (ص۴۸) گرو نے عالمگیر کو خط لکھکر معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا (ص۵۷) دہرہ دون گرو رام رائے کو جاگیر دی (واقعات ہند) احمد شاہ درانی کے عہد میں سکھون نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس ہی آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی شریک تھا جب شکست ہوئی تو آلا سنگھ نے معافی چاہی بادشاہ نے معاف کر دیا (ص۶۲) آنچہ تعلقہ پرگنہ بھٹی ہیبت پور کہ یعنی فتح آباد وغیرہ و تعلقات پرگنہ پٹیالہ مثل سنہیالہ و کوٹ مہتات در تصرف شماست باید کہ بطور قدیم در تصرف آن عقیدت دستگاہ بودہ معاف باشد۔ و از جاگیرداران قصبۂ کمراہ و کہیری کوٹلہ نذرات بدستور جاگیرداران دیگر بے کم و کاست می گرفتہ باشد و آنکہ عقیدت پناہ ہیری سنگھ در ملک خود جنگ و فساد بار عایا برپا میدارد خوب نیست باید کہ دست از فساد برداشتہ مزاحمت بخلائق نہ رساند۔ ہفتم شہر رمضان المبارک ۱۱۷۱ ہجری (عبارت از نقل فرمان بادشاہ عالمگیر ثانی بنام جسا سنگھ والئی کپورتھلہ منقول از رسالۂ رئیس ہند دہلی کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر بابتہ ۱۹۲۷ء) مرتبۂ پنڈت پیارے لال شرما ص۲۶)

کہ پنجاہ و دو دیہہ از تعلقۂ فتح آباد وغیرہ بدون جاگیر قدیمی و متفرقات سنوات و قیل معاوضات میران پور وغیرہ کہ از پرگنہ تھاڑہ پتہ دریائے پار بآن عقیدت کیش از مصارف سرہند مفوض گردیدہ است عنایت فرمودیم ۲۳ رمضان المبارک ۱۱۶۷ ہجری (عبارت از نقل فرمان احمد شاہ ابدالی بنام جسا سنگھ والئی کپورتھلہ منقول از رسالۂ رئیس ہند مذکورہ بالا ص۲۶)

گرودوارۂ گوبند سنگھ واقع ناندیڑ کو سلطنتِ نظام کی طرف سے جاگیر ہے۔

مسلمانوں کا حق نمک

گرو ہرگوبند نے شاہجہان کا شکاری باز جس کو ایک سکھ پکڑ لیگیا تھا چھپا لیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کے پاس باز ہو وہ حاضر کردے۔ گرو نے حاضر نہ کیا۔ جب مخبری ہوئی اور شاہی فوج آئی تو اس سے کشت و خون کیا۔ یہ گرو مسلمان کا قتل کرنا ثواب سمجھتا تھا

جسا سنگھ کا عہدیداران شاہی سے برتاؤ

سنہ ۱۷۴۳ء میں جبکہ ذکریا خان پسر عبدالصمد خان لاہور کا صوبیدار تھا اوسوقت جسا سنگھ نے ایک کثیر جمعیت سواران کی ہمراہ لیکر دیوان لکھپت رائے پر جو ایمن آباد سے لاہور کو خزانہ پہنچانیکے واسطے جاتا تھا حملہ کیا۔ اور اوس کو قتل کرکے کل مال و مطاع لوٹ لیا (رسالہ رئیس سند مذکور ص۱۵) ابھی احمد شاہ ابدالی واپس ہی لوٹا تھا کہ صوبیدار لاہور پر حملہ بولدیا۔ (جسا سنگھ نے کہیں آدینہ بیگ کو جا دبایا اور کہیں فوجدار امرت سر کو خاک و خون میں ملایا (رسالہ مذکور ص۱۵) سنہ ۱۷۵۳ء میں سردار صاحب (جسا سنگھ) نے عزیز خان سپہ سالار افواج کو شکست دے کر جگرانوں اور رائیکوٹ کو تاخت و تاراج کیا۔ کوہستانی راجگان کا زرخراج خود حاصل کیا اور آدینہ بیگ سے پےُ در پےُ جنگ کرکے اوسکو شکست فاش دی۔ بہت سا علاقہ فتح کرلیا۔ امید خان خواجہ سرا کو جو ایک بڑا با رسوخ تھا قتل کرڈالا۔ اور عزیز بیگ خان کو بھی جو آدینہ بیگ نے بھیجا تھا شکست دی۔ احمد شاہ ابدالی اپنے ایک معزز سردار سربلند خان افغان کو جالندہر کا صوبیدار بنا گیا تھا آپ نے پہلے ہی حملہ میں اوسے شکست دیکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ (رسالۂ مذکور ص۱۶) عزیمت بطرف شاہجہان آباد معطوف فرمودہ سبزی منڈی کہ محلۂ خاص بیرون حصار دہلی است تاخت و تاراج ساختہ نواب عبدالاحد خان وزیر بادشاہی با جم غفیر مقابل گشتہ آتش مجادلہ برافروخت۔ مجاہدان با عزم و دلاوران معرکۂ رزم چون شعلۂ جوالہ نے غلغلہ مانند برق خاطف بر وے ریختند خرمن ہستی را محرق ساختند و جوق جوق از ان احزاب پیوند زمین شدند و امتعہ و اسلحہ احمال و

اثقال و اموال شہریان بتصرف دست خوش نہیب خالصہ (عبارت روزنامچہ راجہ رنجیت سنگھ احوال جہاسنگھ از عمدۃ التواریخ قلمی موجودہ کتب خانہ کپورتھلہ۔ تاریخ عہد رنجیت سنگھ جو بحکم رنجیت سنگھ مرتب ہوئی۔ منقول از رسالہ مذکور صفحہ ۴۴)

تعجب ہے کہ سکھون کے نقصان کا باعث ہوئے ہندو لال راہ مراجے گنگھبس رائے سچا نند وغیرہ ہندو۔ لیکن ہندؤن سے تو دشمنی کی نہیں بتفس کا مسلمانون سے جنہون نے بار با رعنایات کیں مسلمانون کا صرف اسقدر قصور ہے کہ اونہون نے اپنی سلطنت کا تختہ الٹنے نہ دیا۔ اور بدہ تخت چھوڑ کر ان کے لئے علیحدہ نہ ہوگئے۔ کیا کوئی سلطنت اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ اوس کی رعایا اوسکی بربادی سلطنت کا سامان کرے اور وہ خاموش رہے۔ راجہ رنجیت سنگھ نے اپنے عہد حکومت میں تو با جگذار رئیسون اور رشتیدارون کو بھی نہ چھوڑا اور دانہ پانی بند کر کرکے اونکی ریاستین چھین لین۔

پھر گرو اور سکھون نے عام طور پر مسلمانون کو قتل کیا۔ یہ نہیں کہ جن سے عداوت ہو یا جو لڑین۔ یہ عجیب انصاف ہے عالمگیر نے گرو گوبند سنگھ کو معافی دی امن دیا لیکن گرو نے قتل و غارت کے لئے پھر بندا بیراگی کو تیار کیا۔ آلا سنگھ رئیس پٹیالہ کو احمد شاہ درانی نے معافی دیکر خطاب و خلعت بخشا۔ شاہی سند لکھدی۔ جب بادشاہ کابل کو چلا گیا آلا سنگھ نے اوس کے صوبہ سرہند پر حملہ کرکے زین خان ناظم کو قتل کر ڈالا۔ (صفحہ ۱۰۶)

توہین معابد

گرو گوبند سنگھ بحالت مفروری قصبہ ماچھی واڑہ میں ایک کھتری گلا یا نام کے یہان ٹھیرا اوس نے بکرا نذر کیا۔ اوس کو جھٹکا کرکے گرو نے پکا کر کھایا اور ہڈیان قریب کی مسجد میں پھینکدین (صفحہ ۵۵) سکھون نے فتحیاب ہوکر (بندا بیراگی کی سرکردگی میں) اول قصبہ ساڈہورہ کو لوٹا۔ ہزارون مسلمان تہ تیغ کئے۔ مسجدین اور خانقاہین سب گرادین (صفحہ ۱۱) ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ) نے حکم دیا کہ قلعہ لاہور و جامع مسجد بادشاہی کے درمیان جو میدان ہے اوس میں ایک باغ لگایا جائے اوسکا نام حضوری باغ رکھا جائے۔ خوشحال سنگھ نے کہا کہ درمیان میں ایک بارہ دری

بھی سنگ مرمر کی بنی چاہیئے۔ مہاراجہ نے کہا کہ پتھر منگوانا بہت مشکل ہے۔ اوس نے کہا کہ لاہور کے متصل سنگ مرمر کے مقبرے بنے ہوئے ہیں وہان سے پتھر اکھڑوا لیا جائے چنانچہ مقبرہ زیب النسا و نورجہان و آصف جاہ و جہانگیر کے پتھر اکھڑوا کر بارہ دری تیار ہوئی (تاریخ پنجاب) تین نوجوان سکھ بجوانا کی پولیس نے اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ اونہون نے ہندوون کے ایک مندر میں ایک بت کو توڑ ڈالا۔ یہ بت بندا بیراگی کا تھا (الامان اگست ۲۹ء) ۱۷۵۸ء میں سکھون نے عبداللہ خان حاکم لاہور کو قتل کیا اور جسا سنگھ کو بادشاہ تسلیم کیا اسپر احمد شاہ ابدالی نے جسا سنگھ پر چڑھائی کی اس جنگ میں بادشاہ کے ساتھ امیر نصیر خان والئی قلات بھی تھے اور امیر قلات کے ساتھ قاضی نور محمد تھے اونہون نے اس جنگ کا جنگ نامہ نظم کیا ہے جسکا قلمی اور معتبر ہونا اور اپنے پاس موجود ہونا ایڈیٹر رسالہ رئیس ہند نے تسلیم کیا۔ اور اوس کے کچھہ اشعار رسالہ رئیس ہند کپورتھلہ کولڈن جوبلی نمبر میں نقل کیے ہیں اون میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

کہ سگ ہائے بیدین کافر لعین	تغلب بہ لاہور و ملتان زمین
زلاہور تا ڈیرہ در تاختند	بنائے مساجد بر انداختند
تغلب نمودند بر اہل دین	بتاراج بردند ملتان زمین
مساجد شکستند آن حربیان	اسیرے بہ بردند اسلامیان

(ص ۵۸ و ۵۹) (رسالہ رئیس ہند مذکور)

گروؤن کی موت

گرونانک گرو رام داس اپنی موت سے مرے۔ گرو ارجن نے دیوان چندو کی قید میں دریائے راوی میں کود کر جان دی۔ گرو ہر گوبند جب بھاگ کر پہاڑون میں گیا وہین طبعی موت سے مرے۔ گرو ہر رائے گرو ہر کشن طبعی موت سے مرے۔ گرو تیغ بہادر نے عالمگیر سے کہا کہ میرے پاس ایسا تعویذ ہے کہ مجھہ پر تلوار اور بندوق اثر نہیں کر سکتی۔ اس امتحان میں عالمگیر نے جلاد کو حکم دیا کہ گرو پر تلوار چلائے۔ جلاد نے تلوار کا وار کیا۔ گرو کا سر کٹ گیا یہہ ایک من گھڑت کہانی ہے گرو تیغ بہادر پہاڑی راجون کے ممالک میں لوٹ کھسوٹ اور قتال و جدال کی سزا میں قتل کیا گیا گرو

گوبند سنگھ کو اس کے کہنے سے (جیسا کہ آگے مذکور ہوگا) ایک پٹھان کے لڑکے نے اپنے باپ کے قصاص میں زخمی کیا۔ گرو اچھا ہو گیا۔ مگر ایک دن اپنی اظہار قوت کے لئے کمان پر چلہ چڑھایا اُس زور سے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ گئے۔ اس صدمہ سے گرو مر گیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے کسی گرو کو بھی قتل نہیں کیا۔"

گروؤں کے اخلاق

گرو ہرگوبند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اُس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک نہایت حسین کنیز کولان نام قاضی سے ناراض ہو کر گرو کے پاس چلی آئی۔ قاضی نے تقاضا کیا مگر گرو نے نہ گھوڑے کی قیمت دی نہ کنیز واپس دی اور قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرتسر چلا گیا (ص۲۳) ایک سکھ بادشاہ کا شکاری باز پکڑ کرلے لیا اور گورو ہرگوبند کو دیدیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کسی کے پاس باز ہو وہ حاضر کرے۔ گرو نے باز چھپائے رکھا۔ (ص۲۳) گرو گوبند سنگھ نے اپنی ماں سے کہا کہ اپنے چاروں پوتوں میں سے ایک پوتا مجھ کو دیدے تاکہ اوس کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈالدوں اوس نے انکار کیا۔ گرو فوج لیکر چڑھ گیا اوس کی ماں قلعہ بند ہو گئی۔ وو دن تک ماں سے لڑائی رہی۔ آخر سکھوں نے کہا ہم مائی سے لڑنا نہیں چاہتے ناچار گرو نے محاصرہ اٹھا لیا۔ (ص۳۹) گرو بند سنگھ نے ایک پٹھان سوداگر سے گھوڑے خریدے اوس کو قیمت نہ دی ایک سال تک وہ تقاضا کرتا رہا۔ ایک دن مجبور ہو کر اوس نے سخت سست کہا۔ گرو نے اوس کو گالیاں دیں اور قتل کر دیا (ص۵۸) گرو گوبند سنگھ چوپڑ کھیلا کرتا تھا (ص۵۹)

گرو گوبند سنگھ کا بیان

برہمن نے کہا کہ یہ بات مبارک ہو کہ تمھاری تلوار کے تیغہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا۔ آپ اب جہاں جائیں گے فتح نمودار ہوگی۔ یہ فقیری آپ کی مبدل بہ سرداری

وریاست و بادشاہی ہو جائیگی - اور مذہب آپ کا ہندوؤن کے مذہب میں رواج پائیگا - تمام
جہان میں کوئی مقابلہ کرنے والا آپ کا نہ ہوگا - مگر ہوم کا کام اوس وقت ختم ہوگا اور مراد دلی انجام
پہونچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھ دو تاکہ وہ جل جائے - گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا
سر یہان دیدون تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھکو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسی وقت
مرجاؤنگا - پھر سرداری اور ریاست کون کریگا - برہمنون نے کہا کہ بعد آپ کے آپکے بیٹون اور
پوتون کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی - اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں
تو اپنے بیٹون میں سے ایک بیٹے کا سر ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہو جائے - (ص ۳۷)
گرو کے چار بیٹے تھے جو گرو کی مان کے پاس رہتے تھے - گرو نے مان سے کہا کہ ایک پوتے کو مجھکو دیدے
اوس نے انکار کیا - گرو فوج لیکر چڑھ گیا دو روز مان سے لڑائی رہی - آخر برہمنون نے کہا کہ ہم مائی سے
لڑنا نہیں چاہتے - ناچار گرو نے ایک سکھ مرید کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈال دیا - اور کام ہوم کا تمام
ہوا - بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنون کے تمام بادشاہون
پر فتحیاب ہونگا کوئی بھی میرا مقابلہ نہ کرسکیگا اس واسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر تیار کیا جائے
(ص ۳۸) گرو ایک گاؤن میں فروکش ہوا جہان گوبندا نام فقیر بیراگی رہتا تھا - سیکڑون آدمی اوس
کے چیلے تھے اور مال و دولت کی اوس کو کچھ پروا نہ تھی کھلے ہاتھون روپیہ خرچ کرتا تھا اوس
سے گرو کی ملاقات ہوگئی اور رابطہ اتحاد بدرجہ کمال پہونچا - گرو نے اوس کا اجتماع و مال و دولت
دیکھکر دل میں تصور کیا کہ اگر یہ شخص ہمارا سکھ ہو جائے تو اس کو اپنی جگہ گدی نشین کرکے ہر
ایک امر کا منتظم اوس کو بنائین - کیونکہ یہ مالدار بھی ہے - معتقد بھی اس کے بکثرت ہیں اور یقین ہے
کہ بعد ہمارے مسلمانون سے یہ اوس جور و ستم کا عوض لیگا جو ہم پر اور ہمارے باپ دادا پر ہوتا رہا
ہے - یہ سوچ کر گرو نے اوس کے مکان پر سکونت اختیار کی اور اس داؤن میں رہا کہ کسی
طرح یہ شہباز اوج مراد ہمارے دام میں پھنس جائے - ایک رات کو گرو اور گوبندا بیراگی دونون
آپس میں بیٹھے ہوئے بے تکلف باتین کر رہے تھے - گرو نے موقع دیکھا اور اوس کی طرف مخاطب
ہوکر کہا کہ جب سری دیوی جی کا ہم نے ہوم کیا اور بچشم ظاہر ہم نے اون کے درشن کئے تو دیوی
جی نے ہم کو فرمایا کہ اگر تو خاص بیٹے کا سر ہوم میں ڈالتا تو تیرا راج تمام سرزمین پر ہو جاتا
مگر تو نے بیٹے کا سر ہوم میں نہیں ڈالا اور ایک چیلہ کا سر ہوم میں ڈالا ہے اس واسطے اب
تم کو یہ مراد نہ ملے گی - تمھارے کسی چیلہ کو جو تمھارا ہمنام ہوگا یہ دولت نصیب ہوگی اور وہ تمھارے

دشمنوں سے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ لیگا۔ اب ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم تم کو چیلہ یعنی سکھ بنا کر اپنی گدی پر بٹھلائیں (ص ۴۳)

دیوی کے درشن کا جہاں ذکر ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ گرو مارے دہشت کے بات بھی نہ کرسکا۔ اور دیوی نے زبان سے کچھہ نہیں کہا۔ صرف تلوار کے قبضہ کو خون لگا دیا۔ علاوہ ازیں دیوی کا درشن ہوم میں سر ڈالنے سے پہلے ہوا۔ اور سر ڈالنے کے بعد گرو کو خود اپنے بادشاہ ہونے کا یقین ہوگیا دیوی نے نہیں کہا۔ اور نہ اوس وقت گرو کو یہ خیال ہوا کہ میرا کوئی مرید بادشاہ ہوگا۔ ان تمام واقعات و تاریخی بیانات پر نظر کرکے گرو کے قول پر نظر کرنی چاہیے۔

گرو گوبند سنگھ نے جب سکھ جمع ہوئے تو تقریر کی کہ مسلمانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ حسب وصیت اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتا ہوں (اس مفصل تاریخ سے کہیں اوس کے باپ کا انتقام کے لئے وصیت کرنا ثابت نہیں) دیوی جی نے ارشاد کیا کہ اب سرزمین ہند میں کوئی تمہارا مقابلہ نہ کرسکیگا۔ (دیوی نے کچھہ نہیں کہا)

وحشیانہ مظالم

(گوبند سنگھ کے پاس) بہت سی فوج جمع ہوگئی۔ خالصہ جی جس طرف جاتے تھے ہزاروں روپیہ کا نقد و جنس غارت کر لاتے (ص ۴۴) خالصہ جی کا لشکر جدہر جاتا گاؤں کے گاؤں علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ (ص ۴۵)

سلطنت مغلیہ سے مخالفت

دیوان چندو نے اپنا برہمن گرو ارجن کے پاس بھیجا کہ گرو اپنے فرزند ہرگوبند کی نسبت اوس کی لڑکی سے کرے گرو نے یہ بات منظور نہ کی چندو گرو کا جانی دشمن ہوگیا۔ اس ہی عرصہ میں شہنشاہ جہانگیر اکبر آباد سے کشمیر کو روانہ ہوا جب لاہور پہونچا تو چندو نے بادشاہ

سے کہا کہ ارجن نام ایک شخص رام داس فقیر کا لڑکا اب بادشاہی کا دعوے کرتا ہے۔ ہزاروں جاٹ دہقان اس کے حکم پر جاں نثار ہیں۔ دولت بھی بے انتہا جمع کر لی ہے۔ اس صورت میں سخت اندیشہ ہے کہ وہ اپنے سکھوں کو جمع کرکے بادشاہ پر خروج کرے اور ایسی حالت میں کہ بادشاہ کشمیر میں ہوگا اوس کی فتنہ پردازی سے کمال مشکل ہوگی۔ اس بات سے بادشاہ کا مزاج گرو ارجن کی طرف سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اوس کی طلبی کا حکم جاری کیا۔ دیوان چندو نے چند سوار طلبی کے لئے روانہ کئے۔ گرو چونکہ صاف باطن تھا چند سکھوں کو ساتھ لیکر امرتسر سے روانہ ہوا مگر اوس کے لاہور میں داخل ہونے تک بادشاہ کشمیر کو چلا گیا۔ چندو نے موقع غنیمت جان کر گرو ارجن کو قید کر لیا۔ ایسی قید شدید میں رکھا کہ گرو تنہا ایک تاریک مکان میں دن رات بسر کرتا۔ ہر روز چندو کا آدمی گرو کے پاس آکر کہتا کہ اب بھی رشتہ قبول کر لو رہا ہو جاؤ گے گرو انکار کرتا اس پر چندو اور غضبناک ہوا اور قید میں سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ چند ماہ بعد جب بادشاہ کشمیر سے واپس آیا تو چندو نے عرض کیا کہ وہ فتنہ جو گرو ارجن کی سبب سے پنجاب میں اٹھنے والا تھا اوس کے مقید رہنے کی وجہ سے موقوف رہا۔ اب اگر اوس کو رہا کیا گیا تو وہ ضرور دل کا غبار نکالیگا اور ایسا فتنہ ہو کہ جسکا انسداد لشکر جرار کے سوا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اوس کا کام تمام کیا جائے۔ یا اوس سے عہدنامہ جو وہ گرنتھ پر رکھ کر لکھدے لکھا لیا جائے کہ آئندہ سلطنت کے خلاف کوئی کام نکریگا بادشاہ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور حکم دیا کہ اگر گرو ارجن اقرار نامہ نہ لکھے تو قتل کیا جائے۔ سلطنتوں میں معتمدین کے اس قسم کے بیانات پر اکثر گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ اس میں مذہبی تعصب کا کوئی دخل نہیں۔ اس ہی قسم کی خلاف بیانی پر جہانگیر نے مدتوں مسلمانوں کے پیشوا حضرت مجدد الف ثانی کو نظر بند رکھا۔

یہ حکم پاکر چندو بہت خوش ہوا اور خود گرو کے پاس گیا اور کہا اب بھی وقت ہے رشتہ قبول کر لو ورنہ مارے جاؤ گے۔ گرو نے باصرار انکار کیا۔ چندو نے غضبناک ہو کر اوس کے قتل کا حکم دیا۔ گرو اشنان کے بہانہ سے دریائے راوی میں کود گیا۔ (ملخص صہ ۲۱ تک)

شاہجہان جب بادشاہ ہو کر لاہور آیا تو گرو ہرگوبند (گرو ارجن کا بیٹا اور جانشین) حاضر ہوا اور اپنے باپ کا واقعہ بیان کیا۔ اور قاتل کو طلب کیا۔ شاہجہان نے چندو کو گرو کے حوالہ کر دیا۔ گرو نے اوس کو قتل کر دیا۔ (ملخص صہ ۲۲)

دیوان چندو کے قتل کے بعد ہرگوبند نے امرتسر آکر تیر اندازی و تفنگ اندازی

شروع کی۔ فوج نوکر رکھی۔ (ملخص ص۲۳)

گرو ہرگوبند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اوس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک خوبصورت لونڈی ناراض ہو کر گرو کے پاس آ گئی۔ قاضی نے گھوڑے کی قیمت اور کنیز طلب کی گرو قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرتسر چلا آیا قاضی نے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ نے دارا شکوہ کو حکم دیا کہ بروئے انصاف قاضی کی حق رسی کرے۔ ابھی یہ مقدمہ طے نہ ہوا تھا کہ ایک سکھ شاہی شکاری باز پکڑ کر لے گیا اور گرو کو دے دیا گرو نے اوس کو چھپا لیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کے جس کسی کے پاس ہمارا باز ہو حاضر کرے ورنہ سخت سزا دیجائیگی۔ مگر گرو نے اوس کی کچھ پروا نہ کی۔ قاضی کو خبر لگ گئی کہ باز گرو کے پاس ہے اوس نے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ نے مخلص خان کو سات ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ گرو کو باز و کنیزک و گھوڑا گرفتار کر کے حاضر کرو۔ گرو نے بیس ہزار آدمیوں سے مخلص خان کا مقابلہ کیا۔ مخلص خان مارا گیا اور شاہی فوج فرار ہوئی۔ اب گرو کو خیال ہوا کہ بادشاہ سخت غضبناک ہوگا۔ اس لئے امرتسر چھوڑ کر بھٹنڈا گیا۔ دارا شکوہ سے گرو کی دوستی تھی۔ دارا شکوہ نے بادشاہ کو مزید فوج کی روانگی سے باز رکھا اور رفتہ رفتہ بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔ بعد چند سال کے گرو کرتارپور میں آکر سکونت پذیر ہوا وہاں بھی سکھوں کا ہجوم ہونے لگا۔ صوبہ دار جالندھر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہرگوبند پھر فوج جمع کر رہا ہے اور اوسکا ارادہ پھر فساد کرنیکا ہے۔ بادشاہ نے دارا شکوہ کو لکھا۔ دارا شکوہ نے فوج مامور کرنے سے پہلے گرو کو کہلا بھیجا کہ کرتارپور سے بھاگ جائے چنانچہ گرو مع سکھوں کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ (ملخص تا ص۲۴)

جب عالمگیر دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تو گرو ہرراے کو طلب کیا گرو نے اپنے بڑے بیٹے رام راے کو بھیج دیا وہ خدمات سلطانی میں مشغول ہو گیا (ملخص ص۲۵)

ہرراے کے بعد رام راے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زر خرید کنیزک کے بطن سے تھا۔ سکھوں نے اوس کو مسند نشین نہ کیا۔ اور ہری کشن ہرراے کے چھوٹے بیٹے کو گرو بنا لیا۔ رام راے نے بادشاہ سے اپنی حق تلفی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ہرکشن کو مع اوس کے طرفداروں کے طلب کیا ہرکشن دہلی پہنچ کر بعارضہ چیچک مر گیا (ملخص ص۲۶) ہرکشن کے بعد سکھوں نے تیغ بہادر کو گرو قرار دیا تیغ بہادر ریاست دوست تھا۔ اس نے فقیری سامان ترک کر کے امیری ٹھاٹھ ڈالے ایک ہزار مسلح سوار کی فوج نوکر رکھی۔ بکرت پور میں ایک مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا۔ رام راے نے بادشاہ سے عرض کیا کہ باوجود حضور کی پشت پناہی کے میرا حق مجھ کو نہیں ملا۔ اور تیغ بہادر گرو ہو گیا

اوس نے فوج بھرتی کی ہے اور قلعہ بنایا ہے وہ فساد کریگا۔ بادشاہ نے جاسوس مامور کئے اونھوں نے بعد تحقیق رامرائے کے بیان کی تصدیق کی۔ بادشاہ نے تیغ بہادر کو طلب کیا (ہر دو کس گرو تیغ بہادر و حافظ آدم) شیوۂ اخذ و جبر بجبر و تعدی اختیار نمودہ تیغ بہادر از ہندوان و حافظ آدم از مسلمانان زر نا میگرفتند وقائع نگاران بادشاہی بعالمگیر نگاشتند کہ دو فقیر یکے ہندو و دیگرا مسلمان این شیوہ را برگزیدہ اند و چہ عجب کہ اگر اقتدار شان بیفزاید خروج ہم نمایند عالمگیر بعد استماع این خبر حاکم لاہور را نوشت کہ ہر دو را گرفتہ (مفتاح التواریخ) دونوں کی اطلاع ہوئی۔ عالمگیر نے بلاتفریق دونوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حافظ آدم فرار ہو گئے۔

گرو دہلی آیا اور بہ سفارش راجہ جے سنگھ قرار پایا کہ گرو فوج موقوف کر دے قلعہ کی تعمیر بند کر دے۔ تیرتھوں کو چلا جائے اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ گرو پٹنہ چلا گیا۔ عرصہ کے بعد دہلی آیا۔ ہزاروں سکھ اوس کے گرد جمع ہو گئے بادشاہ اوس وقت دکن کو فوجیں روانہ کر چکا تھا۔ دہلی میں فوج کم تھی رامرائے نے بادشاہ سے عرض کی کہ تیغ بہادر پھر آیا ہے اور سکھ جمع کر رہا ہے اندیشہ ہے کہ فساد برپا کرے۔ بادشاہ نے گرو کو طلب کیا اور کہا اگر تو ولی ہے تو کوئی کرامت دکھلا۔ گرو نے ایک تعویذ لکھ کر اپنے بازو پر باندھا اور کہا کہ میرا یہ تعویذ جس کے بندھا ہوگا اوس پر تلوار بندوق اثر نہ کریگی بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے تلوار ماری گرو کا سر کٹ گیا (ملخص ص ۲۳ تک)

تیغ بہادر کے معاملہ میں بادشاہ کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی سلطنت بھی اپنی رعایا کو فوج جمع کرنے اور قلعہ بنانیکی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور بعد معاہدہ گرو کا سکھوں کو جمع کرنا کسطرح روا رکھا جاسکتا تھا۔ اگر تعویذ کی کہانی سچ مانی جائے تو جلاد کو بادشاہ کا حکم دینے سے مقصود گرو کا قتل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تعویذ کی آزمائیش جس کا گرو نے بڑے شد و مد سے اظہار کیا تھا قتل کا خیال اس لئے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اوس وقت تک کوئی اس قسم کی گفتگو یا معاملہ پیش نہ آیا تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ بادشاہ گرو کو قتل کرائے گا"۔ اس گرو کا قتل اصل میں قتل و غارت کے قصاص میں ہوا۔ چنانچہ ولیم طامس بیل صاحب لکھتے ہیں بعد قید او دیگر حکم دوبارہ تیغ بہادر رسید کہ او را کشتہ (مفتاح التواریخ)۔

تیغ بہادر کے بعد گوبند سنگھ گدی نشین ہوا اور اس فکر میں رہنے لگا کہ اپنے باپ کا بدلہ اورنگ زیب سے لے اوس نے ماکھووال میں سکونت اختیار کی اور ایک قلعہ بنایا۔ دن رات فراہمی لشکر اور خزانہ کی فکر میں رہتا۔ گرو نے چند برہمن بلائے کہ منتر پڑھ کر دیوتاؤں کو مسخر کرے۔

اور اون کی مدد سے بادشاہ پر فتح پائے برہمنون نے ہوم کیا جو ایک سال تک ہوتا رہا جس پر بے تعداد روپیہ صرف ہوا۔ یہان سے ہم مورخ کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں جو سنہ سے شروع ہوکر سنہ ۳ تک ختم ہوئی ہے کیونکہ اس واقعہ پر گرو کی خلاف بیانی کی بنیاد قایم ہے۔

وھو ہذا

برہمنون نے جگ کی تیاری کی اور کوہ نینا دیوی انند پور سے کسی قدر فاصلہ پر مقام جگ کا قرار پایا۔ اور چارون طرف دیوار عظیم بناکر ہوم شروع ہوا ایک سال کامل تک یہ ہوم ہوتا رہا۔ دن رات گرو گوبند سنگھ اور برہمن اسی کام میں مصروف رہے۔ سوائے ہوم کرنے اور منتر پڑھنے کے اور کچھہ کام نہ تھا۔ لاکھون روپے اس کام پر صرف ہوگئے۔ گھی اور تیل اور ناریل ہزارون من جل گیا۔ بعد اتمام مدت ہوم کے جب وہ وقت آپہنچا کہ اشٹ بھی دیوی کے درشن ہون اور ہوم مقبول ہوکر دیوی کا بر (اجازت) حاصل ہوئے۔ برہمنون نے گرو گوبند سنگھ کو کہا کہ اب ہم تو باہر جاتے ہیں تم اسی جگہ حاضر رہو۔ جب دیوی جی کی شکل ظاہر ہو ہرگز دل میں خوف نہ کرنا۔ اور مستقل حالت پر رہ کر اپنی تمام آرزو دیوی جی کی خدمت میں عرض کرنا۔ یہہ بات کہہ کر تمام برہمن اوس مکان سے باہر چلے گئے۔ اور گرو گوبند سنگھ تلوار کمر میں حمایل کرکے وہان ہو بیٹھا اور اُسی طرح جس طرح برہمن سکھلاگئے تھے منتر پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں ایک صورت عجیب و غریب مہیب سخت ہیبتناک بروئے تابان مانند مہر درخشان نمایان ہوئی۔ چونکہ وہ صورت نہایت ڈراؤنی تھی اور گرو گوبند سنگھ نے پہلے اس سے کبھی ایسی صورت نہیں دیکھی تھی اس واسطے اوس کو سخت خوف طاری ہوا اور دل کانپنے لگا۔ بدن میں رعشا ظاہر ہوا نزدیک تھا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑے لیکن اپنے دل کو خوب جمع کرکے نہایت دلاوری اور مردانگی سے اوسی طرح بیٹھا رہا مگر زبان سے کچھہ عرض نہ کرسکا اور نہ اُس وقت زبان کی حرکت نے یاری دی۔ صرف اتنا ہوسکا کہ اپنی تلوار کے قبضہ کو اٹھاکر دیوی جی کے آگے رکھہ دیا۔ دیوی نے مہربان ہوکر تھوڑا سا رنگ اُن رنگون میں سے جو پوجا کے واسطے وہان رکھے تھے لیکر قبضہ کو لگا دیا اور نظر سے غائب ہوگئی بعضے کہتے ہیں کہ دیوی کی صورت نظر نہیں آئی۔ مگر آواز سنی گئی کہ اوس سے سخت ہیبتناک کوئی آواز روئے زمین پر نہ ہوگی۔ اور ہوم کی آگ سے ایسا چمکارہ نکل کر چمکا کہ تمام جہان روشن ہوگیا اور تین مرتبہ ایک تلوار ہوم کی آگ سے باہر نکلی اور آواز آئی کہ اسے گوبند سنگھ اس تلوار کو

اپنے ہاتھ میں پکڑلے۔ مگر گرو کے ہوش وحواس تو اس ہیبتناک آواز سے ہی جاتے رہے تھے ہاتھ نہ اُٹھا اور نہ اس تلوار کو ہاتھ میں لے سکا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ آخر جب گرو گوبند سنگھ بعد رفع ہونے اس حالت کے مکان سے باہر آیا اور صورتِ حال برہمنوں کے آگے بیان کی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگرچہ آپ نے زبانی اپنی عرض دیوی جی سے نہیں کی۔ اگر اظہار حال کرتے تو دیوی جی بردیجاتی۔ اور تمام دیوتے روئے زمین کے تمھارے تابع ہوجاتے مگر اب بھی یہ بات مبارک ہوئی کہ تمھاری تلوار کے قبضہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا آپ اب جہاں جائینگے فتح نمودار ہوگی۔ یہ فقیری آپ کی مبدّل بسرداری وریاست و بادشاہی ہوجائیگی۔ اور مذہب آپکا ہندؤں کے مذہب میں رواج پائیگا۔ تمام جہان میں مقابلہ کرنیوالا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اُس وقت ختم ہوگا اور مراد دل بانجام پہونچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھدو تاکہ وہ جل جائے۔ گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہاں دیدوں تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھکو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسیوقت مرجاؤنگا۔ پھر سرداری اور ریاست کون کریگا۔ برہمنوں نے کہا کہ بعد آپ کے آپ کے بیٹے اور پوتوں کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست وبادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا سر اس ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہوجائے فقط

گرو گوبند سنگھ کے چار بیٹے تھے جو گرو کی ماں کے پاس رہتے تھے گرو نے اپنی ماں کی پاس پیغام بھیجا کہ چاروں پوتوں میں سے ایک مجھے دیدو تاکہ میں اس کا سر ہوم میں ڈالدوں گرو کی ماں نے انکار کیا گرو فوج لیکر چڑھ گیا۔ دو روز تک لڑائی رہی تیسرے دن سکھوں نے کہا کہ ہم آپ کے حکم سے ہر ایک سے لڑنے کو طیار ہیں مگر مائی سے نہیں لڑینگے۔ یہ سن کر گرو نا امید ہوا اور ماں کے پاس جاکر بہت خوشامد کی مگر وہ رضامند نہ ہوئی۔ آگے پھر مورخ کے اصل الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ (ایک سکھ کا سر اتار کر آگ میں ڈال دیا اور کام ہوم کا تمام ہوا۔ بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنوں کے تمام بادشاہوں پر فتحیاب رہونگا۔ کوئی میرا مقابلہ نہ کرسکیگا اسواسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر طیار کیا جائے اور بادشاہ وقت سے سلطنت چھین لی جائے) اب گرو نے سکھوں کے نام پروانے جاری کیے کہ جنگ کے لئے حاضر ہوں جو حاضر نہ ہوگا وہ دوزخی ہوجائیگا۔ جب سب سکھ جمع ہوئے تو گرو نے تقریر کی کہ مسلمانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ میں حسب وصیت اپنے باپ کے

بدلہ لینا چاہتا ہون۔ (اس مؤرخ نے کسی وصیت کا ذکرہ نہیں کیا) دلوی جی نے ارشاد کیا کہ مجھے
اب سرزمین پر کوئی تمھارا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ (دلوی نے تو کچھ بھی نہیں کہا اور اگر اس آواز کا
آنا تسلیم کیا جائے کہ جس کو مؤرخ نے ذکر کیا ہے تو اوس میں بھی یہ بات نہ تھی۔ برہمنوں نے بھی
کم از بیٹے کے سر کی شرط لگائی تھی۔ یہ سب گرو کا خود قائم کردہ خیال تھا جس کو اس طرح
بیان کیا) مسلمانون سے لڑائی کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ خطۂ پنجاب میں کسی مسلمان کا نام ونشان
نہ رہے (باپ کا قتل کرنا تو بادشاہ دہلی کے سر رکھا جاتا ہے پنجاب کے مسلمانون کا کیا قصور تھا) جب
یہ کام ہولے تو مجمع کے ساتھ دہلی پر حملہ کرو۔ اور برہمن چھتری یہ ذاتین ترک کرکے سب ایک
ہو جاؤ۔ اور شاسترون میں جو تیرتھ کرنا ٹھاکر دوارون میں جانا ٹھاکر دوارون کی پرستش
کرنا وغیرہ لکھا ہے میں سب کو موقوف کرتا ہون۔ ہماری پرستش گاہیں گرو نانک کا ڈیرہ وغیرہ
ہیں۔ برہما بشن مہیش اور بارہ اوتار جو ہندو مانتے ہیں اون کو بھی دل سے نکال ڈالو۔ جینو توڑ
دو۔ اس پر بہت سے لوگ برہمن وغیرہ برہم ہوکر چلے گئے۔ نائی دھوبی۔ نجار وغیرہ رہ گئے۔ گرو نے
اون کو سکھ بنایا۔ اور کہا کہو مسلمانون سے جنہون نے گرون کو قتل کیا ہے لڑونگا اور کہو دہرم ناس
یعنی اس سے پہلے جو میرا مذہب تھا کہ میں شاسترون کی لکھی باتون پر عمل کرتا تھا وہ بھی میں نے ترک
کیا۔ گرنتھ پر عمل کرونگا۔ اور کرم ناس یعنی جو کچھ مذہب ہنود میں لکھا ہے کہ مرنے کے بعد جزا سزا
اعمال ہوگی اور انسان کی روح بطور تناسخ کے حیوانون کے جسم میں جاکر اپنے اعمال کی سزا
پائیگی یہ باتین تمام اپنے تصور سے دور کردو۔ (ملخص تا ص ۳۴)

بہت سی فوج جمع ہوگئی خالصہ جی جسطرف جاتے ہزارون روپیہ کا نقد وجنس غارت
کرلاتے۔ چونکہ چارون طرف پہاڑی راجون کا ملک تھا راجگان کوہی سکھون کے ہاتھ سے تنگ آگئے
اور سب نے ملکر پے درپے خطوط گرو کے نام لکھے کہ اپنے لشکر کو ہمارے ملک کی غارت سے باز رکھو ورنہ
جنگ ہوگی۔ گرو نے اون کے خطون پر کچھ خیال نہ کیا اور کہا گرو کا لشکر کسی سے رک نہیں سکتا۔
آخر جب پہاڑی راجے تنگ آگئے تو سب فوجین لیکر گرو پر چڑھ آئے مگر شکست کھائی راجونکی
فوج بھاگ گئی۔ سکھون نے اون کا تعاقب کیا بے شمار قتل کرڈالے مال نقد جنس بہت سا لوٹ
میں لائے۔ سب راجے دب گئے خالصہ جی کا لشکر جدھر جاتا گاؤن کے گاؤن علاقے کے علاقے
لوٹ کرلے آتا۔ پہاڑی راجے اطاعت پر مستعد ہوگئے۔ اور چاہا کہ گرو سالانہ نذرانہ بطور گرون
کے یعنی جس طرح فقرا راجون سے لیتے ہیں لے لیا کریں۔ مگر ہمارے علاقہ میں لوٹ مار نہ کریے

یہ بات گرو نے منظور نہ کی تو سب راجاؤن نے ایک عرضی عالمگیر کو لکھی۔ بادشاہ نے جب ایسا حال سنا غضبناک ہوا اور صوبیداران لاہور و سرہند کے نام فرامین جاری کئے کہ فوج لیکر پہاڑی راجون کی مدد کرو۔ اور اون کا علاقہ و مال جسقدر گوبند سنگھ نے دبالیا ہے واپس کرادو اور گرو کو گرفتار کرکے پیش کرو اوس کا مال نقد و جنس جسقدر ہو ضبطی میں لاکر سرکاری مال سمجھو۔ صوبیداران لاہور و سرہند لشکر کثیر لیکر پہاڑی راجون کے لشکر سے جاملے اور گرو کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا روزانہ لڑائی ہوتی فریقین کے آدمی مارے جاتے تھے۔ سات مہینے تک یہی حال رہا قلعہ میں رسد جانی بند ہوگی تھی سب قلعہ کا غلہ ختم ہوگیا تو سکھ مجبور ہو ہو کر گرو کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ گرو کی والدہ بھی تنگ ہوگئی۔ اوس نے نہایت عاجزی سے پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا میرے کہنے کا نہیں۔ اگر میرے کہنے کا ہوتا تو دوستون کو کیون دشمن بناتا۔ تم اجازت دو تو میں اپنے دونون پوتون کو لیکر نکلجاؤن محاصرہ کرنیوالون نے اجازت دیدی۔ گرو کی والدہ پوتون کو لیکر سرہند پہونچکر ایک ہندو معتقد کے یہان ٹھیری دو روز بعد اوس ہندو کو طمع دامنگیر ہوئی۔ اوس نے سوچا کہ گرو کی مان اور بچون کو گرفتار کرا کر انعام حاصل کرنا چاہیئے۔ اوس نے صوبہ سرہند کے دیوان گلجس رائے کو اطلاع کردی اوس نے دیوان سچانند کو اون کی گرفتاری پر مامور کیا۔ جب گرو کی مان مع پوتون کے گرفتار ہوکر وزیر خان صوبیدار کے سامنے پیش ہوئی تو وزیر خان نے عورت اور بچون کے قتل کا حکم ندیا۔ کیونکہ شرع محمدی میں کفار کی عورت اور بچونکا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ وزیر خان نے سچانند کو حکم دیا کہ ان کو اپنی حراست میں رکھے گلجس رائے نے وزیر خان سے کہا کہ یہ لڑکے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں جو روز روشن رہزنی کرتا ہے اور بادشاہ سے باغی ہوکر ارادہ رکھتا ہے کہ خود بادشاہ ہو ان کو ماردینا بہتر ہے۔ وزیر خان نے جواب دیا کہ میں ہرگز خلاف شرع شریف کے حکم نہ دونگا کیونکہ گنہگار گوبند سنگھ ہے اوس کی والدہ اور بچے مجرم نہیں بہتر ہے کہ مقید رہیں یہ کہکر وزیر خان نے لڑکون کو بلایا اور رحم کرکے روبرو بٹھایا اور کہا اب ہم تمہیں چھوڑ دین تو کہان جاؤگے۔ اور کیا کروگے لڑکے بولے تم ہمارے جانی دشمن ہو یہان سے چھوٹ کر اپنے سکھون کو جمع کرکے تم سے لڑین گے۔ تم کو مارین گے۔ وزیر خان نے کہا اگر فتحیاب نہ ہوئے اور بھاگ گئے تو پھر کیا کروگے۔ انہون نے کہا پھر فوج جمع کرکے لڑین گے یا خود مارے جائیں گے یا تم کو مارین گے۔ یہہ سُنکر وزیر خان نے کہا درحقیقت یہ لڑکے قتل کرنے کے قابل ہیں۔ اور گلجس رائے کو حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے سے لے جاؤ اور اپنے گھر لے جاکر قتل کردو۔ چنانچہ وہ ہندو لڑکون کو اپنے ساتھ لایا اور قتل کردیا۔ ایک دن گرو بھی قلعہ سے چھپ کر بھاگا راستہ میں

دو پٹھان ملے۔ اونہون نے چاہا کہ گرو کو گرفتار کرا دین۔ گرو نے اون کی خوشامد کی۔ اُنہون نے بوجہ سابقہ دوستی کے گرو کو چھوڑ دیا۔ گرو قصبہ بہلول پور ضلع لدھیانہ میں پہنچا اور اپنے استاد قاضی پیر محمد کے یہان ٹھیرا۔ قاضی نے اوس کو چھپا لیا اور کہا کہ مسلمانون کی سی وضع بنالو۔ چنانچہ گرو نے مسلمانون کی سی صورت بنالی۔ وہان سے چل کر گرو قصبہ ماچھی واڑہ میں پہونچا۔ اور گُلابا کھتری کے یہان ٹھیرا اوس نے ایک بکرا نذر کیا اوس کو جھٹکا کر کے کھایا اور ہڈیان مسجد میں پھینکدین اور صبح ہی وہان سے چلدیا۔ جب مُلّا آیا اوس نے گُلابا سے کہا اوس نے کہا کہ میرے مہمان نے ایسا کیا۔ مُلّا نے حاکم کو خبر کی۔ حاکم نے گرفتاری کا حکم دیا۔ گرو ایک جنگل میں چھپا رہا۔ اتفاقاً ایک دن گرو کے ساتھ کا ایک سکھ گاؤن کی آبادی کے قریب جا نکلا۔ مُلّا نے اوس کو پہچان کر گرفتار کر لیا۔ سکھ نے مقابلہ کیا۔ مُلّا کو مارا۔ مُلّا کی مدد کیلئے چند مسلمان آ گئے سکھ نے اون پر پتھر برسائے۔ حاکم کو خبر ہوئی۔ حاکم نے سکھ کو گرفتار کرا کر قتل کیا۔ گرو وہان سے بھاگ کر کوٹ کپورا پہنچا۔ وہان کے حاکم کو خبر ہوئی اوس نے فوج مامور کی۔ گرو اس فوج سے لڑا اور بھاگ گیا۔ آخر جنگل جنگل پھرتا پھرتا تنگ آ گیا تو عالمگیر کو ایک عرضی لکھی اوس میں بہت عاجزی سے لکھا کہ مین ایک فقیر ہون۔ بادشاہ کے شایان شان نہیں کہ فقیر کے خون کے درپئے ہو۔ میری سب اولاد ماری گئی۔ گھر بار لٹ گیا اب میرا کوئی ٹھکانہ نہیں جہان بیٹھ کر یاد الہی کر سکون بادشاہ اگر مجھہ کو معاف کر دے تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ بادشاہ نے حکمدیا کہ گوبند سنگھ اگر فقیرانہ طور پر رہنا چاہتا ہے تو کوئی اوسکا مزاحم نہ ہو۔ اب گرو نے کوٹ کپورا میں سکونت اختیار کی۔ عالمگیر بیمار ہوا تو پھر سکھ جمع ہوے۔ کوٹ کپورا کے حاکم نے بلا کر گرو سے کہا۔ دیکھو بہتر یہی ہے کہ تم فقیر بنے رہو اگر ذرا ہاتھہ پاؤن نکالے تو آفت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ گرو نے سوچا کہ میرے سکھ جمع تو ہو جاتے ہیں مگر جب تلوار کا سامنا ہوتا ہے بھاگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تنہا مجھہ پر آفت آئے۔ چونکہ کوٹ کپورا کا حاکم گرو سے بدظن ہو گیا تھا اس لئے گرو نے دمدمہ کو نقل سکونت کی اور وہان سے دکن آیا اور گوبندا بیراگی کو چیلا بنایا (اس کا حال پہلے گزر چکا ہے) گرو نے بندا بیراگی سے کہا جب تم راجہ بن جاؤ تو حتی الامکان مسلمانون کو قتل کرنا۔ آخر بندا بیراگی حسب ہدایت گرو پنجاب آ کر گرو بنا اور گرو خود چیلا نگر میں رہا۔ گرو یہ سبب اس کے کہ خویش و اقارب اولاد سب مارے گئے تھے زندگی سے بیزار تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح مر جاؤن یا کوئی مجھہ کو مار ڈالے۔ اتفاقاً ایک پٹھان سوداگر آیا گرو نے اوس سے گھوڑے خریدے مگر قیمت نہ دی وہ عرصہ تک تقاضہ کرتا رہا۔ جب ایک برس ہو گیا تو اوس نے سخت سُست کہا۔ اس پر گرو نے اوس کو سخت کہا اور قتل کر دیا پھر بہت پچتایا اور اوس کے جورو

بچون کو بہت سا روپیہ دے کر راضی کر لیا۔ اور اوس کے لڑکون کو اپنے پاس رکھا۔ اکثر اون لڑکون کے سامنے گرو کہتا کہ جو اپنے باپ کا بدلہ نہ لے وہ نطفۂ حرام ہے۔ ایک دن گرو چوپڑ کھیل رہا تھا۔ ایک دفعہ یہ کہا کہ جس کے باپ کا قاتل اوس کے سامنے بیٹھا ہو اور وہ قتل نہ کرے تو وہ نطفۂ حرام ہے۔ اس پر پٹھان کے لڑکے نے گرو کے خنجر مارا اوس کی انتڑیان باہر نکل آئین سکھون نے اوس کو گرفتار کر لیا۔ گرو نے چھوڑا دیا اور کہا کہ اوس نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ جراح کے علاج سے گرو کو آرام ہو گیا۔ ایک دن ایک کمان آئی گرو نے کہا دیکھیں اسکا چلہ ہم سے چڑھتا ہے یا نہیں یہ کہہ کر زور کیا۔ زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور اس صدمہ سے گرو مر گیا (ملخص تا صفحہ ۹۵) بعد گرو گوبند بندا ایجاے اونشت و اقتدار بسیار بہم رسانید۔ چون کینہ ہاے دیرینہ قتل تیغ بہادر و پسران گرو گوبند در دل داشتہ بر دیہات و آبادی اہل اسلام ہر جا دست ادمی رسید تاختہ از سکنہ آنجا ہر کرامی یافت ایفانی کرد۔ ہر چند اطفال صغر السنہ باشند حتی از نہاے حاملہ مسلمانان را شکم دریدہ بچہ را بیرون کشیدہ میکشتند بہادر شاہ استماع شورش اونموده افواج بر تنبیہ او گماشت (آگے لکھتے ہیں) در غارت و تخریب مساجد و نیست قبور مسلمانان قصورے نمی نمود (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل)۔"

بندا بیراگی پنجاب آیا۔ بہت سکھ جمع کئے۔ روپیہ فراہم کیا۔ عالمگیر کا انتقال ہو چکا تھا ملک میں بدامنی تھی۔ بندا نے پہلے قطاع الطریقی رہزنی اختیار کی۔ بڑے بڑے ڈاکے مار کر دولت جمع کی رعایا نے صوبیدار سرہند سے فریاد کی۔ صوبیدار نے فوج مامور کی شاہی فوج نے شکست کھائی وزیر خان صوبیدار مارا گیا۔ اوس کی لاش کو سکھون نے درخت مین لٹکا دیا تاکہ چیل کوے کھائیں۔ سکھون نے فتحیاب ہو کر اول قصبہ سادہورہ کو لوٹا۔ ہزارون مسلمان تہ تیغ کئے۔ مسجدین اور خانقاہیں سب گرا دین۔ پھر سرہند کو غارت کیا۔ مسلمانون کے عورتین بچے قتل کر ڈالے بڑی بڑی حویلیان آگ لگا کر جلا دین۔ مسجدون اور مزارون میں سے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا۔ قصبہ سامانہ میں دس ہزار مرد و زن قتل کئے۔ جب اس فتح کی خبر ماجھہ میں پہنچی تو سکھون نے جمع ہو کر قصبہ بٹالا اور کلانور کو لوٹا صدہا مسلمان مار ڈالے۔ پھر لاہور کے ملحقہ قصبون کو لوٹا غارت کیا۔ جب بہادر شاہ کو خبر ہوئی وہ آیا اور بادشاہی لشکر مقابلہ پر ہوا۔ سکھ بھاگ نکلے۔ بندا قلعہ مخلص پور میں قلعہ بند ہو کر کچھہ دنون لڑا آخر بھاگ نکلا۔ جب بہادر شاہ کا انتقال ہوا اور سلطنت میں نزاع ہوا تو پھر بندا نکلا اور سکھ جمع ہوئے۔ یہ جس شہر اور قصبہ کو جاتے برباد کر دیتے گاؤن کے گاؤن کو آگ لگا دیتے۔ جو

مسلمان ان کے روبرو آجاتا جان بر نہ ہوتا۔ کیونکہ بموجب فرمان گورو گوبند سنگھ مسلمان کے قتل کرنیکو یہ ثواب عظیم اور موجب نجات تصوّر کرتے تھے۔ جب فرخ سیر بادشاہ نے فوج بھیجی بندا پھر فرار ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد پھر بندا نکلا اور پچاس ہزار سکھ جمع ہوئے اور کلانور پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے فوج مامور کی۔ بندہ محصور ہو کر مجبور رہا۔ اور نہایت خوشامد سے نواب عبدالصمد خان جنرل افواج مغلیہ کو پیغام بھیجا کہ اگر میری جان بخشی ہو تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ نواب نے جواب دیا کہ وہ حاضر ہو جائے میں اوس کی جان بخشی کی سفارش کرونگا۔ بندا حاضر ہوگیا۔ بندا کو گرفتار کر کے لوہے کے پنجرے میں بند کر کے دہلی بھیجا گیا۔ جہاں وہ قتل کیا گیا۔ (ملخص تا ص۶۵) محمد شاہ کے زمانہ میں سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ جابجا غارت گری ہونے لگی۔ روز روشن ڈاکے پڑنے لگے رعایا نے بادشاہ کو عرضی بھیجی۔ بادشاہ نے نواب ذکریا خان کو مامور کیا۔ اور دیوان لکھپت رائے کو مدارالمہام کیا اور ایک گشتی فوج سکھوں کی نگرانی کے لئے مامور کی۔ بڑے بڑے ڈاکو گرفتار ہو کر قتل کئے گئے (ملخص ص۶۵)

جب احمد شاہ درانی کا زمانہ ہوا یحییٰ خان حاکم پنجاب تھے سکھوں نے سر اٹھایا اور بادشاہی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جابجا تاخت و تاراج کا بازار گرم ہوا۔ قصبہ ایمن آباد پر جسپت رائے فوجدار نے سکھوں کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ جب اوس کے بھائی دیوان لکھپت رائے کو خبر ہوئی وہ فوج لیکر چلا۔ سکھ جموں میں جا چھپے مگر اوس نے پیچھا نہ چھوڑا اور جموں میں جا کر بے شمار سکھ قتل کئے اور ایک ہزار سکھ پابزنجیر لاہور لایا۔ اور سب کو گدھوں پر سوار کر کے سر بازار تشہیر کرایا۔ پھر بیرون دہلی دروازہ لیجا کر سب کو قتل کیا۔ اوسی ہی مقام پر اون کی لاشیں دفنائیں گئیں جہاں اب سکھوں کا شہید گنج بنا ہوا ہے۔ اب بھی وہاں سکھوں کا مجمع رہتا ہے اور تمام دن بھنگ گھٹتی رہتی ہے۔ (ملخص تا ص۷۱)

جب معین الملک لاہور کی حکومت پر مامور ہوا تو سکھوں نے سر اٹھایا اور امرت سر میں ایک کچی قلعہ بنا کر رام رتنی نام رکھا اوس میں مجمع غارتگروں کا رہتا تھا۔ معین الملک نے جنگ کر کے رام رتنی کو گرا دیا اور حکم دیا کہ جو سکھ ملجائے اوس کے کیس اور ڈاڑھی مونڈ دیجائے یہ سُن کر سکھ پہاڑی ریاستوں کو بھاگ گئے۔ میر منو نے پہاڑی راجوں کو حکم دیا کہ جو سکھ ملے گرفتار کر کے بھیجو۔ ہر روز سکھ پکڑے آتے اور گردن مارے جاتے۔ پھر تو انتظام اس قوم غارتگر کا خوب ہوگیا تھا۔ احمد شاہ درانی کے چلے جانے کے بعد پھر سکھوں نے سر اٹھایا۔ معین الملک نے

فوج بھیجی۔ سکھ بھاگ گئے (ملخص تا ۸۳)

مرہٹون کے زمانہ میں سکھون کی غارت گری جاری تھی۔ کوئی سکھ زمیندار اپنے گانو کا مالیہ مرہٹون کو نہ دیتا تھا سوائے مظلوم مسلمان رعایا کے کوئی اون کا حکم نہ مانتا تھا (ص ۹۰) سنہ ۱۷۶۲ء میں سکھ عاقل داس مہنت جنڈیالہ کو لوٹنے کے لیے چڑھ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی مہنت سے احمد شاہ ابدالی کی دوستی تھی۔ اوس نے امداد کے لئے ستر سوار کابل روانہ کیا۔ بادشاہ چالیس ہزار سوار لیکر پہنچا۔ سکھون نے بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر جنڈیالہ کا محاصرہ چھوڑ کر علاقہ سرہند میں غارت گری شروع کر دی۔ زین خان صوبیدار سرہند نے جنگ شروع کی۔ بادشاہ بھی پہنچ گیا۔ سکھون نے جب دُرانیون کو دیکھا بے اختیار بھاگے۔ دُرانیون نے چارون طرف سے سکھون کو گھیر لیا۔ چوبیس ہزار سکھ قتل ہوا سکھون میں یہ لڑائی گھلو گھارا کے نام سے مشہور ہے آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی اس جنگ میں شریک تھا وہ گرفتار ہوا اور معافی چاہی۔ بادشاہ نے معاف کر دیا اور اوسکی ریاست و خطاب بھی بحال کیا۔ جب بادشاہ کابل چلا گیا۔ سکھون نے پھر قتل و غارت شروع کر دیا سرہند کو جا گھیرا۔ زین خان صوبیدار مارا گیا۔ اور شہر کو اس طرح لوٹا کہ رعایا محتاج ہو گئی۔ کابلی مل بادشاہ کی طرف سے لاہور کا حاکم تھا۔ سکھون نے اوس کے پاس پیغام بھیجا کہ قصابان گاو کُش کو قتل کر دو۔ ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ کابلی مل نے چند قصابون کے ناک کان کٹوا کر لاہور سے نکلوا دیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی پھر لشکر لیکر آیا مگر سکھ بھاگ گئے۔ بادشاہ نے دادر خان کو صوبیدار اور کابلی مل کو معاف کر کے اوس کا نائب بنایا۔ چند روز بعد کابلی مل نے بخلاف حکم شاہی دادر خان کو گرفتار کر لیا۔ اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا۔ سکھون کو خان جہان خان والی رہتاس سے جنگ کرنے کے لئے اُبھارا۔ لڑائی ہوئی۔ خان جہان خان نے شکست کھائی بادشاہ کو لکھا بادشاہ پھر آیا۔ اور کابلی مل کو قید کر دیا۔ اوس نے معافی چاہی پھر معاف کر کے بحال کر دیا۔ سکھ بھاگ گئے بادشاہ کابل چلا گیا۔ مگر سکھون نے لاہور پر قبضہ کر کے کابلی مل کے قبائل کو قید کر لیا جنکو پچیس ہزار روپیہ دیکر کابلی مل نے چھوڑایا۔ (ملخص تا ۸۷)

ہیرا سنگھ جاٹ بہت غریب تھا۔ اوس کے کنبہ کو ہفتہ میں چار چار فاقے ہو جاتے تھے کسی طرح گذر نہ ہوتی تھی جب اوس سے کوئی صورت نہ بن پڑی اور اس نے دیکھا کہ سیکڑون آدمی سکھ بن کر رہزنی کرتے ہیں اور آسودہ حال ہو جاتے ہیں۔ میں بھی سکھ بن جاؤن اور رہزنی پر کمر باندھ لون۔ اس ارادہ سے وہ سکھ بنا۔ اور سکھون کی چوتھی مثل نکیون سکھون کا سردار ہوا۔

(ملخص صفحہ ۹۶)

کپور چند تنگ دست آدمی تھا۔ اوس نے سوچا کہ دولت حاصل کرنیکا ذریعہ یہی ہے کہ سکھ بن جاؤن تو لوٹ مار سے بہت کچھ ملے گا۔ چنانچہ سکھ بن کر اوس نے غارت گری شروع کی اوسکا قول تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پانسو مسلمانون کو قتل کیا ہے یہ عمل میری نجات کا موجب ہوگا میں نے گرو گوبند سنگھ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یہ سکھون کی آٹھوین مثل فیض اللہ پوریونکا سردار ہوا۔

(ملخص صفحہ ۱۰۶)

نوٹ ۔غرض اس تاریخ کے دیکھنے سے اور سکھون کے تمام مثلون کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مورخ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ لوگ رہزنی کے خیال سے سکھ بنتے تھے اور سکھ ہوکر رہزنی کرتے تھے۔

رنجیت سنگھ کی وحشیانہ مظالم

(جنگ ہزارہ) رنجیت سنگھ نے فوج کا افسر رانی سدا کنور کو مقرر کیا۔ لیکن اوس کے پہنچنے سے پہلے امن و امان ہوگیا۔ رانی نے تجویز کی کہ قوم رتبہ مفسد ہے اس لئے اس تمام قوم کو قتل کردیا جائے۔ سکھ فوج مفسدون کی تنبیہ اور غارت میں مصروف ہوئی۔ انہون نے امطیع اور مفسدون کو ایک نظر سے دیکھا۔ اور ہر ایک گاؤن کو برابر لوٹنا اور جلانا شروع کیا (صفحہ ۲۷۷) شہزادہ شیر سنگھ نے ہزارہ کی رعیت کو کمال تنگ کیا۔ بہت سے گاؤں لوٹ لئے اور بہت سے جلا کر خاک کر ڈالے۔ ہزارون آدمی ہزارہ کے تہ تیغ کر ڈالے۔ رنجیت سنگھ نے شہزادہ کی اس کارگزاری پر اظہار خوشنودی کیا (۲۷۸) ہری سنگھ نلوہ نے فوج کو اشارہ کیا دشمنون کے گاؤن اور بستیان لوٹ لین۔ اس حکم کے سنتے ہی سکھون کی فوج غارت پر ٹوٹ پڑی۔ گاؤن کے گاؤن لوٹ کر جلا دئے۔ ہزارون بیل گائے بھینس سکھ لائے۔ رنجیت سنگھ نے جمعدار خوشحال سنگھ کو حکم دیا کہ فوج لیکر پہاڑی راجون سے خراج وصول کرے۔ اور جو ادا کر چکے ہیں اون سے پیشگی وصول کرے۔ اوس نے راجون اور رئیسون کو ایسا تنگ کیا کہ سارا پہاڑ الامان پکار اٹھا راجہ چنبہ نے عذر کیا کہ اوس کی طرف کچھ باقی نہیں ہے اس پر رنجیت سنگھ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ

چنبہ کے علاقہ کو تاراج کیا جائے

نواب منکیرہ کو لکھا گیا کہ ایک لاکھ روپیہ ادا کرے۔ اوس نے چند عرضیاں لکھیں کہ ایک ہفتہ میں روپیہ بھیجدونگا۔ مگر فوج مامور کردی گئی۔ اور منکیرہ پہونچکر دو لاکھ کا مطالبہ کیا گیا۔ نواب نے بمشکل روپیہ کا انتظام کرکے پیچھا چھوڑایا۔

رانی سدا کنور رنجیت سنگھ کی ساس تھی رنجیت سنگھ نے اوسپر زور ڈالا کہ اپنی ریاست میں سے کچھ ملک میرے بیٹے کو دیدے۔ اوس نے انکار کیا اس پر اوس کو گرفتار کرکے قید کرلیا گیا۔ اور تین دن تک اوس کا دانہ پانی بند رہا۔ مجبوراً اوس نے قلعہ خالی کرنیکا حکم لکھدیا۔

چونکہ رنجیت سنگھ کو یہ منظور تھا کہ کوئی والئی ملک۔ رئیس پنجاب کے علاقہ میں نہ رہے۔ اور ہر ایک کا ملک ضبط کرلے۔ چنانچہ بہت سے خاندانوں کے ممالک ضبط کرلئے نواب منکیرہ سے ہر سال تنگ کرکے بہت سا روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ آخر اوس پر حملہ کرکے اوس کے علاقہ کو بُری طرح لوٹا اوس نے پیغام بھیجا کہ جنگ مجھہ سے ہے رعایا کا کیا قصور ہے مگر سکھ فوج برباد کرنیسے باز نہ آئی آخر لاچار ہوکر اوس نے صلح کی درخواست کی اور یہ شرط قرار پائی کہ شہر کو نہ لوٹا جائے لیکن سکھوں نے شہر کو لوٹا۔

سکھ فوج کہیلے کے علاقہ میں پہنچی۔ بہت سے گانوں لوٹے جلائے۔ سیکڑوں آدمی قتل کیے۔ رنجیت سنگھ کو خبر لگی کہ راجہ انرودھ چندلی دو بہنیں نہایت حسین ہیں۔ اون کو پیغام دیا کہ ایک کا نکاح راجہ دہیان سنگھ سے کردو۔ اوس نے انکار کیا۔ رنجیت سنگھ اوس کی تخریب کے درپے ہوا۔ جب اوس پر سختی ہوئی وہ انگریزی علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور اون دونوں بہنوں کے ساتھ ایک ساتھ رنجیت سنگھ نے شادی کی۔

خوشحال سنگھ نے کشمیر پہونچکر وہ انتظام کیا کہ تمام خطۂ کشمیر اُجڑ گیا۔ سری نگر کی رعایا جن کو گھر سے نکلنا اور مرجانا برابر تھا۔ گھروں کو چھوڑکر بھاگ نکلی۔ ہزاروں آدمی امرتسر لاہور وغیرہ میں آگئے اور گلی۔ کوچہ کوچہ بے تعداد دریوزہ گر پھرتے تھے۔ ہر بازار میں لٹر ائے خدا کی آواز سنائی دیتی تھی۔ سیکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں مرے پڑے نظر آتے تھے۔

کلو کا راجہ مرا اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق نزاع ہوا رنجیت سنگھ کو خبر ہوئی فوج لیکر پہونچا کہ اچھا موقع ہے رقم ہاتھ لگے گی۔ اور اوس کے ایک بیٹے سے ایک لاکھ روپیہ لے کر

ریاست دلا دی۔ بڑا بیٹا جو حق دار تھا اوس نے بہت واویلا کی مگر کچھ سنائی نہ ہوئی۔

قصبۂ اترج میں بخاری اور گیلانی سادات رہتے تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کے عہد میں اُنکا بڑا وقار تھا۔ وہی حکومت کرتے تھے۔ دل سنگھ نے اوس کا محاصرہ کر کے فتح کیا اور دل کھول کر شہر کو لوٹا ایسا کہ رعایا ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہو گئی۔

خلافِ عہد

سُلطان خان رئیس بھمبیر پر حملہ کیا۔ اوس نے خوب مقابلہ کیا۔ آخر سکھ سردار محکم سنگھ نے صلح کی گفتگو کی۔ سلطان خان نے کہلا بھیجا کہ میری عزت آبرو و ملک کے تحفظ کا عہد نامہ لکھ کر بھیج دو۔ میں حاضر ہو جاؤنگا۔ محکم سنگھ نے عہد نامہ لکھ کر بھیجدیا وہ حاضر ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے اوس کو سخت قید میں ڈالا اور عہد کا کچھ پاس نہ کیا۔

توہینِ معابد

زیب النسا، نور جہان وغیرہ کے مقبرون سے پتھر اکھڑوا کر بارہ دری تعمیر کی۔

منصف پنچ

راجہ جسا سنگھ مگدریا مر گیا۔ اوس کے تینون بیٹون میں نزاع ہوا اونہون نے رنجیت سنگھ کو پنچ مقرر کیا۔ رنجیت سنگھ نے تینون کو قید کر کے ملک پر خود قبضہ کر لیا۔

مذہب اور جبر

خوشحال سنگھ نے سکھ بنکر راجہ کا تقرب حاصل کیا۔ لیکن اوس کا حقیقی بھائی رام لال برہمن اپنے مذہب پر رہا۔ مہاراجہ نے اوس کو سکھ بننے کا حکم دیا وہ بھاگ گیا تو مہاراجہ نے اوس کے بھائی خوشحال سنگھ کو قید کر دیا اور اس کا کل مال جائداد ضبط کرلی۔ جب اوس کو بھائی کی بربادی کا حال معلوم ہوا امرت سر آکر سکھ بن گیا۔ رام لال سے رام سنگھ ہوگیا۔

مہمانوں پر ظلم

راجہ امید سنگھ والئی جسوان دون کو اشتیاق ظاہر کرکے ملاقات کے لئے بلا کر قید کرلیا۔ اور اوس کے ملک پر قبضہ کرلیا۔

شاہ شجاع والئی کابل رنجیت سنگھ کا مہمان تھا اوس سے کوہ نور ہیرا اور دیگر جواہرات طلب کئے۔ اوس نے بہانا کیا۔ اوس کا دانہ پانی بند کردیا اور نہایت ظلم و بے عزتی کے ساتھ اوس کا کل جواہر زر و زیور چھین لیا۔

(یہ تمام بیانات صفحہ ۲۸۰ سے صفحہ ۳۶ تک سے لئے گئے ہیں)

لالہ رتن لال لکھتے ہیں جب شجاع الملک کابل سے بھاگ کر رنجیت سنگھ کی پناہ میں لاہور کو آیا۔ رنجیت سنگھ اس سے وہ الماس بہ جبر اور تشدد چھین لیا۔ اور اپنے قبضہ میں رکھا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۷۸)

نوٹ:۔ گرو تیغ بہادر کے معاملہ کے متعلق ایک مضمون ہندو رسالہ دھرم بیر میں شائع ہوا جو رسالہ عبرت نجیب آباد مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۱ء میں نقل کیا گیا تھا۔ اوس کو درج کیا جاتا ہے۔

وَهُوَ هٰذا

آج ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ گرو تیغ بہادر مہاراج کی موت یا قربانی کا اصلی باعث کیا تھا۔ قبل اس کے کہ ہم واقعات پر روشنی ڈالیں اور اس راز سربستہ کو کھولیں اس روایت کی حقیقت کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں جو لوگوں نے گھڑ رکھی ہے۔ اور سادہ لوح ہندوؤں کو بہکانے کی غرض سے پیش کی جاتی ہے وہ روایت یہ ہے:۔

کشمیر کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں کا وفد گرو تیغ بہادر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش کی کہ اورنگ زیب نے ہندؤں کو تنگ کر رکھا ہے اور اُن کو جبراً مسلمان کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے ہندو مذہب اور ہندو قوم کو بچائیں۔ اس کے جواب میں گرو نے کہا ہم مدد کے لئے تیار ہیں اور ہر طرح کوشش کرینگے کہ ہندو مذہب اور ہندو قوم بچ سکے۔ تیغ بہادر مہاراج نے ہندؤں کو ہدایت کی کہ تم لوگ دہلی جاؤ اور اورنگ زیب سے کہو کہ جبتک گرو تیغ بہادر کو مسلمان نہ کیا جائیگا ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ گرو کے مسلمان ہونے پر ہم خود پیروی کرینگے۔ چنانچہ پنڈت لوگ دربار دہلی میں حاضر ہوئے۔ اورنگ زیب کے سامنے وہی الفاظ کہے جو گرو تیغ بہادر نے بتائے تھے۔ اورنگ زیب یہ سُن کر خوشی سے اُچھل پڑا۔ اور گرو تیغ بہادر صاحب کی طلبی کا پروانہ جاری کر دیا۔ لیکن جب تیغ بہادر صاحب کے پہنچے پر جواب نفی میں ملا تو اورنگ زیب نے اون کو قتل کرا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس روایت کے پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو نابینا توہم پرست نہیں ہے بلکہ دل و دماغ رکھتا ہے کئی سوال پیدا ہونگے جن کے جوابات تاریخ ہند کے پریشان اوراق سے تلاش کرنیکی ضرورت پیش آئیگی:-

سُوالات

(۱)۔ کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا تھا کہ تمام ہندؤں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ اگر اور کسی جگہ کے لئے نہیں تو کیا کشمیر کے لئے اوس کا کوئی اس قسم کا پروانہ جاری ہوا۔

(۲)۔ کیا گرو تیغ بہادر کی ایسی شخصیت تھی جو کشمیر کے پنڈتوں کو امداد حاصل کرنے کیلئے پنجاب کھینچ لائے۔

(۳)۔ کیا گرو تیغ بہادر صاحب اُن کی مدد کر سکتے تھے۔

(۴)۔ کیا گرو تیغ بہادر جی کا چند آدمیوں کو لے کر ہندوستان کے دارالسلطنت میں حاضر ہونا۔ اور بادشاہ سے سخت سُست سوال و جواب کرنا ہندو قوم اور ہندو مذہب کو بچا سکتا تھا۔ کیا ان کی قربانی (قتل) سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچا یا پہنچ سکتا تھا۔

جوابات

(۱) تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کرو۔ اورنگ زیب کے حالات اوّل سے آخر تک پڑھو اور اوس کے واقعات کو بغور مطالعہ کرو۔ کہیں نظر نہ آئیگا کہ اوس نے کوئی ایسا حکم دیا ہو نہ تو مسلمان مؤرخ نے اس کا ذکر کیا نہ یورپین سیاحوں نے لکھا۔ حتیٰ کہ مسٹر نکولاس منوچی (جو شاہجہان سے لیکر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا) جسنے اورنگ زیب کی ہر چھوٹی سی چھوٹی حرکت کو بھی تحریر کرنے سے نہ چھوڑا اوس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ اورنگ زیب پنجاب۔ بنگال۔ بہار۔ یوپی۔ دکن کے باشندوں کو جبراً مسلمان ہونے کیلئے نہیں کہتا۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہ کشمیر کے پہاڑوں میں اس قسم کا جابرانہ حکم جاری کرتا ہے۔ اور پھر اس صورت میں جبکہ واقعات بتاتے ہیں کہ اورنگ زیب اور پہاڑی راجاؤں کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور وہ ان راجاؤں کی ہمیشہ مدد کرتا رہتا تھا۔ اورنگ زیب اگر ہندوں کو جبراً مسلمان کرانا چاہتا تھا تو سب سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے دربار کے ارا کین راجہ جے سنگھ۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ۔ اور ہزاروں راجپوتوں کو جو اوس کی فوج میں ملازم تھے مسلمان کرتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا وہ جو کچھ کرتا تھا مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا شوق اوس کی تہ میں کام نہ کرتا تھا۔ پس یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے کشمیر کے ہندوں کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے کوئی حکم جاری کیا تھا بالکل غلط ہے۔

(۲) گرو تیغ بہادر صاحب کی شخصیت کا کشمیر کے باشندوں پر کچھ اثر نہیں اور نہ پیری مریدی کا رشتہ ہی گرو صاحب کا ان کے ساتھ قایم ہوا تھا۔ بلکہ اِس وقت بھی کشمیری ہندو سنگھ گروؤں کے معتقد شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔ پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا پیشوا نہ مانتے تھے تیغ بہادر صاحب مہاراج کے در دولت پر حاضر ہوئے اور مدد کے لئے درخواست کی۔

(۳) جب تیغ بہادر جی کے پاس اس قدر جمعیت اور طاقت نہ تھی کہ وہ شہنشاہِ ہندوستان کا مقابلہ کرسکیں تو وہ اون کی مدد کیا کرسکتے تھے۔ بلکہ ایسی حالت میں آمادہ جنگ ہونا سوائے نقصان کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۴) تن تنہا یا چند آدمیوں کے ساتھ ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں

اس غرض سے جانا کہ وہ ہندوؤن کو مسلمان کرنے سے باز آجاے۔ اور وہان سخت لہجہ میں سوال و جواب کرنا۔ ہمارے خیال میں قوم کی خدمت نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس طریق سے ہندو قوم نہیں بچ سکتی تھی۔ بلکہ اس پر زیادہ سختی ہونیکا امکان تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) گرو ہررائے جی نے دارا کو اوس وقت فوجی امداد دیکا جبکہ عالمگیر کی فوج اوسکا تعاقب کر رہی تھی سکھون کی فوج نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا اور اوسوقت تک روک رکھا جبتک کہ دارا شکوہ اوس کی زد سے بچ نہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرو ہررائے جی کو اورنگ زیب نے دہلی میں طلب کیا۔ لیکن انہون نے بجاے خود جانیکے اپنے بیٹے رامراے کو بھیجا۔ رامراے دہلی پہنچا اور دربار میں حاضر ہوا۔ اوس نے اورنگ زیب کے سامنے جاتے ہی اطاعت کا اقرار کرکے جان بخشی کرالی۔ اوس کی واپسی پر اوسکا باپ ناراض ہوا اور اوس کو حقوق گدی سے محروم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ سری ہرکشن جی کو گرو ہررائے کے بعد گرو بنایا گیا۔ لیکن اون کا جلد ہی انتقال ہوگیا۔ اور گدی کے مالک تیغ بہادر جی مقرر ہوئے۔ رام راے حق تلفی کو برداشت نہ کر سکا وہ سخت رنجیدہ ہوا اور اوس نے اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچ کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ گرو تیغ بہادر بھی ہرگوبند اور ہررائے کی طرح مغلیہ حکومت کو نقصان پہنچانیکی تیاریان کر رہے ہیں اور شہنشاہ دہلی کے سخت دشمن ہیں الخ سردار گیان سنگھ پٹیالوی نے گرو ارجن کا واقعہ دیوان چندو کے ساتھ وہی لکھا ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ آگے لکھتے ہیں (اب تمام ہندوؤن کو گرو کے خاندان سے قلبی عداوت ہوگئی اور وہ سکھون کی بیخ کنی کی فکر میں رہنے لگے۔ اورنگ زیب کے عہد میں پہاڑی راجاؤن نے گرو سے کہا کہ ہم آپ مل کر آزادی حاصل کرین گرو ان کے چالون میں آگئے اور طیاری شروع کی۔ ادہر ان راجاؤن نے شہنشاہ کو اطلاع دی کہ پنجاب میں ایک باغی نے سر اٹھایا ہے اور ہم کو برباد کرتا ہے۔ بادشاہ نے صوبیدار سرہند کے نام حکم جاری کیا کہ باغی مذکور کا انسداد کیا جاے۔ اور ہندوؤن کی حفاظت کیجاے اس پر گرو اور شہنشاہی فوج میں جنگ ہوئی۔ چونکہ یہ دسوین گرو ایک فقیر تارک الدنیا تھے اور ہندوؤن کے بہکانے سے جنگ و جدل پر آمادہ ہوگئے تھے اور اب ہندوان سے علٰحدہ ہوگئے اس لئے مسلمان درویشون نے ان کی مدد کی۔ چنانچہ حضرت میان میر صاحب اور اون کے مریدون اور بدھو شاہ ساڈہورہ والون نے گرو گوبند سنگھ کی بہت مدد کی بدھو شاہ کے چار بیٹے گرو کی حفاظت و امداد میں شاہی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ ماچھی واڑہ میں جب گرو اکیلے شاہی

فوج کے نرغے میں آگئے تو غنی خان پٹھان محاصرہ میں سے گرو کو اپنا پیرا وچ شریف والا بتلا کر نکال کر لیگیا۔ جب گرو کی طاقت ٹوٹ گئی تو وہ اپنے دو چھوٹے بچون کو اور بیوی کو اپنے قدیمی نمک خوار گنگو برہمن کے ایک مخفی مقام پر سپرد کر کے چلدیئے گنگو نے فوراً صوبیدار سرہند کو اطلاع کر کے ان بچون کو گرفتار کرا دیا۔ صوبیدار نے جب ان بچون کے متعلق اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو محمد خان والئی مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ بچے بے قصور ہیں۔ لیکن دیوان سچانند نے کہا کہ ماررا کشتن و بچہ اش را نگاہداشتن کار خردمندان نیست۔ گرو صاحب نے ایک خط اورنگ زیب کو فارسی نظم لکھ کر معافی چاہی اور اپنے حالات ظاہر کئے تو اورنگ زیب نے نہایت تلطف کے ساتھ جواب لکھا کہ مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگ آپ سے ہے مجھ سے تو یہ کہا گیا کہ کوئی ڈاکو ہے جو ملک کو تاراج کرتا ہے اس کے بعد اورنگ زیب نے عام حکم جاری کر دیا کہ گرو صاحب سے کوئی مزاحمت نہ کرے جہاں چاہیں رہیں جو چاہیں کریں۔ (ماخوذ از تاریخ خالصہ)

بندا بیراگی کے واقعات میں سردار گیان سنگھ اس طرح لکھتے ہیں۔

جب بندہ بہادر کے ساتھ سکھون کی ایک کثیر جماعت ہوگئی تو اوس نے قصبۂ سامانہ کی طرف کوچ کر کے تمام میں مشہور کر دیا کہ جسے قصبۂ سامانہ کی لوٹ میں شامل ہونا ہو وہ پھاگن بدی پنچمی تک ہمارے ساتھ آملے اور راستہ میں مسلمانون کے مواضعات کو لوٹتا ماتا ہوا (آگے لکھتے ہیں) تین روز تک شہر لوٹا گیا۔ ایک ایک سکھ نے دو دو تین تین پُشت تک کا سرمایہ جمع کر لیا۔ کچھ باقی نہ چھوڑا سارا قصبہ ویران کر دیا۔ (ملخص ص۱۸۵)

سرہند کے چار جاسوسون کو جو وہان پھر رہے تھے گرفتار کر لیا اور بندہ صاحب کے پاس لیگئے۔ اونہون نے دو کو تو بالکل جان سے ہی مروا ڈالا۔ اور دو کی ناک کان کٹوا کر زندہ سرہند کو واپس بھیجا۔ غرض کہ لوٹ کھسوٹ کے بعد تین چار روز تک وہان سکھون نے خوب خوشی کا جشن کیا۔ بکرے جھٹکا کر کے مہا پرشاد بناتے شراب پیتے۔ اور واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مار مار کر خوش ہوتے۔ اس خبر کو سن کر پنجاب کے جتنے ڈاکو اور رہزن تھے سب بندہ کے ساتھ آکر شریک ہوگئے اور سکھ بن گئے۔ سوائے جوتی جنیو والے کے (قصبۂ میٹھا میں) کوئی متنفس زندہ باقی نہ چھوڑا (ملخص ص۱۸۶)

(فتح سادہورہ) سکھون نے مسلمانون کو ککڑی خربوزہ کی طرح کاٹنا شروع کر دیا جو سامنے آیا کسی کو نہ چھوڑا۔ مسلمان سخت حملے کی تاب نہ لا سکے۔

دفعتاً شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے تمام رات شہر لوٹا گیا۔ دوسرے روز لشکر نے پھر تمام دن شہر لوٹا۔ اور بندہ نے وہان خیمہ جما کر مسلمانون کی لاشون کو آگ میں جلانا شروع کیا حتی کے قبرون میں سے مسلمانون کی لاشین اور ہڈیان بھی نکلوا نکلوا کر جلا دین۔ جتنی مسجدین اور عبادتگاہیں تھین وہ سب مسمار کرا دین بلکہ اون کے بڑے بڑے پیر بہاء الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھُدوا کھُدوا کراون کی ہڈیان تک آگ میں جلوا دین۔ (ملخص صـ۱۸۷)

(یہ میانمیر صاحب اور بدہو شاہ کے احسان کا بدلہ تھا)

(جنگِ سرہند) کُل ہندو و مشہور مشہور ڈاکو رہزن لوگ بندہ بہادر کے ساتھ آملے تھے اور شہر میں داخل ہو کر لوٹ مار کی وہ آفت برپا کی جس کا بیان نہیں۔ جو سامنے نظر چڑھا کیا بچہ کیا جوان کیا ادھیڑ کیا بوڑھا تلوار سے دو ٹکڑے ہوا (ملخص صـ۱۹۰)

(بندہ نے سرہند میں) کوئی زن و بچہ زندہ نہ چھوڑا یہان تک کہ حاملہ عورتون کے شکم چاک کروا کروا کر اون کے بچون کو نکلوا کر مروا ڈالا (ملخص صـ۱۹۱)

(یہ غنی خان اور محمد خان کے احسان کا معاوضہ تھا)

بندہ کے سامنے جو مسلمان آجاتا زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ اور ہر روز یہ معمول کر رکھا تھا کہ بغیر پچاس ساٹھ مسلمانون کے قتل کرائے پانی تک نہ پیتا تھا (ملخص صـ۱۹۳)

(جنگِ لوہگڈہ) (بندہ نے سکھون سے کہا) جو شخص آج لڑ کر شہادت حاصل کریگا وہ سیدھا گرو کے لڑکون کے پاس بہشت میں چلا جائیگا۔ (ملخص صـ۱۹۵)

جب بندہ بہادر پہاڑون کی سیر کرتا ہوا کلو کے راج میں داخل ہوا تو وہان کے راجہ نے فریب سے اوس کو ایک آہنی پنجرہ میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ اگر تم میں کچھہ کرامت ہے تو اس کے اندر سے نکلجاؤ میں تمہارا مرید ہو جاؤنگا۔ ادہر اسلم خان ناظم لاہور کو اپنی کارگذاری کی خفیہ طور پر اطلاع دی کہ میں نے بندہ کو گرفتار کر لیا ہے جسکے جواب میں وہان سے حکم آیا کہ اوسکو ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر قبل اس کے کہ بندہ بھیجا جاتا راجہ منڈی اور سکھون نے اس حال سے آگاہی پاکر کلو پر چڑھائی کر دی۔ اور راجہ کلو کو شکست دیکر بندہ کو وہان سے چھڑا لیا۔ (ملخص صـ۱۹۸)

ہزارہا مسلمانون کو پکڑ پکڑ کر زندہ آگ میں جلوا دیا (بندہ نے) (ملخص صـ۱۹۹)

(از کتاب شمشیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ سنہ ۱۸۹۲ء)

ان تمام بیانات کو جو کہ ہندو اور سکھ مورخوں کی کتابوں سے ماخوذ ہیں غور سے پڑھکر ناظرین انصاف فرمائیں کہ مسلمانوں اور خاص کر اورنگ زیب غازی نے کس قدر سکھوں پر نوازش کی۔ اور سکھوں نے کسقدر وحشت اور بربریت کا اظہار کیا۔ ایک حکومت کو ایسے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے تھا۔ سکھ مصنّفین نے جسقدر تاریخیں لکھیں ہیں وہ خوش اعتقادی و تعصب کا مظاہرہ ہیں۔ بعض ہندو مصنّفین نے کسیقدر واقعات کی جانچ کی ہے۔ مگر تعصب کی ہوا سے وہ بھی آپ کو نہ بچا سکے۔ اور بازاری افواہوں کو نقل کر گئے۔ ورنہ صحیح واقعات سکھ گرؤوں اور سلطنتِ مغلیہ کے صرف اس قدر ہیں کہ سنہ ۱۶۰۶ء میں شہزادہ خسرو اپنے باپ (جہانگیر) سے باغی ہو کر لاہور پہونچا۔ اور گرو ارجن نے اوس کی امداد کی۔ جہانگیر نے گرو کو طلب کر کے اس باغیانہ حرکت پر باز پرس کی۔ گرو کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا بغاوت کے جرم میں جہانگیر نے اوس کو قتل کرا دیا۔ (تزک جہانگیری و سکھس انجے۔ ڈی کننگھم و تاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار۔)

تمام بڑے بڑے مؤرخ اس امر پر متفق ہیں کہ جہانگیر کو سکھوں سے کوئی مذہبی تعصب نہیں تھا۔ ارجن کے قتل کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ بغاوت کا لازمی ثمرہ تھا (تاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار۔ ہسٹری آف دی سکھس از کننگھم و لیٹر مغلز از اروِن جلد اوّل و آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا از اسمتھ)

گرو ہر گوبند نے جہانگیر کی فوج میں ایک عہدہ حاصل کیا۔ مگر سپاہ کی تنخواہ نہیں تقسیم کی۔ اور تمام روپیہ غبن کر لیا۔ جس کی پاداش میں جہانگیر نے اوس کو قلعہ گوالیار میں بارہ برس تک نظر بند رکھا۔ (ہسٹری آف دی سکھس و لیٹر مغلز) جہانگیر کے بعد گرو ہر گوبند نے شاہجہان کی ملازمت اختیار کی۔ آخر سلطنت کی مخالفت کی۔ شاہجہان پر حملہ کیا۔ شاہی فوج سے شکست کھا کر جنگلوں کو بھاگ اور وہیں مر گیا۔ (تاریخ اورنگ زیب و ہسٹری آف دی سکھس) گرو تیغ بہادر نے اورنگ زیب کی ملازمت کی مگر خفیہ فوج جمع کرتا رہا۔ بہت سے راہزن اوس کے پاس جمع ہو گئے قتل و غارت شروع کیا۔ شاہی مجرموں کو پناہ دی (ہسٹری آف سکھس و دی سکھس از گورڈن)۔ سنہ ۱۶۷۵ء میں تیغ بہادر باغی ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ (ہسٹری سکھس کننگھم)

گروؤں کی موت

نمبر شمار	نام گرو	کیفیت
۱	نانک	سنہ ۱۵۳۹ء میں طبعی موت سے مرا۔
۲	انگد	طبعی موت سے مرا۔
۳	امرداس	
۴	رام داس	اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۷ء میں وہ زمین جاگیر میں دی جہان امرتسر کا تالاب ہے اوس کے بعد تالاب بنا۔ اور شہر آباد ہوا۔ یہ گرو طبعی موت سے مرا۔
۵	ارجن	جہانگیر نے بجرم بغاوت قتل کرایا۔
۶	ہرگوبند	طبعی موت سے مرا۔ قتل و غارت کیا۔ شاہی فوج کے مقابلہ سے فرار ہوا۔
۷	ہر رائے	طبعی موت سے مرا۔ عالمگیر کے خلاف دارا شکوہ کی امداد کی۔ شاہی فوج کو روکا۔
۸	ہرکشن	طبعی موت سے مرا۔
۹	تیغ بہادر	بغاوت و قتل و غارت کے جرم میں عالمگیر نے قتل کرایا۔
۱۰	گوبند سنگھ	قتل و غارت کیتا تھا آخر معافی خواہ ہوا۔ دکن میں ایک خانگی قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

تیسرا باب

مضامین متفرق

اس باب میں جسقدر مضامین ہیں وہ اُن مفصل مضامین کا خلاصہ ہیں جو میں نے اپنے رسالۂ جہاد اسلام المعروف باطل شکن میں لکھے ہیں۔ یہان کسی قدر بقدر ضرورت ان کا خلاصہ لکھدیا تفصیل طلب حضرات کو رسالہ مذکور ملاحظہ فرمانا چاہیے:۔

جہاد

یہ لفظ جہد سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ مجازاً جنگ پر بھی بولا جاتاہے۔ مخالفین نے عوام کو بہکانے کے لئے یہ اعتراض گھڑ رکھاہے کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ غیر مذہب والون کو قتل کرو۔ لیکن یہ سراسر اتہام ہے خواہ مخواہ جنگ کرنیکا کہیں حکم نہیں بلکہ ایسے شخص کو مفسد کہا گیاہے اور اوس کیلئے وعید آئی ہے۔ اسلام نے جنگ کرنیکا جب حکم دیا کہ کوئی مسلمانون پر ظلم و زیادتی کرے۔ امر حق و انصاف سے گریز کرے رسُول کریم نے اوس وقت تلوار اٹھائی جب برسون تک آپ اور آپ کے اصحابؓ مظالم سہتے سہتے تنگ آگئے۔ اوّل اُن مظالم سے بچنے کے لئے آپ نے وطن چھوڑا۔ جب وہان بھی ظالمون نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اب اون کا مقابلہ کیا جائے۔ تلوار کا جواب تلوار سے دیا جائے تب آپ نے تلوار اُٹھائی۔ قرآن مجید میں پہلا حکم جو قتال کا ہے اوس میں صاف صراحت ہے۔ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ۔ یعنی خدا کی راہ میں اون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ایک جگہ جنگ کرنیکا مقصد اس طرح ظاہر فرمایاہے وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ یعنی فساد

رفع ہونے تک لڑو"۔ چونکہ حضور علیہ السلام نے انتہائے تحمل کے بعد مجبور ہوکر رفع بطلان وفساد کے لئے تلوار اٹھائی۔ اس لئے آپ کی تمام لڑائیوں کو دفاعی کہا جاتا ہے۔ اسلامی لڑائیونکی علماء نے دو قسمین مقرر کی ہیں۔ ایک ہجومی یا اقدامی۔ دوسری دفاعی۔ ہجومی وہ کہ مسلمان دشمن پر چڑھ کر گئے۔ دفاعی یہ کہ دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ چونکہ اسلامی لڑائیاں رفع بطلان و رفع شر کے لئے ہوئی ہیں اس لئے یہ ہجوم بھی ایک قسم کا دفاع ہے۔ بدین وجہ میں نے آپ کی تمام لڑائیون کو دفاعی قرار دیا ہے اور غالباً اس ہی سبب سے ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ آنحضرت کی جسقدر لڑائیاں تھیں وہ اقدامی نہ تھین دفاعی تھیں (پریچنگ آف اسلام)

ہر انسان پر لازم ہے کہ تحمل کرے۔ لیکن اوسکا یہ تحمل اس حد پر نہ پہونچے کہ اخلاقی قوت شجاعت زائل ہوکر بزدلی پیدا ہو جائے۔ بزدلی قومی موت کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اس خیال میں آریہ اخبار تیج بھی ہمارا ہم آہنگ ہے چنانچہ لکھتا ہے جس ملک کے باشندون یا افراد کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر قسم کے مظالم کو بے چون وچرا کے برداشت کرتے جائیں۔ ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی چلی جائے۔ مگر ماسوائے گریہ وزاری کرنے کے رگ حمیت جوش میں نہ آئے۔ اور مظالم کے سد باب کے لئے کوشش نہ کرین۔ ان کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق بھی کیا ہے۔ اگر وہ چاہیں بھی تو کتنے دن تک زندہ رہ سکتے ہیں آج نہین تو کل اپنی قوم کا خاتمہ ہوکر رہیگا۔ فی الحقیقت ایسے لوگون کا شمار زندہ مردون میں ہوتا ہے اور وہ جس قوم کے ساتھ بھی تعلق رکھین باعث ننگ ہوتے ہیں (مئی سنہ ۱۹۲۷ء) جسقدر اوپر مذکور ہوا مذہبی جنگ کی اسقدر حقیقت ہے۔ رہا بادشاہون کا لڑنا۔ وہ کونسا ملک ہے وہ کون سی قوم ہے وہ کونسا مذہب ہے کہ بادشاہون نے جنگ نہیں کی۔ بادشاہ ہمیشہ اپنے مفاد پر لڑتے ہیں اون کی ذاتی لڑائیون کا مذہب سے تعلق نہیں ہوتا۔ مسلمان سلاطین آپس میں بھی لڑے ہیں۔ عیسائی والیان ملک بھی آپس میں لڑے ہیں۔ ہندو راجے بھی آپس میں لڑے ہیں۔ اور ان تینون قومون کے صاحبان تاج غیر قومون کے بادشاہون سے بھی لڑے ہیں۔ مذہبی جنگ تو وہ ہے کہ جو کسی مذہبی معاملہ پر یا کسی حامل مذہب کی سرکردگی میں ہو۔ دیگر مذاہب میں تو نہیں لیکن اسلام نے اس معاملہ کو صاف کردیا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں سلاطین کا مرتبہ عام مسلمانوں سے کم ہے۔ دین اور دینی معاملات کے لئے بزرگان ہنود نے بڑی بڑی خونریزیاں کی ہیں۔ مسٹر منمتہ وت لکھتے ہیں۔ سری کرشن نے کنس پر حملہ کیا اور آن کی آن میں اُسے واصل جہنم کیا (صفحہ ۳ رہنمایان ہند) بھیم ارجن نکل سہدیو قرب وجوار کی سلطنتین فتح کرنے نکلے۔ بہت سے بادشاہون کو مغلوب کیا۔ بہت سی ریاستون سے خراج لیا۔ غرض بے انتہا

زر و جواہر اور بہت سا مال و متاع لے کر گھر کو پھرے تو راجہ جدہشٹر نے ان فتوحات کی شہرت دینے کے لئے راج سوجگ کرنیکا ارادہ کیا (رہنمایان ہند صفحہ ۶۶) وہ (بھیم ارجن سری کرشن) وہان (راجہ جراسند کے شہر میں) برہمنون کے بھیس میں پہونچے۔ بڑے اعزاز و اکرام سے ان کا استقبال کیا گیا۔ سری کرشن نے راجہ سے اس طرح خطاب کیا۔ ہمیں برہمن نہ سمجھیں ہم چہتری ہیں۔ یہ بھیم ہے یہ ارجن ہے اور میں کرشن ہون۔ ہم تم سے دست بدست مبارزت کرنے آئے ہیں (رہنمایان ہند) سمندر گپت اس بادشاہ نے سارے ہندوستان کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے صفحہ ۱۲۱) ہندو مصنفین جنگ جوئی پر اپنے متقدمین کو بہت سراہتے ہیں کنہیا لال ہندی لکھتے ہیں۔

در مدح راجہ رامچندر

جلا ہر اوس کا ہوتا تھا حملہ درشت	دکھاتا تھا دشمن وہین اپنی پشت
ہزارون کے دیو اوس نے ہلاک	عدو کی اڑائی زمانہ میں خاک
مریچ ستمگر کو بے جان کیا	پریشان کیا اوس کو حیران کیا
بنا جب کہ راون عدو رام کا	گیا نام دنیا سے گمنام کا

(صفحہ ۱۹۵)

در مدح سری کرشن

جو سرکش تھے اون کیا سر قلم	کیا غرق خون اون کو سر تا قدم
بنا اون کا حامی جو تھے حق پرست	بسختی کیا دشمن دین کو پست

(صفحہ ۱۹۵) اخلاق ہندی مطبوعہ سنہ ۱۸۴۷ء)

جب کوئی ہادی کسی قوم یا ملک کی ہدایت کیلئے منجانب اللہ مقرر ہوا ہے تو اسکو مجبوراً اس رسم کی پابندی اختیار کر کے لوگون سے جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں مقابلہ پر آمادہ ہوتا اور میدان جدال و قتال گرم کرنا پڑا ہے مذہب ہنود کے اوتارون میں سے مہاراج سری

باطل پرستون کا جہاد

یہود جو عیسائی اپنا مذہب ترک کر کے یہودی بننے سے انکار کرتے تھے اون کو قتل کیا جاتا تھا۔ (کریڈل آف اسلام) بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتون اور اون کے بچون کو اسیر کیا

دیکھئے کہ نظر بدامی (جام جہان نما مصنفہ مہاراجہ سر کشن پرشاد مدار السلطنت)

اون کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اون کے سارے شہروں کو جن میں وے رہتے تھے اور اون کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ غصہ ہوا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا۔

تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو۔ (عہد قدیم ۴ اعداد ۳۱)

عیسائی تو اون کی سرحد تک جا مار۔ اور بیت ہ الیوں کے میٹ پہاڑ دالا (اسلاطین باب ۱۵) جو شہر میں تھے مرد کیا عورت کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدھا تہ تیغ کیا (یشوع باب ۶) پہلے تو بجبر عیسائی بنائے گئے (مسلمان) باقی جو رہے اون کو آگ میں جلایا۔ (پریچنگ آف اسلام) کوہستان البکرانہ میں کونٹ آف سیرین نے ایک مسجد کو جس میں عورتیں اور بچے محفوظ تھے باروت سے اڑا دیا (کارنامہ مور)

زرتشتی نوشیروان عادل نے فرقہ مزدقیہ کو قتل کیا (تاریخ ایران و تاریخ ایران حصہ اول سرجان ملکم صـ ۱۷۹)۔ گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہان کا دین زرتشتی کو رواج دیکر آیا۔ لیکن افراسیاب کے پوتے ارجاسپ نے جو کہ تاتار کا بادشاہ تھا خود اسپر حملہ کیا اور ترک مذہب جدید کا خواہان ہوا آپس میں متعدد مذہبی خونریزیاں ہوئیں آخر میں تاتاری لشکر نے شکست کھائی اور ارجاسپ مارا گیا۔ لیکن اوس کے ایک افسر نے عبادت خانہ میں اسفندیار کو زخمی کیا اور یہی زخم اوس کی موت کا باعث ہوا (مشاہیر عالم مصنفہ دینا ناتھ صـ ۱۶۵) اس مذہبی جنگ کا ذکر سر جان ملکم نے بھی تاریخ ایران کے صـ ۱۶ پر کیا ہے۔ پارسیوں کی مذہبی کتاب[1]

بودھ حکومت مگدھ میں بودھ مذہب کی اچھی اشاعت ہوئی۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد صـ ۷۵) سنہ ۱۵۹۱ء میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے۔ سنہ ۱۵۹۳ء میں تین عیسائی زندہ جلائے گئے (تاریخ جاپان)

جین مت جینیوں نے وید وغیرہ جتنی کتابیں بھی پائیں اون کو تلف کر دیا اون کے اصولوں کو برباد کر دیا۔ آریوں پر حکومت کا زور چلایا اون کو تکلیف بھی دی (برہمنوں کی لیلا)

---

[1] گاتا میں ہے کہ گشتاسپ مرید زرتشت سے ارجاسپ تورانی سے مذہبی جنگ ہوئی۔ اس ہی جنگ میں بلخ کے آتشکدہ میں ایک سپاہی نے

ہندو دھرم

اے انسان جس طرح بھی دشمنون کو ہلاک کیا جاسکے اسی قسم کے کامون کو کرکے مذہبی راحت سے زندگی بسر کر (یجروید ۲۸/۱) تیج دھاری ودوان پرش آپ دھرم کے مخالف دشمنون کو آگ میں جلاڈالین (یجروید ۳۴/۱۲) اے راجہ راکشش (کافر) اور تیز طبیعت عورت کو دبوچ کے سر مار دے (اتروید منتر ۴۲) اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنون کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا (رگوید منڈل ۱۰ منتر ۲۹) اندر نے وترا کو قتل کیا۔ اور قصبے کے قصبے اور گانون کے گانون تہ و بالا کر دئے وہ جو کالے داسون کے فوجون کو تباہ کرتا ہے۔ (رگوید ص۳۷) (ماخوذ از اردو ترجمہ کتاب قدیم ہندوستان مصنفہ سی آر دت) پراشر نے راکششون کو جلانا شروع کیا اوس کے دادا بششٹ جی نے کہا کہ بیٹا اب تم غصہ کو تھوک دو اور راکشش لوگون پر رحم کرو وہ بے قصور ہیں (لنگ پران ادہیائے ۶۴) آریون نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قومون کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کرکے آئے اوس وقت بہت ملک غیر آباد تھا اس لئے اناریہ اقوام ان کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں۔ اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے اس خیال سے انہون نے اناریہ قوم کو زیر کرنا شروع کیا (واقعات ہند تلسی رام) جن کو ہم اصلی باشندے کہتے ہیں جو آریہ نسل سے پامال ہوئے (تاریخ ہند) وشوامتر جی اون کو (رام چندر اور اون کے بھائیون کو) ملیچھون سے لڑنے کے لئے لے گئے جن میں ان کھشتریون نے فتح پائی (تاریخ ہند حصہ اول لالہ لاجپت رائے ص۱۱۳) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں بعض ہندو راجاؤن نے بلاشبہ کچھ زیادتیاں جینیون اور بدھون پر کین۔ اور نیز جین اور بودھ راجاؤن نے ہندؤن پر بھی ظلم کئے (ص۳۶) پانڈیا خاندان کے راجہ کونا نامی نے جینیون کو بہت ستایا اول یہ راجہ خود بڑا کٹر جین تھا پھر وہ اپنی رانی کی ترغیب سے شیومت کا اپاسک ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے آٹھ ہزار جینیون کا چمڑا اترواکر اون کو نہایت عذاب سے مارا (ص۳۹) یہ بادشاہ (مہندرو رمان) ابتدا میں جین تھا مگر پھر اس نے شیومت اختیار کیا۔ اور جینو کے مشہور پاٹلی پترن کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ کیا (ص۴۹) اس خاندان (گنگا خاندان) کے راجاؤن کا دھرم اول بودھ تھا بعد میں کئی راجے وشنو ہوگئے۔ اور کئی راجے پہلے جین مت تھے اور پھر شیومت میں شامل ہوگئے۔ (آگے لکھتے ہیں) بعض راجاؤن نے جین ہونے کی وجہ سے شیومت والون پر اور بعضون نے شیوی ہوکر جین دھرم والون پر سختی کی۔ (ص۴۲) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوؤن کے پولیٹکل

زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی اختلافات کیوجہ سے کبھی ظلم و ستم نہیں ہوئے (مٹ ۴۴)

سکھ گرو گوبند سنگھ مسلمانوں کے قتل کرنے کو ثواب عظیم اور اپنی نجات کا موجب تصور کرتے تھے۔ (تاریخ پنجاب کنھیالال) ترکون (مسلمانون) کو ناپید کرنا خالصہ جی پر فرض و واجب ہے (پرکاش مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور بحوالہ جنم ساکھی)۔

غرض جنگ کے احکامات ہر مذہب اور ہر قوم میں ہیں اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک نے اوس کو برتا ہے۔ صاحب عقل کے لئے قابل غور یہ بات ہے کہ کس مذہب کے احکام جنگ مہذب و رحیمانہ اور کس کے وحشیانہ ہیں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات اور گذشتہ ابواب کے بیانات سے ناظرین کو یہ معلوم ہوگیا کہ غیر مسلم جنگ آورون نے نہایت ظلم و ستم کے ساتھ زیر دست قومون کو برباد کیا ہے۔

اسلام کے جنگی احکام

۱۔ جو تم سے لڑین اون سے لڑو۔ ۲ جسقدر تمھارے دشمن تکلیف دیں تم اُسی قدر تکلیف دے سکتے ہو اور اگر صبر کروگے تو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ زیادتی کروگے گنہگار ہوگے۔ ۳۔ اوس حدتک لڑو جب تک فساد رفع ہو۔ ۴ دشمن صلح چاہے تو صلح کرلو۔ ۵ جب قابو پاجاؤ تو معاف کردو۔ ۶۔ عورتون بچون بوڑھون فقیرون مذہبی خدمات کرنے والون کو قتل نہ کرو۔ (اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے جو قاتل یا باعث قتل و فساد ہو۔ ۷ پھلدار درخت اور کھیت نہ کاٹو۔ ۸ آگ نہ لگائی جائے۔ (اس حکم سے وہ موقع مستثنیٰ ہے جس سے دشمن تقویت پاسکے۔ شدید مجبوری و سختی کا وقت مستثنیٰ ہے)۔ ۹ معابد نہ منہدم کئے جائیں۔ ۱۰ جو وعدہ کرو اوس کو پورا کرو۔ ۱۱ اگر کوئی کافر مشرک امن طلب کرے تو اوس کو امن دو۔ ۱۲ قیدیون کو آرام سے رکھو۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں یہ لشکر (اسلامی لشکر) اون انصاف اعتدال کے اصولون کا پابند تھا جن کو حضرت ابوبکرؓ نے اوّل معرکہ شام میں پابندی کے لئے اس طرح ہدایت فرمائی تھی کہ ۔ انصاف کرنا۔ جو وعدہ کرو اوس کو نہ توڑنا۔ بچون بڈھون عورتون کو قتل نہ کرنا۔ جن درختون میں پھل لگے ہون اون کو نہ کاٹنا۔ ریوڑ ن گلون اونٹون کو بجز کھانے کی ضرورت کے سوا نہ مارنا۔ (پریچنگ آف اسلام) پنڈت ویکانند لکھتے ہیں میں سمجھتا ہون جن دہشت اور

پاپی لوگون نے مسلمانون کے ساتھ جبر و تشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف اور اذیت پہنچائی تھی اون کو جتنی سزا دیجاتی کچھ بے جا نہ ہوتی - لیکن ایسے لوگون کے ساتھ رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرنا حضرت محمد کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا اچھا ثبوت ہے - ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے - راون نے جب سیتا جی کو بہکایا اور شری رامچندر جی کے ساتھ دغابازی کی تو قابو حاصل ہوجانے پر رام چندر جی مہاراج نے اس راکشس سے بدلہ لیا تھا (اخبار نور مارچ ۱۹۲۸ء) دیگر مذاہب کے جنگی احکامات اور عمل کا کچھ پہلے بیان آچکا ہے کچھ آگے مذکور ہوگا -

دنیا میں اشاعت اسلام

اسلام نے اپنی تبلیغ کا طریقہ اس طرح تعلیم کیا ہے کہ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة - یعنی اپنے خدا کے راستہ کی طرف لوگون کو دانشمندانہ طریق اور اچھی نصیحتون سے بلاؤ " درحقیقت تمام مذاہب عالم میں جسقدر جلد حیرت انگیز اشاعت اسلام کی ہوئی یہ بات کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہوئی - اس کا سبب اسلام کی سادگی اور اسکے مسائل کا موافق فطرت ہونا - اور اوس کے حاملون کا حسن اخلاق تھا - خدا کے ذات پر ایمان کے متعلق ایسی سادہ تعلیم ہے کہ جس میں کوئی اینچ پینچ نہیں - ایک بچہ - ایک جاہل - ایک وحشی بھی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے - اسلام صاف کہتا ہے کہ خدا ایک ہے وہ اپنی ذات و صفات میں ہر طرح سے یگانہ ہے - کوئی اوس کا مثل و نظیر و شریک و سہیم نہیں - اسلام خدا کو نہ ایک کا تین بتاتا ہے نہ تین کا ایک نہ اوس کے دو ہمعصر مان کر اوس کو مد فضول ٹھیراتا ہے نیکی کی جزا جنت ہے جہان ہر قسم کی ظاہری و باطنی راحت ہوگی - بدی کا عوض جہنم ہے جہان ہر قسم کی تکلیف ہوگی - یہ نہیں کہ انسان مرنیکے بعد کتا - سور - گدھا بنایا جائے - اسلام کی کتاب ایسی کتاب ہے جو اپنے نزول کے وقت سے آج تک محفوظ ہے - جسکی فصاحت ، بلاغت حکمت مسلم ہے - اسلام کے حامل شرفا - نجبا - برگزیدہ لوگ ہیں - جنکی لائف بدستور موجود و محفوظ ہے پادری مرقس ڈاڈ لکھتے ہیں - مذہب اسلام کی انتہا درجہ کی سادگی نے اس کے جلد جلد شائع ہونے

میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس سے عقل انسانی کو فطری مناسبت ہے۔ (محمد اور مسیح) گاندھی جی لکھتے ہیں۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ (مدینہ ستمبر ۲۶ء بحوالہ ینگ انڈیا) منشی سداسکھ لال لکھتے ہیں محمدؐ نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر سکان عرب کو مرید کر لیا (تاریخ ہند) مسٹر اسے راما سوامی لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کا ماحصل توحید باری تعالےٰ اور مساوات انسانی ہے (مدینہ ستمبر ۲۸ء) ہندو فاضل پروفیسر ایچ۔ سی۔ کمار۔ بی اے۔ ایف۔ ٹی ایس۔ جائنٹ جنرل سکرٹری تھیوسوفیکل سوسائٹی ہند لکھتے ہیں "دس سال کے قلیل عرصہ میں جو عالیشان کامیابی حضرت محمد صاحب کو حاصل ہوئی اوسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بدھ دہرم کی کامیابی راجہ اشوک کی حمایت سے ہوئی۔ عیسائی مذہب کی کامیابی شاہ کانسٹنٹائن کی مدد سے ہوئی اور دونوں طویل عرصہ کے بعد۔ مگر اسلام کی کامیابی خود آپ کے ذریعہ سے ہوئی۔ اور اوس کی سرعت ایسی تھی کہ ابتک حیرت پیدا کرتی ہے۔ حضرت محمد صاحب نے جو فتوحات حاصل کیں وہ زیادہ تر تالیف قلوب کی فتوحات تھیں"۔ لالہ رام چندر۔ بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی۔ پریزیڈنٹ آڑورینس لکھہ سبھا لاہور لکھتے ہیں۔ وحدانیت و مساوات دونوں بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جبتک وحدانیت و مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اوس وقت تک اس فیض رسانی کا سہرا حضرت محمد علیہ السلام کے سر رہیگا"۔ (الفضل مئی ۲۹ء) گروکل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو۔ ایم۔ اے لکھتے ہیں"۔ قرآن کی بھاشا (زبان) بہت سندر (عمدہ) ہے اس میں فصاحت بلاغت بھری ہے۔ اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتین ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں۔ صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمدؐ صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے (پرکاش فروری ۲۷ء) پروفیسر دہرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا"۔ حضرت محمد صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قایم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھی"۔ (الفضل ۲۷ء) پروفیسر روچی رام ممبر پنجاب کونسل لکھتے ہیں"۔ آپ نے (محمدؐ) انسانی ترقی کے لئے جسقدر کوششیں فرمائی ہیں وہ بالکل غیر فانی ہیں۔ ان کوششوں کے باعث دنیا ہمیشہ تک آپ کی احسان مند رہے گی (الامان اگست ۲۹ء) لالہ رام چند منچندہ ایڈوکیٹ

لاہور لکھتے ہیں: "پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کو اپنی مشن کو رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی ہے وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے ناشائستہ۔ خونخوار۔ کینہ ور۔ جنگجو عربوں کے قبیلوں کو جو بت پرستی اور توہم پرستی میں غرقاب تھے آپس کے جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا۔ تمام قبیلے ایک سردار کے جھنڈے کے نیچے آگئے اور ایک متحد قوم بن کر نہایت ہی قلیل عرصہ میں۔ ایشیا۔ شمالی افریقہ۔ جنوبی یورپ میں پھیل گئی۔ اور وہاں اپنی تہذیب کے جھنڈے نصب کر دئے۔ دنیا کی تاریخ اس کامیابی کے بالمقابل دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کامیابی یکتا ہے بے مثال ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کو بارہ سال میں پستی سے اوج پر پہنچانے کی اس کے سوا دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ یہ ایک حیرت انگیز معجزہ ہے کہ ان کی بدولت وحدانیت مساوات کے بیش بہا اصولوں کا کثیر التعداد انسانی جماعتوں میں عمل ہوا جس سے انسان بہ نسبت مجموعی تہذیب کے راستہ پر آگے بڑھنے لگے وہ انسان جو فرقہ وارانہ نقطہ نگاہ سے اوپر ہیں پیغمبر اسلام کے لاثانی احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے۔" (الامان اگست سنہ ۱۹۲۹ء) سردار کشن سنگھ لکھتے ہیں: "اس بعثت و دعوت کے بعد صفحہ ارض پر ایک جدید تہذیب اور ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے لڑکی کی ولادت اس قدر ننگ خیال کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی۔ جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پر پوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمدؐ صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد و ہدایتیں تھیں کہ باوجود ان کے غیر تعلیمیافتہ ہونے۔ اور اس سوسائٹی میں نشوونما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمدؐ صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔" (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمدؐ صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی۔ چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب نے جن کی مذہبی رواداری اور بےلاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے۔ انہوں نے حضرت محمدؐ صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد ان کی تعریف میں جو دو لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب

مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے اونہوں نے فرمایا ہے ؎

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول — نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

(اخبار خلافت بمبئی ۲۸ ۔ نومبر سنہ ۲۹ عیسوی۔)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے مسلمان پیدا کر لیتی تھی (تمدن عرب) ریورنڈ پادری غلام مسیح ۔ اڈیٹر نور افشان لکھتے ہیں (خدا ترسی اور خدا پرستی آپ کی (محمدؐ) زندگی میں نمایاں جگہ رکھتی ہے (آگے لکھتے ہیں) آپ کے زمانہ کے آزاد عرب کے سرداروں کے مشاغل زندگی کا اور عربوں کے مذہبی عقائد و رسوم کا تاریخ نویسوں نے نہایت سیاہ خاکہ کھینچا ہے ۔ ان کی شراب نوشی کا جوا بازی کا ان کے حسب و نسب پر فخر کرنیکا اون کی خود غرضانہ زندگی کے تباہ کن طرز عمل کا ۔ ان کے ظلم و شر کا ۔ اور غلاموں وغیرہ سے بدسلوکیوں کا بیوہ یتیموں پر مظالم روا رکھنے کا ۔ ناچ رنگ میں مشغول رہنے کا ۔ کفر و نفاق کا مفصل ذکر کیا ہے ۔ مگر حیرت اس بات میں پائی جاتی ہے کہ تاریخ نے آنحضرت کو خوشحالی اور فارغ البالی اور اپنی کامیابی اور اقبال مندی کے زمانہ میں بھی عربوں کی مکروہات سے مانوس نہیں دکھایا۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اوس کے ساتھ دوسروں کے مقابلہ میں نیکی اور انصاف جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے ۔ (تمدن عرب) محمد صاحب امن و امان کے خواہاں تھے وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے ۔ خدا کی عبادت کرو ۔ نیک کام کرو (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) شری پرکاش دیو جی لکھتے ہیں ۔ آنحضرت کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہونچے اون کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکر گزار ہونا مناسب ہے (سوانح عمری محمد صاحب) ڈاکٹر جی ۔ ویل لکھتے ہیں (بیشک محمد صاحب نے گمراہوں کے لئے ایک بہترین راہ ہدایت قایم کی ۔ اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک و صاف تھی ۔ آپ کی خوش اخلاقی رحمدلی محدود نہ تھی) مسٹر اڈورمونٹے لکھتے ہیں (سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتی ہے) ۔ ایس مارگیولتھ لکھتے ہیں (آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جانوروں پر بھی ظلم و ستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے) مسٹر اڈورڈ لکھتے ہیں (محمدؐ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام) گاندھی جی لکھتے ہیں مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (ینگ انڈیا) (قرآن

کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین
ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور ایک حکیم فلسفی حکمت الہٰی بیان کرتا ہے)۔ کوئی انسان مثل اس
کے (قرآن) نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے (مسٹر سیل) یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے
(دیباچہ قرآن جی ایم راڈویل) مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری
کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ (لائف آف محمدؐ) لالہ لشن داس
جہلمی لکھتے ہیں۔ جو اخوت پیغمبر اسلام نے قایم کی ہے کوئی نہیں کر سکا۔ جس مضبوط چٹان پر اسلام
کی بنیاد حضرت ممدوح رکھی ہے وہ کسی کو ملا ہے نہ ملیگا۔ (زمیندار سنہ ۱۹۳۶ء) اسلام نے تلوار کے بل پر
کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی بے نفسی
عہود و مواثیق کا انتہائی احترام اپنے رفقا و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرأت بے خوفی اللہ تعالیٰ
پر کامل بھروسہ اور اپنے مقاصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد۔ اسلام کی کامیابی کے
حقیقی اسباب تھے۔ (ملت کراچی ۹ اگست سنہ ۱۹ء) سری رامچندر جی مہاراج و بھگوان کرشن جی
دگرو نانک دیوجی۔ و حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ یہ روحانی بادشاہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ ان میں
ایک روحانی شہنشاہ بھی جسکا مقدس نام محمدؐ تھا۔ جس کے معنی ہی مہا کئے گئے۔ اور جس کی پوتر لائف
کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا مگر حضرت محمدؐ
صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ (رہبر دکن از عالیجناب
بھگت رائے صاحب ایڈوکیٹ کوہ مری) حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا
لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بودھ بھی حضرت محمدؐ سے
محبت رکھتے اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے برما میں ہم بخوشی اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دیتے
ہیں۔ (مضمون پیشوائے اعظم مذہب بودھ عالیجناب مانگ تونگ صاحب از رہبر دکن سنہ ۱۳۳۹ف)
لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا۔ مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ
زبردستی جو چیز پھیلائی جاتی ہے وہ جلدی ظالم سے واپس لی جاتی ہے۔ اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے
ساتھ ہوئی ہوتی تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ
اسلام دن بدن ترقی پر ہے کیوں یہ اس لئے کہ بانی اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی منش ماتر (انسان)
کے لئے پریم تھا۔ ان کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اون کی رہنمائی
کر رہے تھے (از عالیجناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ست ایدیش منقول از ملت ۹ اگست سنہ ۱۹ء) آنحضرت

کی شان میں ناواقفیت یا شرارت سے یہ کہنا کہ ان کی تعلیم میں قتل و خونریزی تھی بالکل غلط و خلافِ واقعہ ہے۔ جس شخص کا دل ننھے ننھے بچوں کے رونے سے بے قرار و بے چین ہو جاتا ہے۔ جو ہزاروں گالیاں اور دشنام سن کر بھی اپنی نگاہ نیچی رکھے۔ اور کعبہ مکرمہ کی فتح کے روز صبر و تحمل رحم و رواداری کا وہ بے مثل مظاہرہ کرے کہ اس کی نظیر پیغمبرانِ عالم میں نہیں ملتی کہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی قابو حاصل ہونے پر معاف کر دیا۔ (از عالیجناب بابو برج بہاری لال صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل۔ منقول از ملت سنہ ۲۹ء) خود رسول اللہ اپنی غیر مسلم رعایا سے جس قسم کا برتاؤ کرتے تھے اس پر واقعات ذیل سے بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ مدینہ منورہ کے پاس ایک مقام خیبر ہے جہاں کی رعایا یہودی کافر تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے گوشت میں زہر ملا کر کھانیکو بھیجا۔ آپ نے اس تحفہ کو لے لیا۔ جب پتہ لگ گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو ان لوگوں کو بلا کر دریافت فرمایا انہوں نے اقرار کیا۔ مگر رسول کریم کے تحمل کو دیکھا جائے کہ باوجودیکہ ان لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی رعایا اور کافر تھے مگر آپ نے معاف کر دیا۔ اور انتقام کا خیال تک بھی دل میں نہ آنے دیا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب قصوروار کافر تک کو آپ نہیں مارتے تھے اور نہ مارنیکا حکم دیتے تھے تو بے قصور کسی کافر کو مارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے (از عالیجناب پنڈت رام کنور چوبے۔ ایم۔ اے۔ ایم آر۔ ایس منقول از ملت سنہ ۲۹ء)

ترے کنڈان بھالیان ترے موڈے بھیار — توریت انجیل زبور ترے پڑھے سن ڈٹھے وید

رہیا فرقان کتیبڑے کل جگ میں پروان — مطلب دو نان ناپایا ہندو مسلمان

ناتھ سے گو تری تیتھون روزہ نہ نماز — عملاں باجھون مومنون دوزخ وتی عذاب

مطلب۔ ہندو مسلمانوں نے توریت انجیل زبور وید بہت سی کتابیں دیکھ ڈالیں مگر مقصد ہاتھ نہ آیا البتہ مقصد قرآن میں عمل کی صورت میں ملا ہے نماز روزہ اور عمل کئے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔

(مکے دی ساکھی از نور ۲۵ء)

پت دن پوجا مت دن نجم جب دن کاہے جنیو — نا دہو دہو تلک چڑھاؤ سیج دن سوچ نہوئی

کل پردھان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

(مطلب پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتا چھوت چھات بھی بیکار ہے۔ جنیو اشنان ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئیگا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب کام آئے تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتھی پران کچھ بھی نہیں۔) (گرنتھ باوا نانک صفحہ ۱۳۶ از نور جولائی سنہ ۲۵ء)

غرض اسلام کی اشاعت کا باعث بزرگانِ اسلام کا حسنِ اخلاق قرآن مجید کے موافق عقل و فطرت تعلیم بےنظیر فصاحت و بلاغت ہے۔

(نوٹ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر ملاحظہ کیجئے)

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام

ہندوستان میں اشاعت اسلام کا داخلہ محض قدرت کی کارسازی سے ہوا اور حضور علیہ السلام کے عہد میں ہوا یعنی شہر کدنگلور (علاقہ ملابار) کے راجہ سامری نے شب کو معجزہ شق القمر دیکھا جب تحقیق کی تو حضور علیہ السلام کے دعوئے نبوت کا حال معلوم ہوا۔ پرانی کتابون کے جاننیوالون اور منجمون نے کہا کہ عرب میں ایک نبی ہوگا اوس کے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا۔ چنانچہ راجہ مشرف باسلام ہوکر مدینۂ منورہ کو روانہ ہوا۔ اس راجہ کا تذکرہ ملابار مینمول و ملابار ریپورٹ مرتبہ لالہ منسراج میں بھی ہے۔ بابو مکٹ بہاری لال نے بھی اپنی کتاب گورنمنٹ ہند کے صفحہ ۹ پر اس راجہ کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر ڈپٹی لال لنگم نے سوانح عمری سلطان حیدر علی میں اس راجہ کے مشرف باسلام ہونیکا ذکر کیا ہے اس راجہ کا نام ہیرامن پیرومل تھا اوس ہی زمانہ میں اس ہی معجزہ کو دیکھ کر راجہ دھار مسلمان ہوا اور ایک ہندو فاضل وامیر رتن نام مسلمان ہوئے جو بابا رتن صحابی کر کے مشہور ہیں اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلایق ہے سنہ ۶۱۵ء میں مسلمانون کی مختصر جماعت جس میں عورتین بچے بوڑھے سبھی تھے بغرض زیارت قدم آدم علیہ السلام عرب سے جزیرۂ سراندیپ کو روانہ ہوئے بادمخالف نے ان کشتیون کو علاقۂ ملابار کے کنارے لگا دیا مجبوراً یہ قافلہ اُتر کر شہر کدنگلور میں داخل ہوا۔ یہان کے راجہ نے اس پریشان حال غریب الوطن قافلہ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ اوس کی مہربانیون سے گرویدہ ہوکر یہ گروہ یہیں زمین گیر ہوگیا۔ راجہ نے ان کو معزز عہدے دئے۔ مناصب و جاگیرات دین ان لوگون کی وجہ سے عرب سے مستحکم تعلقات تجارت و آمد و رفت قایم ہوگئے۔ چنانچہ ایک قافلہ کے ساتھ صحابی رسول کریم حضرت تمیم انصاری تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔ اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلایق۔ اور مسلمانانِ قرنِ اولیٰ کی سرزمین ہند پر قدم رنجہ فرمائی کا شاہد عادل ہے۔ چونکہ اس گروہ میں سے بعض وہ حضرات تھے جن کو شرف صحبتِ رسولِ کریم حاصل ہوا تھا اور اکثر

صحابۂ کرامؓ کے مستفیدین تھے اس لئے اون کا ہر ہر فعل ایک ایک حرکت عدل و اخلاق حسنہ کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کو دیکھ کر ہندو گرویدہ ہوگئے۔ اور ان کو اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ اون سے ایک نسل مخلوط مسلمانوں کی چلی۔ ۸۱۵ء میں اس مخلوط نسل کا یہ عروج تھا کہ وہ صاحب تاج ہوگئے تھے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے چند ہندو اہل قلم اصحاب کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ بابو ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں:۔ اصل میں یہ سرزمین کریلا کے نام سے مشہور تھی اس پر شاہان چولا کا نائب مسمی پیرومل حکمران تھا۔ آخری نائبؔ[1] نے ۸۱۵ء کے قریب دین اسلام اختیار کیا۔ اور مکہ شریف کا حج کرنے کی نیت سے اپنے مقبوضات کو اپنے صاحب اقتدار سرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے جیرہ مل یا تولاتری سردار کو اپنی ریاست کا شمالی حصہ اور حقوق شاہی تفویض کئے۔ اور راجہ ٹراونکور کے جدامجد دنا یا وادنات کو جنوبی حصہ دیا۔ اور سردار سیٹھ کو جسکی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ مسلمان نائب کا بیٹا تھا کو چین حوالہ کیا۔ اور زمورن کو اپنی تلوار اور کچھ ملک عطا کیا۔ (سوانح عمری سلطان حیدر علی صفحہ ۹) عرب سے تجارتی تعلقات پیدا ہوتے ہی نائروں میں اسلام پھیل گیا تھا اور مخلوط قوم کی اولاد آدھی ہندو تھی آدھی عرب (سوانح عمری حیدر علی صفحہ ۲) بابو مکٹ بہاری لال بہار گوپی اے لکھتے ہیں کوچین کے راجہ چیرامن پیرومل کے خاندان میں سے ہیں جو ملک کرالا میں جس میں ٹراونکور اور مالابار شامل تھے چولا بادشاہوں کی طرف سے بطور وائسرائے کے اس صدی سے پہلے حکومت کرتا تھا بعد میں خود راجہ بن بیٹھا۔ (گورنمنٹ ہند صفحہ ۹۰) بابو منوہر لال لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں آگیا تھا۔ ملابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہوگئے تھے۔ اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہوگئے تھے راجہ نہایت مہربانی سے ان سے پیش آتا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملابار میں اسلام حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں داخل ہوا یا حضرت عمرؓ کے۔ حضرت عمرؓ کے عہد کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں۔ غرض اسلام کا ہندوستان میں جاری ہوجانا اوس وقت ثابت ہے جب کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ نہ تھا کہ ہندوستان پر کبھی حملہ کیا جائیگا۔ جبر کا اتہام لگانے والی

[1] یہ صحیح نہیں کیونکہ تامل روایات سے ثابت ہے کہ شنکر اچاریہ اس راجہ کے عہد میں پیدا ہوا۔ ڈاکٹر بزنل شنکر اچاریہ کی پیدائش ۸۵۰ء قرار دیتے ہیں۔ رسول کریم کی وفات ۶۳۲ء میں ہوئی۔ اسلئے یہ راجہ رسول کریم کے عہد میں تھا اور اسی زمانہ میں مشرف باسلام ہوا۔ راجہ سراندیپ عہد صحابہ کرامؓ میں مشرف باسلام ہوا (تاریخ فرشتہ و عجائب الہند مصنفہ ۳۰۰ھ)

سلیمان تاجر سیاح ۲۳۵ھ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے ولبھی پور کے راجہ کو مسلمانوں سے بیحد محبت ہے وہاں کے ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمر اسلئے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ایسا ہی مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔

* راجہ زیمورن رسول کریم کے عہد میں مسلمان ہوا (تحفۃ المجاہدین) بزرگ ابن شہریار ناخدا نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ راجہ سراندیپ نے عرب سے ہوکر وہاں سے رسول کریم کے حالات سنکر تحقیقات کیلئے اپنا سفیر مدینہ میں بھیجا پہنچا تو زمانہ
حضرت عمرؓ کا تھا (عجائب ہند)

بتائیں کہ اوس وقت کس نے جبر کیا تھا۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں:۔ حاکم سراندیپ پہلے راجا این ہندوستان سے او پر حقیقت اسلام کے واقف ہو کر صحابۂ کرام کے وقت میں تابعدار شریعت کا ہوا۔ (عمدۃ التواریخ صفحہ ۴۹) ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں نہایت شرح وبسط اور دلائل قویہ سے ہر ہر حصۂ ملک ہندوستان کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام اولیائے کرام وعلمائے عظام کے ذریعہ سے ہوئی۔ سلاطین کا اس سے کچھ تعلق نہ تھا اور بزرگان اسلام نے بزور اخلاق حسنہ ودلائل قویہ ہنود سے اسلام کو منوایا۔ (سنہ ۱۳۹۲ء میں راجہ مر گیا اوس کا بیٹا راجہ ہوا اور مسلمان ہو کر جلال الدین شرقی لقب اختیار کیا۔ (راجہ کانس کا بیٹا۔ مختصر سیر گلشن ہند مصنفہ بابو رام) دوسری راجہ (کشمیر) کا لڑکا نرنجن دیو سنہ ۱۳۲۵ء کو جانشین ہوا اور قوم کا برہمن تھا۔ مؤید الدین بلبل شاہ نامی ایک مسلمان فقیر کشمیر میں رہتا تھا۔ نرنجن اوس پر ایمان لاکر مسلمان مع خاندان کے ہو گیا اور اپنا نام صدر الدین رکھا (مختصر سیر گلشن ہند) اگر سلاطین اسلام بجبر اشاعت اسلام کرتے تو جن جن حصص ممالک پر مسلمانوں کا زیادہ عرصہ قبضہ رہا ہے وہان ہی زیادہ مسلمان ہوتے۔ دکن پر آجتک مسلمانوں کا قبضہ ہے مگر دکن میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ فیصدی سے بھی کم ہے۔ راجپوتانہ۔ سیلون۔ برما پر کبھی مسلمان قابض نہیں ہوئے لیکن وہان مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ اخیر دور سلطنت مغلیہ تک ہندوستان میں مسلمانوں کا شمار دو کروڑ سے کچھ زائد ثابت ہوتا ہے اب آٹھ کروڑ ہے یہ چھ کروڑ کا اضافہ سلطنت مغلیہ کے بعد انگریزوں کے عہد میں ہو وہ کونسی تلوار تھی جسے دیکھ دیکھ بھلے شئے مسلمان ہوتے رہے؟ لالہ ہنسراج نے یوم شردھانند میں لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پچھلی مردم شماری میں دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ بڑھ گئی اور ہندؤن کی تعداد ساتھ لاکھ کم ہو گئی (مدینہ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء) اخبار بین اصحاب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں یورپ۔ افریقہ۔ چین وغیرہ میں اسلام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ باوجودیکہ نہ اشاعت اسلام کا کوئی مشن قایم ہے نہ زر زمین زن کا کوئی لالچ دینے والا ہے نہ کوئی بادشاہ سرپرست ہے اور عیسائی مذہب جسکی پشت پر یورپ کی عیسائی سلطنتیں ہیں جو کروڑوں روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ اسی طرح آریہ دہرم جسکی پشت پناہی حتی المقدور راجگان ہند کر رہے ہیں۔ اور جہان زر زمین زن کی بھی افراط ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں دونوں کے قدم پیچھے ہٹے جاتے ہیں ذرا کوئی انصاف سے غور کر کے بتلائے کہ اس کا کیا سبب ہے اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدا میں تو ایک رسول کریم کی بے کس و

بے تہ ذات پاک تھی۔ اون تلوار چلانیوالون کو کس تلوار نے مسلمان بنایا۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے
ہین کہ ہند مین اسلام کے سرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب مین اعلیٰ درجہ کی
مساوات ہے۔ ہندو جو ذات پات کی مصیبتون مین گرفتار ہین اس موقع کو غنیمت سمجھ کر جوق جوق
پیغمبر اسلام کی حمایت مین داخل ہو گئے (آگے لکھتے ہین) جون جون تمدن مین ترقی ہوتی جاتی ہے
اور خیالات روشن ہوتے جاتے ہین اسلام کے پیرو بڑھتے جاتے ہین۔ ہند مین اسلام کا سلسلہ ختم
نہین ہوا ہے یہ وہی چال سے چپ چاپ بلا شور و آواز اب بھی جاری ہے (تمدن ہند) ہندوستان
مین اسلام کو جس بات سے اصل قوت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس مین ذاتون کی تفریق نہین ہے
اور یہی وہ بڑی چیز ہے جس سے وہ ہندؤن کو کثرت سے اپنا پیرو بناتا ہے (پریچنگ آف اسلام)
جہان جہان مسلمان کاشتکارون کے گھر موجود ہین وہان نیچی ذات کے ہندو اونچی ذات والون
کے ظلم و ستم سے عاجز آ کر جمع ہو جاتے ہین اور مسلمانون کی پناہ ڈھونڈکر اسلام قبول کر لیتے ہین۔
(گزیٹیر اسوبہ اودھ جلد اول) مسٹر ڈالٹن لکھتے ہین۔ اونچی ذات کے ہندو نیچی ذات کے ہندؤن
کو نہایت ذلیل و خوار سمجھتے ہین اور جب کسی نیچی ذات کے ہندو کو اپنی ترقی کا خواہان پاتے ہین تو
اوس کو طرح طرح کے نقصان پہنچاتے ہین۔ جب ان باتون کا ایسے مذہب سے مقابلہ کیا جاتا ہے
جس مین کوئی ذات سے خارج نہین ہو سکتا اور ہر شخص کو ترقی کرنے کے لئے آزادی ملتی ہے تو اسلام
کے حقیقی فوائد روشن ہو جاتے ہین۔ بنگال کے جولاہے جو سوتی کپڑا بنتے ہین اون کو ہندو بہت
ناپاک جانتے ہین۔ اس لئے یہ جولاہے مسلمان ہو جاتے ہین تاکہ ذلیل حالت سے چھٹکارا ہو (منقول
از پریچنگ آف اسلام) سر ڈبلو ڈبلو ہنٹر لکھتے ہین ان لوگون کے نزدیک جس مین مفلس مچھلی پکڑنے
والے شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے اسلام ایک اوتار تھا جو اون کے لئے آکاش
سے اترا تھا وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اوس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید کی
خبر اور انسانون کے برابر ہونیکا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جن کو سب ذلیل و خوار سمجھتے
تھے۔ جنوبی بنگال مین اسلام کو مستقل کامیابی جبر و اکراہ کی بدولت حاصل نہین ہوئی بلکہ اسلام
ہر شخص سے خود مخاطب ہوا اور مفلسوں مین سے لاکھون کو اپنا پیرو بنا لیا۔ اس کی تعلیم نے خدا کا
اور انسانی اخوت کا اعلیٰ ترین خیال پیدا کر دیا۔ اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قومون کو جو
صد ہا سال سے ہندؤن کے طبقہ سے قریب قریب خارج ہو کر بیزار ذلت و خواری کے ساتھ اپنے
دن کاٹ رہی تھی اون کو اسلام نے اپنی اخوت کے دائرہ مین بلا تکلف شامل کر لیا (ٹائمز فروری

۱۸۵۸ء) لالہ گوبند رام کھنہ کا ایک مضمون ہندو اخبار گرو گھنٹال سے اخبار الامان دہلی نے نقل کیا ہے۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں "جب سلطنت مغلیہ کی سطوت و شوکت کا چراغ گل ہوگیا اور دکن و وسط ہند میں مرہٹون کی حکومتین قایم ہوگئین اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہوگیا تو مسلمانون کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ ہوچکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندؤن کو اسلام قبول کرنے کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوا اگرچہ ہندؤن کو یہ امر ناگوار گذریگا۔ مگر ہمین اس سچائی کو تسلیم کرلینا چاہیے کہ اگر ہندؤن نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے اور اسمین جذب کی طاقت موجود ہے تو اس کے سوائے اس کی اور کوئی وجہ نہیں کہ معاشرتی پہلو سے ہندؤن کے نظام میں بوسیدگی پیدا ہوگئی۔ (۲۳ فروری ۱۹۳۰ء) الغرض ہندوستان اور ہندوستانی قومون میں اشاعت اسلام رسول کریم کے ہی عہد میں ہوگئی تھی جب رسول کریم نے شاہان عالم کو دعوت نامے تحریر فرمائے تو ہندوستان کے ایک راجہ کو بھی جسکا نام سرباتک تھا مدعو کیا اور اسکے پاس حذیفہ۔ اسامہ۔ صہیب صحابیؓ بھیجے وہ مشرف باسلام ہوا (سرباتک ذعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم) *

مذہب اور جبر

قرآن مجید میں صاف حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں جبر سے کوئی شخص سچا اور پکا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے لئے دو شرطین ہیں۔ ایک اقرار لسانی یعنی زبان سے تصدیق۔ یہ تو جبر سے ممکن ہے۔ دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ یہ جبر سے ممکن نہیں۔ پھر کیونکر کوئی زبردستی مسلمان بنایا جاسکتا ہے۔ حصین نام ایک صحابی تھے اون کے دو بیٹے عیسائی ہوگئے اونہون نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میں اون کو زبردستی مسلمان کرلون۔ آپ نے فرمایا دین میں جبر نہیں (تفسیر ابن کثیر) ہندو فاضل مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب کہتے ہیں اون سے میں نہایت ادب سے التماس کرونگا کہ وہ محمدؐ کے پیغام کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں جنہون نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین (الامان جون ۱۹۲۵ء) مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں اس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کیگئی ہے اوس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ مسٹر۔ ایچ۔ ڈی سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام کو نہ قبول کرنیکی سزا لازمی تلوار تھی۔ مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزامون کے ایک الزام ہے

شکل و صورت کے آدمی دیکھے تھے (ترمذی) حضرت علیؓ نے جنگ جمل میں خزانہ کی حفاظت پر جاٹونکو مقرر کیا (طبرانی) امیر معاویہ نے جاٹونکو شام کے ساحلی شہرون میں آباد کیا۔ (بلاذری)

جو غیر مذہب والون نے نا انصافی سے اس پر کیا ہے۔ یا (وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ حق پوشی کرتے ہیں۔ مسٹر رو بن سن لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجون نے خواہ ملک شام کو فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر بلند کیا یا بحیرۂ احمر کو عبور کر کے بحیرۂ اسود میں پاؤن جمائے۔ الغرض وہ جہان کہیں بھی پہونچے قرآن کی تعلیم اُن کے ساتھ گئی جس کی وجہ سے انہون نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ کسی قوم کو اونہون نے اس بناء پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی"

سبکتگین حیدر علی ٹیپو کے متعلق باب اول میں اون کے تذکرہ میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اونہون نے کسی پر مذہبی جبر نہیں کیا۔ محمد قاسم۔ محمود عالمگیر کے بیانات میں بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ اونہون نے بھی کسی پر تبدیل مذہب کے لئے جبر نہیں کیا۔ اسی بیان میں اسلامی احکامات و شہادتون سے ثابت کیا گیا ہے کہ جبر سے کوئی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ اب یہان محمد قاسم و محمود و عالمگیر کے متعلق چند شہادتین اور نقل کی جاتی ہیں (دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا یا اقوام پر کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا (مسٹر چینی لال ایم اے) برہمن آباد پر جب اہل عرب قابض ہوئے تو (محمد قاسم) ہندوؤن کو مندرون کی مرمت کرنے کی اجازت دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اول) ان لڑائیون میں (محمد قاسم) نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندرونکی مرمت کرائی (پیسہ اخبار اکٹوبر ۱۹۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال)۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اوس نے (محمود) سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جس طرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندوؤن کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اوس نے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ (واقعات ہند تلسی رام) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں اورنگ زیب کے عہد کی تاریخون میں بجبر مسلمان کرنیکا کہیں ذکر نہیں (پریچنگ آف اسلام) اورنگ زیب کی بیوی شاہزادہ معظم کی والدہ ہندو مذہب تھی اون پر کبھی تبدیل مذہب کے لئے زور نہیں ڈالا (واقعات ہند) عالمگیر نومسلمون کی امداد میں بے تعداد روپیہ خرچ کرتا تھا مگر کسی کو مذہب بدلنے کے لئے مجبور نہ کرتا تھا۔ (واقعات ہند) الگزینڈر ڈاؤ لکھتے ہیں اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نومسلمون کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اوس نے غیر مذہب کے لوگون پر سختیاں نہیں کین (تاریخ ہندوستان جلد سوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اسیطرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر

پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلود الزام ہے۔ اورنگ زیب نے مندروں کو جاگیریں دینا اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے (پیسہ اخبار اکتوبر [illegible]) ہندو رسالہ دہرم کی شہادت مفصل گزشتہ اوراق میں نقل کیجا چکی ہے۔ حق پسند کے لئے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ محمود و عالمگیر کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اونہوں نے بزور شمشیر اشاعت اسلام کی۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں بادشاہ دنیادار تھے یا دیندار اگر دنیادار تھے تو رعایا پر مذہبی جبر کرکے اپنی سلطنت کو خرابی میں نہ ڈالتے اس لئے یہ شہرت سراسر الزام و اتہام ہے اگر دیندار تھے اور خدا کی خوشنودی کے لئے حمایت دین کرتے تھے تو یہ بھی ضرور ہے کہ شرعی احکام کے موافق کرتے تھے کیونکہ کوئی احمق ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی کام کو مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرے اور اوس کا عمل مذہب کے خلاف کرے کیونکہ اس صورت میں اوس کا اجر نیک نہیں پاسکتا۔ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بڑا پابند نماز تھا اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا تھا اور اوس ہی کے ساتھ یہ بھی کہا جائے کہ وہ وضو کبھی نہ کرتا تھا تو کوئی احمق بھی اسکو باور نہ کریگا کہ ایک شخص اتنی بڑی تکلیف گوارا کرے اور پھر شرائط کو ادا نہ کرے۔ پس ہم کو شرعی روشنی میں دیکھنا چاہئے اگر بجبر تبدیل مذہب کرانا شرعاً جائز ہے تو ضرور عالمگیر و محمود نے کیا۔ اور اگر جائز نہیں تو محمود و عالمگیر نے نہیں کیا۔ اس کی تحقیق اوپر گزر چکی کہ مذہب میں جبر نہیں۔ لہٰذا یہ سراسر اتہام ہے۔ کیونکہ رسول کریم نے ذمی (غیر مسلم رعایا) کے متعلق آزادئ مذہب اور حفاظت معابد کا ارشاد فرمایا ہے کوئی دیندار اس کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

تمام مذاہب باطلہ کی اشاعت جبری ہوئی

یہودی بادشاہ ذو نواس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ اور لوگوں کو جبراً یہودی بنایا (تاریخ عرب)

عیسائی [illegible] میں یحیٰی ثانی نے مسلمانوں کو جبراً اصطباغ دلایا (پریچنگ آف اسلام) پروفیسر اشعوری پرشاد لکھتے ہیں: "اہل پرتگال مسلمانوں کے ساتھ

بہیرحمی سے پیش آئے اور بہت سون کو زبردستی عیسائی بنایا (تاریخ ہند)

زرتشتی گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہان گیا دین زرتشتی کو رواج دیکر آیا۔ (مشاہیر عالم مصنفہ دینا ناتھ) در عہد نوشیروان مزدک زندیق کہ دعوئ نبوت کردہ عالمے را گمراہ ساختہ بود مع توابع خود نود و ہشت ہزار کس بودند بقتل رسید (بساط الغنایم مصنفہ لچھمی نراین قلمی موجودہ کتب خانہ حیدرآباد ص۲۱۱) گشتاسب نے اپنی رعایا کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ (تاریخ ایران حصہ اوّل مصنفہ سرجان ملکم ص۶۷) نہایت متعصب تھا (اردشیر شاہ ایران) چنانچہ آتش پرستوں کے بڑھانے چڑھانے میں صرف کوشش ہی نہیں کی بلکہ ظلم و تعدی کے ذریعہ سے آتش پرستی کے عقیدون کو لوگون کے دلون میں بٹھانا چاہا (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۱۱۹)

صابی قدیم زمانہ میں صابی مذہب ایشیا میں کلدانیون کے علم اور اہل سیریا کی شمشیر سے پھیلا (گبن)

بت پرست سلاطین خاندان ہکسو جب مصر پر غالب ہوئے تو سب کو اپنے دیوتا سطیح کی پرستش پر مجبور کیا۔ اس طرح تمام ملک میں بت پرستی پھیل گئی (تاریخ مصر)

بودھ سنہ ۱۶۱۴ع میں عیسائی تحقیقات کے نام سے ایک خاص محکمہ قایم ہوا تاکہ دیسی عیسائیونکو ترک مذہب پر مجبور کیا جائے۔ (تاریخ جاپان) مہاراجہ اشوک نے اپنا تمام بل اور رسوخ اس دہرم کے پرچار میں ختم کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہاراجہ اشوک نے نیپال میں بدھ دہرم پھیلایا (تاریخ ہند لاجپت رائے) بدھ مذہب کے پرچار میں کنشک کی کوششیں اشوک کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہیں (تاریخ ہند لاجپت رائے) مسٹر جے کے نریان لکھتے ہیں جب افغانستان میں بدھ مذہب تھا تو وہ گویا ایشیا میں بدھ مذہب کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ یہ مذہب کنشک کے احکام اور شاہی قوت سے پھیلایا گیا۔ (الخلیل دسمبر سنہ ۲۷ء)

جین مت اگر جینی لوگ دوسرے بے علمون کو چیلا بناکر حیوانون کی طرح نہ باندھتے تو وہ اوس کے پھندے سے چھوٹ کر اپنے جسم کو سپل بنالیتے۔ (برہمنون کی لیلا)

سمت ۲۳۶ مطابق سنہ ۱۸۰ء میں خدا نے حکم دیا کہ حکومت مذہب کے ہاتھ سے قوم ترشکا میں منتقل ہو اس زمانہ میں ہندو پر جزیہ مقرر ہوا۔ ہنود کو جینین و مختلف اقوام امور انے جو ہند میں بکثرت

تھے تکلیف وایذا پہنچائی۔ جین والے ایسے اون کے دشمن تھے کہ بر بہانے بشکل شنکر اچاریہ اوتار لیکر اون کو غارت کیا۔ اور اون کے مذہب کو بنارس سے خارج کیا (ٹاڈ راجستان)

ہندو دھرم ان کلیون نے بودھ مت والون کو مار مار کر نکالنا شروع کیا۔ اور برہمنون کا مت پھر پھیلا دیا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) ہندو آریون نے قریباً تمام ہندوستان کو سر کرکے ایک بڑی بھاری پولٹیکل اور مذہبی سسٹم کی بنیاد ڈالی۔ (تاریخ ہند لاجپت رائے) سب سے چھوٹے پانڈو شہزادہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر للکار کہا جو شخص سری کرشن کی عبودیت سے منحرف ہوگا میں اوس کا سر پاؤں تلے پیس ڈالونگا۔ راجہ سسپال نے اسکی مخالفت کی۔ سری کرشن نے اس کو قتل کر دیا (رہنمایان ہند)

لوٹ

یہہ بھی مشہور کیا جاتا ہے کہ مسلمان دوسرے مذہب والون کا مال اسباب وغیرہ لوٹنا ثواب سمجھتے ہیں۔ جس طرح سے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے وہ غلط ہے اس کی صرف اس قدر حقیقت ہے کہ غیر مذہب کے لوگ جب شرارت کرین امر حق کو قبول نہ کرین اور اون سے جنگ ہو تو اون کی رسد اور خزانہ لوٹا جائے اور رعایا میں سے جو مقابلہ نہ کرے یا اپنا دروازہ بند کرلے تو اس سے کوئی تعارض نہ کرے جو مقابلہ اور قتال کرے اور ناحق پر اڑا رہے اوس کا گھر اسباب لوٹا جائے یہ طریقہ ہمیشہ سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں جاری رہا ہے اور ابتک جاری ہے آج کل اخبارات میں عام طور پر یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ اطالویون نے طرابلس میں شیخ سیف الدین کو شکست دیکر اوس کے مال و اسباب پر قبضہ کرلیا اور اُسکے خورد سال بچون کو اور اہل بیت کو گرفتار کر لائے (الامان اپریل سنہ ۱۹۳۱ء) ہندو والیان ملک کی لوٹ مار کے بعض حوالے پہلے نقل کئے جاچکے ہیں (رائے کہتہ اور راے سنگیر علی الدوام ہمین سرگشتی مسلمانون کے قتل اور ان کے مال کے نہب و غارت کے واسطے دریائی سطح آب پر طیران اور متردد رہتے تھے (تاریخ فرشتہ) تمامی سقف لمئے نقرہ دیوان عام و دیوان خاص را شکستہ و آلات نقرہ از مزار سلاطین و اولیائے دہلی بر داشتہ وہمہ را مسکوک کردہ زر کثیر فراہم آوردہ (سدا شیو راؤ) (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

جیت رائے نے اپنا لشکر دہلی کے انتزاع و استرداد کے واسطے روانہ کیا۔ بلکہ جو الٹی دہلی میں پہنچ کر تاخت و تاراج میں مشغول ہوا (تاریخ فرشتہ) عساکر شاہی کو تباہ و برباد اور شہر دہلی کو تاخت و تاراج کیا۔ فرخ نگر اور بہادر گڈھ کے بلوچ رئیسون کو کہ ارکان دولت میں بہت قوی اور صاحب شوکت تھے پست کر کے اون کے ممالک پر قبض و تصرف کیا (بدن سنگھ راجہ بھرت پور نے) اور دہلی کا ازسرنو محاصرہ کر کے خزانہ بے شمار اور دولت لا انتہا حاصل کی (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)۔ دلیپ نے کہا ہم کو دنیا میں نام حاصل کرنا چاہئے اس پر اونہون نے قصبہ چھوہ واقع سرحد بیکانیر کو لوٹا صفحہ ۱۷ (وقائع راجپوتانہ) پرتاب (راجہ اودے پور) امیر (علاقہ جودھپور) پر حملہ کیا اور اوس کے مقام چینیٹ کو کہ مالپورہ ہے خوب لوٹا صفحہ ۳۲۷ (ٹاڈ راجستان حصہ اول) دیال ساہ وزیر مالی جو نہایت دلیر اور اولوالعزم تھا لشکر ہمراہ لیکر مالوہ سے نربدا و پٹن تک لوٹتا چلا گیا۔ سرنگ پور و دیواس و سرونج و سیدڈ و او جین و چندیری کو اوس نے خوب لوٹا (ٹاڈ راجستان جلد اول صفحہ ۲۶۹)

غرض فاتح کا مغلوب کو لوٹنا ہمیشہ سے رائج ہے اسلام نے اوسکو ایجاد نہیں بلکہ اوس کی مناسب اصلاح کی۔ مثلاً امن پسندون کو نہ لوٹا جائے۔ جو دروازہ بند کر لے اوس کو نہ لوٹا جائے۔ کھیت باغ نہ اُجاڑے جا ئیں۔ آگ نہ لگائی جائے۔ پانی نہ بند کیا جائے عام طور پر بربادی نہ کیجائے۔ بچون عورتون بوڑہون بیمارون سے تعرض نہ کیا جائے"۔ ایک غزوے میں رسول کریم نے فرمایا۔ جو دوسرون کو گھرون میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اسکا جہاد قبول نہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک انصاری نے روایت کی ہے کہ ہم ایک مہم پر تھے۔ جب بہت تنگی اور مصیبت ہوئی تو ہم کو ایک ریوڑیون کا گلہ نظر آیا ہم نے وہ بکریان لوٹ لین اون کا گوشت پک رہا تھا کہ رسول مقبول کو خبر ہوئی آپ نے سب ہانڈیان کھنچی ہوئی الٹ دین اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک جنگ میں حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار اسلام نے دیکھا کہ ایک شخص درخت آتار کی لکڑیان جلانے کے لئے لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آئندہ مجھہ کو معلوم ہوا کہ کسی نے پھلدار درخت کی لکڑیان کاٹی ہیں تو سخت سزا دونگا"۔

بس اسلامی لوٹ کی صرف اسقدر حقیقت ہے کہ دشمن کی رسد سامان حرب خزانہ۔ مقابلہ کرنے۔ شرارت کرنیوالون کا مال لوٹا جائے۔ اس زمانہ میں بھی جسقدر لڑائیان

چابکدست بہادر کنواں کے بیٹون کے ساتھہ بیدہڑک ہوکر ہزار در ہزار مال غنیمت لوٹ۔ (سام وید ۲)

یورپ افریقہ - ایشیا میں ہوئیں ہیں۔ ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ اس قدر سامان حرب ہاتھ لگا - اسقدر روپیہ ملا - سکھوں اور بعض دیگر باطل پرستوں کی لوٹ کا حال تو پہلے مذکور ہو چکا ہے کسی قدر اب لکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ کسقدر بے رحمی اور وحشت سے لوٹ مار کرتے تھے سرجان ملکم لکھتے ہیں ایرانی روسیوں پر دھاوا نہ کرتے تھے بلکہ رسدوں کو لوٹتے تھے جن سے اون کا قیام متصور تھا (تاریخ ایران صـ۱۱۱) شاپور (آتش پرست شاہ ایران) نے شام کو لوٹ کھسوٹ کر بے چراغ کیا (تاریخ ایران صـ۲۳۳) قوم البیبیا کو زیر کرکے سکندر نے چالیس ہزار قیدی اور دو لاکھ تیس ہزار بیل لوٹ میں حاصل کئے (تاریخ لاجپت رائے حصہ اول صـ۱۸۵) مردوں کو قتل کر اور عورتوں بچوں مویشیوں کو اپنے تصرف میں لا (استثناء باب ۲۰) ہندو مذہب میں لوٹ کے احکام سب سے زیادہ شدید ہیں۔ منو شاستر میں ہے۔ جب راجہ دشمن کو شہر میں محصور کر دے تو اسے چاہئے کہ محاصرہ کئے بیٹھا رہے اور دشمن کے ملک کو ستائے اور برابر اوسکا چارہ اشیاء خوردنی ایندھن اور پانی غارت کرتا رہے اسی طرح چاہئے کہ تالابوں فصیلوں اور خندقوں کو غارت کرے اور غنیم پر اچانک حملہ کرے اور اسی رات کو ڈرائے (باب ۷) نامور وہ حاصل کرتا ہے جسنے دہرم سے جنگ کی ہو۔ رتھ گھوڑے چھتر زر رسد گائے وغیرہ چوپائے اور عورتیں اور اشیاء اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپّے جنہوں نے لئے ہوں وہی لیں لیکن فوج کے سپاہی ان چیزوں میں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیں۔ (ستارتھ پرکاش)

جزیہ

جزیہ معرب ہے گزیہ کا یہ محصول نوشیروان عادل کی ایجاد ہے (تاریخ قدیم) نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۱۸۶) وجزا ورؤس اہل الذمۃ جمع جزیۃ وہو معرب گزیۃ وہو الخراج بالفارسیۃ یعنی ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے جو جزیہ لیا جاتا ہے یہ گزیہ کا معرب ہے اس کے معنی فارسی میں خراج کے ہیں (مفاتیح العلوم) اصل میں یہ ایک جنگی ٹیکس تھا۔ جو ان لوگوں سے لیا جاتا تھا جو خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عقبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کیا تو معاہدہ میں یہ الفاظ

لکھے علی ان یودوا الجزیۃ علیٰ قدر طاقتھم ومن حشر فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ یعنی حسب مقدور جزیہ ادا کرین۔ اور جس شخص سے جس سال کوئی جنگی خدمت لین گے اوس سال کا جزیہ اوس کو معاف کر دین گے (فتوح البلدان) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں جب کوئی عیسائی گروہ اسلامی فوج میں داخل ہوتا تھا وہ جزیہ سے بری کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ جراجمہ کے ساتھ جو ایک مسیحی قبیلہ انطاکیہ کے قرب وجوار میں آباد تھا ایسا ہی واقعہ گزرا (پریچنگ آف اسلام) جب مصری مسلمان کاشتکار فوجی خدمتوں سے مستثنیٰ ہوئے تو اون پر بھی اس ہی قسم کا محصول لگا دیا گیا جس قسم کا عیسائیون پر تھا۔ (پریچنگ آف اسلام) عالمگیر کے زمانہ میں جزیہ کی انتہائی تعداد ۱۳½ سالانہ تھی اور اوس سے پہلے اس سے بھی کم تھا جزیہ ادا کرنے کے لئے دو سو درہم حیثیت کی ضرورت قرار دیگئی تھی اس سے کم حیثیت کے آدمی غرباء عورتین بچے مذہبی اہل خدمت مستثنیٰ تھے۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں "جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوؤن سے وصول ہوتا تھا۔ برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے (تاریخ ہند) جزیہ سے بوڑھے بچے عورتین مفلس مستثنیٰ تھے (تاریخ قدیم) اگر جزیہ اس لئے قایم کیا جاتا کہ لوگ تنگ ہوکر اسلام قبول کر لین تو اوس کی اس قدر قلیل تعداد نہ ہوتی۔ اور غرباء وغیرہ اوس سے مستثنیٰ نہ کئے جاتے"۔ کون صاحب حیثیت ہے جو تیرہ روپیہ سالانہ پر مجبور ہو کر مذہب تبدیل کر دیگا۔ اور یہ جزیہ بھی اورنگ زیب نے ستر اسی قسم کے محصول معاف کر کے قایم کیا تھا۔ جادوناتھ سرکار لکھتے ہیں اورنگ زیب نے جزیہ کی تعداد ۳½ سالانہ سے ۱۳½ سالانہ تک مقرر کی تھی۔ اس سے سرکاری ملازمین مذہبی لوگ پیشہ ور محتاج مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب) مسلمانون سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے۔ جزیہ کے لئے دو سو درہم حیثیت قرار دیگئی تھی۔ زکوٰۃ کے لئے ساڑھے باون تولے چاندی۔ جزیہ بڑے امیر پر سوا تیرہ سالانہ تھا۔ زکوٰۃ ہر مسلمان پر ڈھائی فیصدی جزیہ سے اہلکار اہل حرفہ مذہبی لوگ غرباء عورتین بچے مستثنیٰ تھے۔ زکوٰۃ سے نہ مولوی نہ سید نہ اہلکار کوئی مستثنیٰ تھا۔ جزیہ دینے والا خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے۔ زکوٰۃ دینے والا مستثنیٰ نہ تھا جزیہ دینے والے کا اگر بوجہ نقص حفاظت نقصان ہو جائے تو حکومت معاوضہ دیتی تھی زکوٰۃ والے کو کچھ نہ دیا جاتا تھا"۔

اب اہل انصاف غور کرین کہ جزیہ زیادہ سخت تھا یا زکوٰۃ اور جزیہ غیر مسلمون کیلئے

موجب زحمت تھا یا آیۂ رحمت۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جب رومیون نے اسکندریہ پر حملہ کیا۔ اور مسلمانون نے بعد سخت جنگ کے اون کو پسپا کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے بعد فتح جس قدر نقصان ذمیون کا ہوا تھا ادا کیا (طبری) جب حیرہ کے متصل شہرون سے خالد بن ولید نے عہد نامہ کیا تو لکھا کہ اگر ہم تمھاری حفاظت کرین تو تم پر جزیہ واجب الادا ہوگا اور اگر ایسا نہ کرین تو واجب الادا نہ ہوگا۔ (پریچنگ آف اسلام) عیسائی سلاطین رعایا سے اسقدر ٹیکس لیتے تھے کہ لوگ مجبور ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں ان تمام ظالمانہ غیر محدود مطالبون کے عوض جو شہنشاہان یونان وصول کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جاتا تھا (عہد اسلام میں) جس کی تعداد تین روپیہ تھی (پریچنگ آف اسلام) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اخیر زمانہ کے بودھ راجون نے غیر بدھون پر ایک خاص محصول قائم کر کے غیر مذہب کے لوگون مین بد دلی پھیلا دی تھی۔ (پیسہ اخبار ڈسمبر ۱۹۲۶ء) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں غیر اقوام سے (ہندوؤن کی سلطنت کے زمانہ میں) علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا (پیسہ اخبار جنوری ۱۹۲۶ء) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں راجگان ہندوستان سے کوئی تبلیغ میں (تبلیغ اسلام) خلل انداز نہ ہوا۔ ان نو واردان (مسلمانون) اور نو مسلمون کے وہی حقوق تھے جو ہندوؤن کے تھے صرف اُن سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندر کے لئے لیا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) عیسائی مصری فاضل جرجی زیدان لکھتے ہیں جزیہ کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی باتون میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تمدن قدیم کے زمانہ سے رائج چلا آیا ہے۔ ایتھنز کے رہنے والے یونانیون نے پانچوین صدی قبل مسیح میں سواحل ایشیا کوچک کے رہنے والون پر جزیہ مقرر کیا تھا (آگے لکھتے ہیں) رومانی لوگون نے جن قومون کو زیر کر کے اپنا تابع فرمان بنایا اُن پر اونہون نے مسلمانون کی اس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اُس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اندر کئی حصہ بڑھ کر جزیہ مقرر کر دیا تھا کیونکہ رومانی لوگون نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو اونہون نے وہان کے ہر ایک باشندے پر جزیہ مقرر کیا تھا جسکی مقدار نوسے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تھی۔ یا یون کہنا چاہیے کہ مسلمانونکی مقرر کردہ جزیہ سے سات گنی تھی (آگے لکھتے ہیں) فارس کے حکمرانون نے محکوم لوگون پر جزیہ ادا کرنا لازم کر دیا تھا (آگے لکھتے ہیں) مسلمانون نے اس آمدنی کے جمع کرنیکی کیفیت میں عدل اختیار کیا (آگے لکھتے ہیں) عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ

قبطی لوگ شریف ہوں یا وضیع جو ان میں سمجھدار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کرینگے۔ شیخ فانی (بوڑھا) اور نابالغ اور عورتوں پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (آگے لکھتے ہیں) جزیہ کا ادا کرنیوالا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ میں بلایا جائیگا۔ (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ یہ ٹیکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونیکے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام) سنہ ۱۵۱ء میں جبکہ جین وغیرہ کی حکومت تھی ہندوستان میں ہندوؤں پر جزیہ قایم ہوا تھا۔ یہ حوالہ بتفصیل کہیں نقل کیا جا چکا ہے۔ ٹاڈ راجستان کے صفحہ ۵۷۵ پر منقول ہے لالہ لاجپت رائے۔ تاریخ ہند حصہ اوّل صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں کوتلیہ (چانکیہ رشی کا کوتلیہ شاستر) نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ (یعنی راجہ ہندوؤں کے عہد حکومت میں) ضرورت کے وقت میں دولت مند آدمیوں پر خاص خاص جزیہ لگاتا تھا۔

ڈولہ

جن لوگوں کا یہ مقصد ہے کہ ہندو مسلمانوں میں پھوٹ رہے اور ہندو اسلام سے متنفر رہیں اونہوں نے علاوہ اور بہت سے جھوٹے الزامات کے ایک یہ الزام بھی گھڑ رکھا ہے کہ شاہانِ اسلام جبراً ہندوؤں سے ڈولے لیتے تھے یعنی اون کی لڑکیوں سے نکاح کر لیتے تھے گزشتہ اوراق کے مطالعے سے تو ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام میں کسی طرح کا جبر روا نہیں۔ منصفانہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے بطیب خاطر خود رشتہ داری کی درخواست وابتدا کی (ہندوستان میں اشاعت اسلام) اس سرخی کے تحت میں جو مضمون گزشتہ اوراق میں لکھا گیا ہے اوس میں ہندو اہل قلم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا کہ ہندوستان میں اسلام حضرت عمر کے زمانہ میں داخل ہوا اور دیسی باشندے بھی مسلمان ہونے لگے اور سنہ ۱۵ء میں ان کی نسل صاحب تاج و تخت ہوئی۔ اصل واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے حسن اخلاق و حسن معاشرت و شرافت کو دیکھ کر راجہ نے اون پر زور ڈالا ہوگا کہ ہندوؤں سے رشتہ داری کا سلسلہ قایم کریں اونہوں نے یہ شرط کی ہوگی کہ ہماری مذہب کی ہدایت ہے کہ مسلمہ کا نکاح مشرک سے جائز نہیں اس لئے ہم اپنی بیٹیاں نہ دینگے۔ اونکی خوبیوں پر نظر کرکے ہندوؤں نے اس شرط کو قبول کر لیا ہوگا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض حصص ہند میں ہندو مسلمانوں میں مناکحت کا رواج ہے۔ ہندو مسلمانوں کو بیٹیاں دیتی ہیں لیتے نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہیں اور سید کی بیٹی

غیر کفو والے کا لینا گستاخی ہے یا یہ ہوگا کہ بعض ہندو قوموں میں رواج ہے کہ جس خاندان میں بیٹی دیتے ہیں اوسکی بیٹی نہیں لیتے یہ رشتہ یکطرفہ کہلاتا ہے۔ اسی ہی قدیمی اثر سے یکطرفہ رشتہ کا دستور نومسلم تگا (گوڑ برہمن) ضلع میرٹھ وبلند شہر وبجنور (جنکو عوام غلطی سے مولاکہتے ہیں) چلا آتا ہے۔ بابو منوہر لال لکھتے ہیں ایسا ہر دلعزیز سردار تھا (محمد قاسم) کہ رانی لاوسی (بیوہ راجہ داہر) نے بخوشی اوسکی بیوی بننا قبول کیا (پیسہ اخبار ۶ اکتوبر سنہ ۲۶ء) ہندوؤں سے بیٹیاں لینے میں کسی جبر کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ان کے قدیم طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسمیں خود ہی مضائقہ نکرتے تھے چنانچہ سکندر نے جب راجہ کید ہندی کے پاس ایلچی بھیجا کہ تو میری اطاعت کر ورنہ حملہ کرونگا تو سکندر کا مطالبہ تو صرف اطاعت کا تھا۔ راجہ کید ہندی نے اوسپر یہ اور بڑھایا کہ ایلچی سے کہا کہ میں اپنا جان ومال اوسپر نثار کردونگا اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اوسکو دونگا۔ چنانچہ اسکو دیگر تحایف کے ساتھ بیٹی بھی بھیجدی۔ (ماخوذ از تاریخ ایران سرجان ملکم ص۹۵) مصنف کا یہ فرض ہے کہ اعتراض کرتے وقت اوس زمانہ کے رسم ورواج حالات وواقعات پر نظر ڈالے اگر کوئی بات رواج عام میں پائے تو اس عہد کے اخلاق عام پر اعتراض کرے۔ کسی خاص شخصیت کو مطعون نہ کرے۔ زمانۂ قدیم میں ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ غالب کو مغلوب ڈولہ دیتا تھا اور ہندوؤں کی اس میں کوئی مذہبی اختلاف پر نظر نہ تھی جیسا کہ حوالۂ مذکورۂ بالا سے ثابت ہے اوس زمانہ میں معاہدوں میں بعض بعض مرتبہ ڈولہ کی شرط بھی ہوتی تھی۔ لالہ جوالہ سہائے لکھتے ہیں شاپور کے راجہ نے کہ سیسودیہ ہے یہ وحشیانہ حرکت (لال سنگھ کی) ناپسند کرکے مہرون (قصبہ) پر فوج کشی کی۔ لال سنگھ کے پاس فوج نہ تھی۔ خائف ہوا۔ راجہ نے اوسکی جان بخشی کی۔ مگر ڈولہ لیا۔ اور آئندہ ڈولہ دینے کا عہد کرایا۔ (وقائع راجپوتانہ) اکبر کا ابتدا میں کسی راجپوت سردار سے علانیہ ڈولہ طلب کرنا صحیح تاریخی روایات سے ثابت نہیں بلکہ راجپوتوں نے نفع حاصل کرنے کے لئے اس امر کو اختیار کیا مسٹر ٹاڈ لکھتے ہیں راجہ بھارا مل ساکن امبر نے شاہ کا منشا رقیاساً دریافت کرلیا وہ خود مع بھگوانداس

علہ سنہ ۱۵۱ھ میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبداللہ اشتر بن محمد حضرت امام حسنؓ کے پوتے سے بیاہ دی۔ اوچ کی رانی نے خود پیغام دیکر اپنی لڑکی سلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی"۔ (واقعات ہند)

اپنے فرزند کے غلامانِ شاہ میں داخل ہوا۔ اور ایک اپنی لڑکی شاہ چغتائی سے بیاہ دی۔
(ٹاڈ راجستان ص۴۴۳) اپنی قوم میں سے اوّل اودے سنگھ نے ایک تاتاری سے اپنی لڑکی
کی شادی کردی۔ عزت بیچ کر جو دولت اوس نے حاصل کی وہ بے شمار تھی۔ جودھ بائی کے
بیاہ دینے سے اوسکو چار ضلع جن کی سالیانہ آمدنی پندرہ لاکھ بیاسی ہزار چار سو چودہ روپیہ
ہوگی حاصل ہوئی۔ یہ آمدنی مارواڑ کی آمدنی سے دوچند ہے امیر اور مارواڑ کی مثالین دیکھ
کر اور دولت کی ترغیب میں آکر سرداران خرد راجستان مع بے شمار غلامان بہادر گورنر شاہ
دہلی مقرر ہوئے اور اکثر اون میں سے زیادہ تر صاحب اختیار ہوگئے۔ (ٹاڈ راجستان ص۴۵۵)
اجیت سنگھ نے اُن سید دن (سادات بارہہ) سے سازش کرلی اور انہون نے اجیت سنگھ
سے کہا کہ تم کو دربار میں بڑا اختیار ملیگا۔ اجیت نے باج دینا قبول کیا اور یہ اقرار کیا کہ مین
اپنی ایک لڑکی کی شادی فرخ سیر سے کر دونگا۔ (ٹاڈ راجستان ص۴۴۲) جودھپور کا رئیس
صرف رشتداری کرنیکی جلدو میں (شاہانِ مغلیہ سے) سولہ لاکھ روپیہ سالانہ کی جمع کی چار
اضلاع حاصل کر چکا تھا۔ (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)

اکبر بادشاہ نے اپنے امتحانِ تسلط کے لئے چاہا کہ دختران راجون کو اپنے نکاح
میں لاوے حسن خان میواتی جسوقت تسخیر قلعۂ چتوڑ پر گیا دختر برادر رانا کو درخواست کرکے اور
اسلام قبول کروا کے حرم سلطانی میں داخل کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۳۹) چون آنحضرت را
(اکبر) بر مملکت ہندوستان استعلائے کامل بہم رسید خواستند کہ با راجہائے عظام این ولایت
کہ در حقیقت بادشاہ مملکتِ خود بودند وصلت و خویشی نمودہ شود تا غبار فتنہ از میان برخیزد و
چشمۂ بیگانگی از خاک یگانگی انباشتہ شود بدین رائے صواب اندیش بانواع دلداری و ہزاران
ہزار دلنوازی این حرف را بکلانتران ایشان درمیان آوردند۔ از اقبال حضرت شاہنشاہی
ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اودیپور کہ خود را سرآمد راجہائے ہندوستان می دانست
قبول نمودند اول حسن خان میواتی دختر ماہ پیکر خود را بہ شبستان اقبال فرستاد بعدہ راجہ بہاڑا مل
والئی امیر قوم کچھواہہ دختر خورشید منظر پیشکش نمود من بعد جمیع راجہا بتقدیم این کار کمر جان بستہ
اظہار یگانگت و خویشی نمودند (گلستانِ ہند مصنفہ کنور درگا پرشاد بہادر رئیس سندیلہ دفتر دوم
مطبوعہ ۱۸۹۶ء ص۳۳) چون حضرتِ خاقان زمان (اکبر) روابط انتساب براجہا مربوط
گردانیدند آنہا باوجود مخالفت مذہب ازین نسبت ناسر فرازی داشتند دانستہ از ہر دو طرف

ایں راہ را وا کردند۔" (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) عہد سلطنت مغلیہ میں کثرت سے راجگان ہند کی بیٹیاں شہزادوں کے عقد میں آئیں۔ اور ہندو رئیسوں نے اس ذریعہ سے بہت کچھ فوائد حاصل کیے۔

غرض مسلمانوں کا ہندو عورتوں سے نکاح کرنا زمانہ قدیم سے رائج ہے جو برضا و رغبت ہوتا رہا ہے کسی بادشاہ کا اس معاملہ میں جبر کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں اور اگر کسی دل از دست رفتہ نے کہیں جبر سے کام لیا ہو تو یہ امر ایسا نہیں جسکو مذہب کی صداقت یا تعلیمات مذہب کی جانچ میں پیش کیا جاسکے بلکہ زمین ہند میں تو ایسے معاملات ہوتے رہے ہیں ۔

"یہاں عورتوں پہ اکثر معرکہ آرائی ہوئی ہے۔ راجہ قنوج کی لڑکی کو راجہ دہلی بغیر مرضی اوسکے والدین کے لے اڑا۔ راون سیتا جی کو بھگا لیگیا۔ اور ان واقعات پر شدید خونریزیاں ہوگئیں"۔

غُلامی

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم مرد عورت بچوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں انکو تکلیفیں دیتے ہیں اُن عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں جس صورت سے یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے سراسر اتہام ہے۔ زمانہ قدیم سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں یہ رواج تھا کہ لڑنے والوں کو قید کرتے تھے اون کی بیوی بچوں کو پکڑتے قابل جنگ لوگوں کو قتل کر دیتے یا جلا دیتے (ایران کے آتش پرست اور عرب کے کافر اسیران جنگ کو مار ڈالتے اور جلا دیتے مجمع الاشتا کریانی) یورپ کے عیسائیوں کا تذکرہ میں نہیں کرتا کیونکہ یورپین علماء و مورخین کو خود اقرار ہے کہ اُن کے یہاں غلامی رائج تھی۔ اور غلاموں پر وحشیانہ مظالم کیے جاتے تھے اس کے متعلق انہوں نے مبسوط کتابیں لکھی ہیں۔" غلامی ولایت یورپ میں ہر گروہ میں پائی جاتی ہے (راجہ دراجیتان) چینی سفیر نے ایک ہزار قیدیوں کو قتل کیا اور ارجن کو قید کرکے چین لیگیا۔ (تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے حصہ اول صفحہ ۲۳۲) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں مسلمانوں میں غلامی کی حالت اس سے بالکل علیحدہ ہے جو عیسائیوں میں تھی (پریچنگ اف اسلام)۔ لین پول لکھتے ہیں اہل کسٹایل (عیسائی) کی یہ حالت تھی کہ تند اور وحشی شیروں کی طرح جو شہر یا قلعہ فتح کیا محصورین اور ساکنین کو

بے تکلف تہ تیغ کیا۔ اگر نہ کیا تو غلام بنا لیا (کارنامۂ مور) عیسائیوں کے مذہبی احکام بھی اس کے متعلق سخت ہیں (ان تمام عورتوں کو بھی قتل کرو جو مرد کی صحبت سے آشنا ہیں صرف کنواریوں کو اپنے لئے رکھو۔ گنتی ۳۱ باب ۱۸ تا آیت ۱۷) یہود غیر مذہب کے اسیروں کو جلا دیتے تھے جو بچ جاتے وہ غلام بنا کر سختیوں میں رکھے جاتے (تاریخ قدیم) یہودیوں کی مذہبی کتاب طالمود اور مشنہ میں ہے (کہ غیر یہودی غلام کو مالک آزاد نہ کرے بلکہ اپنی اولاد کیلئے ترکہ میں چھوڑ جائے) بودھوں میں بھی غلامی رائج تھی اور ابتک رائج ہے۔ برما نیپال میں جہاں بودھ بکثرت ہیں کثرت سے غلام ہیں۔ اس زمانہ میں اُن کی آزادی کیلئے منجانب گورنمنٹ سعی جاری ہے۔ جیمبر کارکرن لکھتے ہیں مسو شہنشاہ چین نے حکم دیا کہ جسقدر لونڈی غلام ہمارے گھر میں ہیں (تاریخ چین) راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں مغلوں کی فوج بھی الٹی پھر گئی لیکن نمونہ اپنے ظلم کا اتنے ہی عرصہ میں دکھا گئی کہ دس ہزار ہندو غلام بنانے کے واسطے قید کرکے لیگئے اور جب اون کے لشکر میں رسد کی قلت ہوئی تو بے تکلف ان سب غلاموں کے سر کاٹ ڈالے۔ چنگیز خان اور اوسکے ساتھی لوگ مسلمان نہ تھے بلکہ ایک قسم کے بودھ کا دین رکھتے تھے مورتوں کو پوجتے تھے (آئینۂ تاریخ نما) ہندوؤں میں غلامی سب سے زیادہ رائج تھی اور غلاموں کے ساتھ نہایت بے رحمی سے پیش آتے تھے۔ عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے تھے لونڈی غلام فروخت کرتے تھے۔ یجروید میں ہے تم اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیروں میں جکڑ دو اور اسکو اس زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو (۲۵-۲۶) خوف زدہ اور بھاگتے ہوئے تندرست آدمیوں کو گرفتار کرکے قید کر دیں (ستیارتھ پرکاش) منشی تلسی رام لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسیران جنگ عمر بھر زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے اور حیوانات کیطرح بلکہ اُن سے بدتر کام لیا جاتا تھا (واقعات ہند) منٹر صاحب لکھتے ہیں ان شودروں (غلاموں) سے کھیتوں میں سخت محنت لی جاتی تھی۔ اور گاؤں کے باشندوں کا جس کام انہیں سے متعلق تھا (تاریخ ہند) رتھ گھوڑا ہاتھی چھتر دھن چارپائے عورت اور تمام دولت سوائے سونا چاندی سیسا پیتل وغیرہ کے ان سب کو جو فتح کرے وہی مالک ہوتا ہے (منوسمرتی)۔ اور منوشاستر میں غلاموں کی قسمیں اسطرح لکھی ہیں۔ (۱) وہ جو لڑائی میں قید کیا جائے۔ (۲) وہ جو اپنی روٹی کے لئے خدمت کرے۔ (۳) جو گھر میں پیدا ہو۔ (۴) جو خریدا یا ہبہ کیا گیا ہو۔ (۵) جو ارث میں پہنچا ہو۔ (۶) جو بطور سزا غلام بنایا گیا ہو۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ ٹیکسلا میں عورتوں کی فروخت کے لئے ایک منڈی تھی۔ (تاریخ ہند حصہ اول) بھائی پرمانند لکھتے ہیں ایرین سیاح لکھتا ہے کہ ٹیکسلا میں

عورتیں فروخت کے لئے پیش کی جاتی تھیں۔ اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دیجاتی تھیں (تاریخ پنجاب) مرہٹہ شاہی میں بیگار اور غلامی کا طریقہ رائج تھا (آگے لکھتے ہیں) غلام اور خاص کر اونی قوم کی مستورات کی خرید و فروخت بھی ہوا کرتی تھی (مرہٹوں کا تمدن مصنفہ مانک راؤ) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اوّل میں لکھتے ہیں ہر شخص کو یہ تاکید کی کہ وہ اپنے ماتحتوں۔ ملازموں۔ غلاموں اور دیگر پران دھاریوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آوے (صفحہ ۲۴۳) غلام صرف وہ شمار ہوتے تھے (ہندوؤں کے عہد حکومت میں) جو اپنے قرضہ جات کو ادا نہ کرنے کے سبب یا دیگر ذمہ داریوں کی عدم تکمیل کے باعث یا لڑائی میں گرفتاری کے باعث داسی بن جاتے تھے (صفحہ ۲۴۹) ہندوستان میں ویدک عہد میں غلامی تھی چند وجوہ سے یہ ذلت نصیب ہوتی تھی۔ لڑائی میں گرفتار ہونے سے۔ سزائے موت کے عوض قرضہ کے بدلے میں عدالتوں کے حکم سے (مسٹر ڈیوز) جب بادشاہ (چندر گپت) شکار کو جاتے تھے تو اون کی ذات کی حفاظت عورتیں کرتی تھیں جو مختلف ممالک سے خرید کے ذریعہ حاصل کیجایا کرتی تھیں (تاریخ ہند لاجپت رائے صفحہ ۱۹۹) اسیر جنگ اور خرید کردہ لونڈیوں پر ہندو تصرف کرتے تھے اور اون سے اولاد حاصل کرتے تھے“۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں ”بہت سے شودر خاندان ان مفتوحہ عورتوں کی اولاد ہیں جو فاتحوں سے پیدا ہوئے۔ (واقعات ہند ذکر راجہ رامچندر) لالہ رتن لال لکھتے ہیں اوس کے (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھوتر پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۴۲) گروہیر رائے کے بعد رامرائے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زر خرید کنیزک کے بطن سے تھا (تاریخ پنجاب کنہیا لال صفحہ ۲۶) جو عورتیں جوئے اور کشتیوں میں ہار دی جاتی تھیں انہیں ساری گھر کا کام کاج ماما اصیلوں کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا (دلمیر صاحب) ملک بادشاہی کا جو آدمی راجہ (سیواجی) کی قید میں آتا اسکو بطور غلاموں کے اپنے اہل مملکت کو تقسیم کر دیتا۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سنبھاجی بہ بھوپال گڈہ تاخت و آنرا جبراً و قہراً مفتوح نمودہ پانصد اسیرا دست و پا شکستہ گشت (لباط الغنایم مصنفہ لچھمی نرائن)۔ گولا و رس ہر دو بمعنی غلام قحط ان اضلاع (راجستان) میں دشمن آزادی کا ہے یعنی بہ سبب قحط سالی آزادی اکثروں کی جاتی رہتی ہے ابھی جو بڑا قحط واقع ہوا تھا اسمیں ہزاروں فروخت ہوگئے طریقۂ غارتگری فرقۂ پنڈاری و اقوام کو بھی بھی غلامی کو قایم کرنے میں ممد و معاون ہوا۔ ویمن مثل قوم فرنیک آزادی ماں سے پیدا ہوتی ہے یعنی اگر والدہ آزادہ ہے تو بیٹیا بھی

آزاد ہوگا اور برعکس اس کے اگر والدہ غلام ہوگی تو بیٹا بھی غلام ہوگا۔ گویا وہ اسی کی اولاد ضرور غلام ہوگی (ٹاڈ راجستان صـ۱۹۱) اون عورات کے باب میں جو لڑائی میں مقید ہوتی ہیں یہود یونکا قانون منو کے قانون سے مطابقت کہا جاتا ہے وہ اون کو حق حلال سمجھتے ہیں موسیٰ اور منو دونوں اجازت دیتے ہیں کہ ان مقید عورات سے ان کو شادی کر لینی جائز ہے اگر عاشق اپنی محبوبہ کو اوس کے رشتیداروں پر فتح پاکر مقید کرلے تو از روئے قانون مذہبی اوسکو شادی کرنی اوس سے جائز ہے بروقت قتل اپنے رشتیداروں اور دوستوں کے بوقت جنگ عورات آہ وزاری کرتی ہیں ہنود ان کو بجبر پکڑ لاتے ہیں اور از روے قانون اپنے مذہب کے جو بنام اکاسا مشہور ہے اون سے شادی کرتے ہیں بعینہٖ یہی طریقہ کتب موسیٰ میں درج ہے صرف فرق یہ ہے کہ ہنود عورت کا سر مونڈ دیتے ہیں اسکو وہ علامت غلامی سمجھتے ہیں (ٹاڈ راجستان صـ۶۸۹) بخت نصر یروشلم گیا اور اوسکو لوٹا کھسوٹا۔ اور ہزاروں جانیں تلف کیں اور بچے کچھوں کو لونڈی غلام بنا کر لیگیا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۶۵) شاپور ذوالاکتاف (بادشاہ ایران بن شاہ نرسی) لونڈی کے پیٹ سے تھا (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۱۳۵) یہاں تک ہم نے تمام مذاہب و ممالک میں غلامی کا رواج اور غلاموں پر مظالم لونڈیوں پر تصرف کرنا مختصراً ثابت کردیا۔

اسلام نے غلامی کو ایجاد نہیں کیا بلکہ اس رسم کی ایسی مناسب اصلاح کردی جس سے بندگان خدا کو آرام ملے اور آزادی کی منزل اون کے لئے آسان ہوجائے۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ جو لوگ لڑیں اور فساد کریں امر حق سے گریز کریں ان کو اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا جائے (حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء) یعنی جب تم لڑ چکو تو ان کو گرفتار کرلو۔ پھر یا تو ان کو احساناً چھوڑ دو یا روپیہ لیکر چھوڑ دو") ان اسیران جنگ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے۔ جنگ بدر میں جو قیدی آئے تو حضورؐ نے صحابہؓ کو تاکید فرمائی کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ صحابہ کرامؓ خود پیدل چلے ان کو اونٹوں پر سوار کیا آپ فاقہ سے رہے اون کو کھانا کھلایا (لائف آف محمدؐ سر ولیم میور) بعدازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے حسب مقدور زر فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ بہت سے اسطرح رہا ہوئے۔ چند آدمیوں کے پاس کچھ نہ تھا اون سے یہ شرط کرلی گئی کہ ہر ایک آدمی چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو آزاد ہے۔ ابن رفاعہ نے رفاعہ نے کہا کہ مجھکو

مجھہ کو چھوڑ دیجئے میں گھر پہنچ کر زر فدیہ بھیجد ونگا آپ نے اوس کو رہا کر دیا۔ عمرو بن عبداللہ
نے کہا میں غریب آدمی ہوں عیالدار ہوں اگر میں قید رہا تو اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہوگی
آپ نے اون سے صرف یہ عہد لیکر چھوڑ دیا کہ آئندہ مسلمانون کے مقابلہ پر نہ آئیگا؟ یہہ ہے اسلام
کا حکم اور عمل اسیران جنگ کے متعلق۔ اب وہ لوگ جو اس طرح سے نہ چھوٹ سکیں وہ اطفال و
عورات جنکا زر فدیہ دینے والا کوئی نہ ہو۔ نادار لاوارث یتیم ہوں۔ یا جنکے وارث ممکن سعی
اوس کے چھڑانیکی نہ کریں وہ لونڈی غلام بناکر رکھے جائیں تاکہ پریشان ہوکر گداگری چوری
وغیرہ فواحش میں مبتلا نہ ہوں اس قسم کی عورتوں سے فاتح مالک کو متمتع ہونیکی بھی اجازت ہے
تاکہ وہ طبعی تقاضہ سے تنگ نہ ہوں اور افزائش نسل انسانی سے محروم نہ رہیں اور اون کے ساتھ
کس قسم کے برتاؤ کا حکم ہے حدیث میں ہے تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں جو تم کھاؤ وہی
اونکو کھلاؤ۔ جو تم پہنو وہی انکو پہناؤ۔ اللہ کے بندونکو تکلیف نہ دو۔ حضور علیہ السلام نے
بوقت رحلت جو وصیتین فرمائی تھیں اون میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ غلامون کے آرام کا
خیال رکھنا (دلیران تاریخ ہند ایشوری پرشاد ص۱۴۷) علاوہ اِن سب کے غلام آزاد کرنیکا بڑا
ثواب رکھا ہے بعض گناہونکا کفارہ غلام کا آزاد کرنا ہے" حاتم طائی کی بیٹی سریہ طئے میں
گرفتار ہوکر آئی تو رسول کریم نے تحائف اور روپیہ دیکر اسکو اسکے گھر بھیجدیا۔ ایک صحابیؓ
نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میری لونڈی بکریاں چرا رہی تھی بھیڑیا ایک بکری لے گیا میں نے
غصہ میں لونڈی کو طمانچہ مارا یہ سُن کر رسول کریم کو رنج ہوا اور آپ نے حکم دیا کہ اسکو آزاد
کردو۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جنگ میں مالک بن نویرہ گرفتار ہوکر آیا رات کو
سردی ہوئی تو خالد بن ولیدؓ سپہ سالار نے منادی کرادی (ادفعوا سراکم یعنی اپنے
قیدیون کو گرم کپڑے اڑھاؤ) مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارمانوسہ جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تو
سپہ سالار اسلام عمرو بن العاص نے اوسکو عزت۔ اور احترام سے اوس کے باپ کے پاس بھیجدیا"
مسٹر بیٹ لکھتے ہیں کہ عرب کا غلام لاڈلہ بیٹا ہے (نیرا پیٹ) مسلمان غلامون کو ہمیشہ مثل
اولاد کے پرورش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے اکثر غلام شہنشاہی کے مرتبہ پر فائز ہوئے
قطب الدین ایبک غیاث الدین تغلق شمس الدین التمش شہنشاہان ہندکون تھے۔ تاریخ دیکھو
غلام تھے۔ (موسیو آبو لکھتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں غلامی اسقدر کم معیوب ہے کہ کل سلاطین
قسطنطنیہ جو امیر المومنین ہیں لونڈیون کے پیٹ سے پیدا ہوئے) کسی کی رعایا بننا یہ بھی غلامی ہے

اسلئے مناسب ہے کہ یہاں کچھہ مختصر رعایا کے معاملہ کے متعلق بھی لکھدیا جائے۔ رسول مقبولؐ کا حکم ہے کہ جو غیر مسلم تمہاری رعایا ہوں اونکی اون کے دشمنوں سے حفاظت کرو اون کے مذہب و رسوم میں دخل نہ دو۔ اون کے معابد کی توہین نہ کرو اون پر ظلم نہ کرو۔ ذمی یعنی غیر مسلم رعیت پر ظلم کرنے والے پر حضورؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ یورپ کی تاریخ پڑہو موجودہ روشنی مسلمانوں ہی کا طفیل ہے۔ ہندوؤں کی موجودہ تہذیب و ترقی اسلام ہی کی مرہون منت ہے اور ہندوؤں نے جنپر حکمرانی کی اون کو ہر طرح برباد کیا۔ آریہ قومیں جن کو بلا وجہ لڑکر انہوں نے برباد کیا اون کے لئے ایسے سخت قواعد قرار دیے کہ وہ گرتے گرتے بھنگی اور چمار رہ گئے یا پہاڑوں میں وحشی حیوانات کی طرح سرگردان ہیں اب جنکو کچھہ ہوش آیا ہے وہ اس ظالمانہ قانون کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ منو کی ہدایت ہے کہ شودر غلامی سے کبھی نجات نہیں پاسکتا شودر کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔ اسکو اپنا گھر اور اثاث البیت میلا پُرانا رکھنا چاہئے۔ جھوٹا کھانا کھانا چاہئے برہمن کو اختیار ہے کہ جب چاہے اوسکے مال پر قبضہ کرلے اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء میں مسٹر سی آر راجہ کے زیر صدارت مدراس میں ایک کانفرنس ہوئی اوسمیں اونچی ذات کے ہندوؤں کے اوس ذلت بخش و خلاف انسانیت برتاؤ پر احتجاج کیا گیا جو شودروں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے اور گورنمنٹ سے درخواست کیگئی ہے کہ منو شاستر کو جو اُن کی ترقی میں حائل ہے ضبط کرلے (پرتاب ۲۴ اکتوبر سنہ ۲۷ء)

غرض ان شودروں کو خراب و ذلیل کرنے میں ہندوؤں نے کوئی کسر نہ رکھی اور انتہائی تعصب سے کام لیا۔ اور اتنک لے رہے ہیں۔ لالہ چندو لال لکھتے ہیں رام کشن جب اون سے ملنے گئے تو انہوں نے اسوجہ سے بہائی کے ساتھ کھانے سے انکار کیا کہ وہ ایسے مندر کا پجاری ہے جو شودراتی کا بنایا ہوا ہے اور ایسی جگہ بہوجن کرنا شاستر میں منع ہے (پریم ہنس رام کرشن جی کے حالات زندگی) تاریخ ہند کے مطالعہ کرنیوالوں سے پوشیدہ نہیں کہ بودہوں اور جینوں کو برباد کرنے میں بھی ہندوؤں نے اپنی پوری قوت صرف کی۔

اِنہدامِ مَنادر

اسلام نے غیر مسلم ذمیوں اور اون کے معابد کی حفاظت کا حکم دیا ہے ذمیوں پر ظلم کرنیوالے

پر رسول کریم نے لعنت فرمائی ہے پس کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا جو دین کا دم بھرتے ہوئے
نبی کریم کی لعنت کا مصداق بننے کے لئے تیار ہو مذہب پر اعتراض کرنیکا اصول یہ ہے کہ جو
اعتراض قایم کیا جائے اول اسکے متعلق مذہبی روایت پیش کی جائے پھر اوسکی تائید
میں کسی اہل مذہب کا فعل پیش کیا جاسکتا ہے۔ بغیر مذہبی روایت کے پیش کیے کسی کے فعل سے
مذہب پر اعتراض کرنا صحیح نہیں۔ کوئی مذہب کسی کے افعال کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ اگر مذہب
افعال کا ذمہ دار ہوتا تو کوئی مسلمان کوئی فعل بھی خلاف شریعت نہیں کرتا۔ رسول کریم نے
خود اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہیگی پھر بادشاہت ہے
یعنی استبداد کا دور ہے۔ سلاطین جو ریاست کو ہر امر پر مقدم رکھتے ہیں اسلام میں انکا شمار
مذہبی حیثیت سے عوام سے بھی کم درجہ پر ہے۔ مشہور ہے کہ بادشاہ سب سے پیچھے جنت میں داخل
کیے جائیں گے۔ ہر ملک و ملت میں سلاطین گذرے ہیں اون میں منصف بھی تھے ظالم بھی تھے
یورپ میں جہاں جارج اول جیسے نیکدل ہوئے وہاں ہنری ہشتم جیسے ظالم بھی ہوئے ہیں ہندوؤن
میں جہاں راجہ پریکشت مہاکرن جیسے منصف گزرے ہیں وہاں راجپال جیسے ظالم وسفاک
بھی ہوئے ہیں۔ مسلمانون میں جہاں عمر ابن عبد العزیز جیسے باخدا گزرے ہیں وہاں یزید جیسے
ظالم بھی ہوئے ہیں۔ ایران میں جہاں فریدون ونوشیروان جیسے عادل ہوئے ہیں وہان
ضحاک بہرام ثانی جیسے ظالم بھی گذرے ہیں۔ غرض سلاطین کے افعال کی ذمہ داری مذہب کے
سر رکھنا عقل وانصاف سے بعید ہے وہ لوگ جو محمود اور عالمگیر کے افعال کا جوابدہ اسلام کو قرار
دیتے ہیں اور اون کے افعال کو اسلام کی حقانیت کا معیار بناتے ہیں۔ کیا ہندو حکمرانون کے
افعال کا جوابدہ ویدک دھرم کو قرار دینے کیلئے طیار ہیں اور ویدک دہرم کی صداقت کو اسپر
منحصر کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ راجہ داہر نے اپنی حقیقی بہن سے شادی رچائی۔ راجگان اشوک
وچندر گپت سری کرشن وغیرہ نے اپنے اقربا کو قتل کیا۔ پس ویدک دھرم کے ذمہ اسکا جواب ہے
اور اسلام نے تو اس معاملہ کو پہلے ہی صاف کر دیا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ویدک دہرم میں
اس قسم کی کوئی روایت نہیں۔ اس لئے تمام راجگان ہند کے افعال بد کی ذمہ داری ویدک دہرم
پر باقی ہے۔ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بعض مسلمان سلاطین نے مثل محمود غزنوی واورنگ
زیب بعض مندر منہدم کئے لیکن اس ہی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان بادشاہون کی
ہیبت وجبروت ایسی تھی کہ اگر وہ تعصب سے مندرونکو منہدم کرتے تو آج ہندوستان میں

ایک مندر بھی نظر نہ آتا۔ پھر ہزارون مندراون کے تحت حکومت تھی کسیکو منہدم نہ کیا بجز دوچار کے بلکہ مندرون کو جاگیریں دیں۔ پس صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مندر منہدم کئے گئے وہ انتظام سلطنت میں یا رفاہِ خلایق کی وجہ سے۔ خاکسار نے جو اس امر کی تحقیقات کی تو مندرون کا انہدام وجوہاتِ ذیل کے تحت میں ہوا ہے۔

(۱) بعض وہ مندر منہدم ہوئے جنکے مالک و متولی مسلمان ہوگئے اُنھون نے اپنے معبد کو اپنا معبد بنالیا۔ ایسا عملدرآمد گرجاؤن کے ساتھ بھی تاریخ سے ثابت ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ جوں جوں عیسائی مسلمان ہوتے گئے گرجا مسجدوں سے تبدیل ہوتے گئے (پریچنگ آف اسلام) حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد رسول کریمؐ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ ہمارے شہر میں ایک گرجا ہے اوسکا کیا کریں (یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے تھے) آپ نے فرمایا اسکو توڑ کر مسجد بنالو۔ (صحیح نسائی) قبیلۂ سعد کا ایک بت تھا فراض نام۔ حضرت زباب بن حارث جب مسلمان ہوئے تو خود اسکو توڑ ڈالا (اسد الغابہ) ہند بن عتبہ جب مسلمان ہوئیں تو ان کے گھر میں ایک بُت نصب تھا اونھوں نے خود اُسکو توڑ دیا۔ (طبقات ابن سعد)۔ بغیر اس صورت کے واقعہ ہوئے کہ یہ ممکن بھی نہ تھا کیونکہ ذمیون کے معابد کی حفاظت لازمی ہے۔ اور غصب سے اگر کوئی مسجد بنائی جائے تو اُسکا بنانا جائز نہیں نہ اس میں نماز جائز ہے۔ سلاطین اسلام ایسے جاہل نہ تھے کہ مذہب کے لئے ایک کام کرتے اور اس میں بجائے ثواب کے اولٹا عذاب اپنے سر پر لیتے۔

(۲) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔ ایک ہندو فاضل لکھتا ہے کچھ برہمنوں نے لڑکون کو ناچنا گانا سکھا کر مندرون کے دیو داس بنانا شروع کیا اکثر رقاص لڑکے جرم خلافِ وضع فطری کا باعث ہوتے رہتے تھے (آئینۂ افعال دیانند) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض مندرون پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہوگئے تھے (پیسہ اخبار جنوری سنہ ۱۹۲۶ء) اخبار آریہ ویر راولپنڈی لکھتا ہے ؎

پجاری شکاری بٹھائی وہان	*	ہوئے سنڈے کھا کھا کے مال زنان
لگاتے ہیں دم اور پیتے ہیں بھنگ۔	*	ترنگ اُنکو اٹھتی ہے ہوتے ہیں دنگ
جو چیلی اکیلی پھنسی نوجوان	*	ہوا لنگ پوجن وہاں بے گمان

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا کیونکہ وہاں کے پوجاریون نے اوسکی عورت کو غائب کر لیا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ ۱۹ء) ایسے معابد کا وجود ننگِ انسانیت اور مضرتِ رسانِ خلائق تھا۔ مہذب سلاطین اور اسلامی تہذیب اپنے قلمرو میں ایسے ناشائستہ اور مخرب اخلاق مقامات کو باقی نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور کوئی اہلِ عقلِ سلیم اس قسم کے معابد کی حمایت نہ کریگا۔ چنانچہ باوجود صدہا سال کی بندشوں اور کوششوں اور قانونی سخت گیریوں کے اس روشنی کے زمانہ میں بھی بعض مندر مرکز جرائم بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ الگزنڈرا پاول امریکن کی کتاب کا ترجمہ ہندو اخبار تیج نے درج کیا ہے اسکا اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔" بعض مندروں میں شرمناک عیاشی دیوتا کی خدمت تصور کی جاتی ہے۔ دیوتاؤن کے نام پر پجاری اُن بانجھ عورتوں کو اولاد دینے کا وعدہ کرتے ہیں جو بالکل ننگی ہونے حیا کو طاق میں رکھنے اور خود کو ہر کسی کے حوالہ کرنے کے لئے رضا مند ہو جاتی ہیں۔ مندر کے دروازہ پر عام طور پر معزز عورتین کسی بھی خواہشمند شخص پر نظر عنایت کر سکتی ہیں۔ (آگے لکھتی ہیں) ان جوان بدہواؤں کی تعداد کا خیال کیجئے جنہیں بھری جوانی میں شادی کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ وہ خراب کرنیوالوں کے لئے بالکل تیار رہتی ہیں۔ انہیں حیا و عفت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ صرف بدچلنی کے ظاہر ہونیکا خوف ہوتا ہے اس سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ حمل گراتی ہیں۔ اور اس کے لئے ذرا بھی پشیمان نہیں ہوتیں۔ ان میں سے ایک بھی عورت ایسی نہیں جو اس کام میں مہارت نہ رکھتی ہو یہانتک کہ دس بارہ سال کی لڑکیاں گربھ پات سے آشنا ہوتی ہیں (الامان جولائی ۲۹ ۱۹ء بحوالہ تیج جولائی ۲۹ ۱۹ء) اس امریکن فاضل کی تحقیقات کی تصدیق ایک ہندو مصنف کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ پنڈت گھانسی رام شرما مالک شرمن کمرشیل ایجنسی میرٹھ لکھتے ہیں۔ تہہ ہزاروں گربھ گرین ہن پاپ یہ کون کمائے ہے ؎

جب بڑے گھروں میں گربھ گرائیں ناری ÷ کرتے ہیں چھپانیکی کوشش گھر باری

(صـ۱۰، ابیل بیوگان) امریکن فاضل مذکور آگے لکھتا ہے۔ بعض مکروہ باتیں ایسی ہیں جو تعلیم یافتہ برہمنوں میں ہی ملتی ہیں۔ اکثر برہمنوں کے پاس ایسی نفرت انگیز کتب ہیں جن میں ایسی عیاشی کے ڈہنگ درج ہیں جنکا مغربی لوگ خیال بھی نہیں کر سکتے۔ ان میں طرح طرح کے عشقیہ راز و نیاز اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی کے لطف کا تذکرہ ہندو مندروں میں رقاصئہ اور طوائفین اپنی خواہشاتِ نفسانی کو پورا کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں (تیج ۱۷ جولائی ۲۹ ۱۹ء) ایک فرانسیسی

فاضل سیاح کے مضمون کا ترجمہ اخبار الجمعیتہ نے شائع کیا ہے وہ لکھتا ہے ہر مندر میں رقاصہ لڑکیاں ہوتی ہیں وہ دیو داسیاں (دیوتاؤں کی لونڈیاں) کہلاتی ہیں۔ ان کا پیشہ عصمت فروشی ہے۔ ابتداً وہ صرف برہمنوں کے لئے مخصوص کر دی گئی تھیں۔ گانے میں انکی گیت ہمیشہ دیوتاؤں کے کسی شرمناک اور بیہودہ تاریخی واقعہ سے متعلق ہوتے ہیں مقدس مندر کو بھی عصمت فروشی کا اڈا بنا دیا جاتا ہے (مئی ۲۹ء) سکھر میں ایک ہندؤں کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی نے کہا۔" سندھ کے ہندؤں کے مندر پوجا کے گھر نہیں رہے بلکہ برائیوں کے مسکن بنگئے۔ کل عورتوں کو چاہیئے کہ ایسے مندروں کا بائیکاٹ کردیں"۔ (مدینہ بجنور مارچ ۳۲ء) دیوداسی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر دی رامداس نے کہا کہ ملک میں موجودہ تعزیری قوانین کے ہوتے ہوئے قوم کی عورتوں کو مندروں کے اندر ہوکر شرمناک پیشہ اختیار کرنے سے روکنا اور اس مذموم پیشے سے جماعت کو نجات دلانیکی کوشش کرنا بالکل بے سود ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں حکومت کے پاس اس مسئلہ کے متعلق ایک مسودہ تیار کر کے بھیجوں اور کوشش کروں کہ اسکی منظوری کے بعد سختی کے ساتھ اسپر عملدر آمد کیا جائے۔ مجھے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ مدراس ہندو وقف ایکٹ بنتے اس مسئلہ کیطرف کوئی خاص توجہ نہ کی اور دیو داسیوں کا مسئلہ یوں ہی رہ گیا۔ میری تجویز ہے کہ اس ایکٹ میں ترمیم ہونی چاہیئے اور دیوداسیوں کے رواج کو بالکل غیر قانونی قرار دینا چاہیئے اگر مندروں میں اس قسم کی مذموم اور گندے مظاہرے کئے جائیں تو سختی کے ساتھ انکی بازپرس کیجائے اور بعض حالات میں سزا کے طور پر متعلقہ مندر کے اوقاف بھی ضبط کرلئے جائیں (خلافت بمبئی اگست ۲۸ء) یہ دونوں ہندو فضلا مندروں کے بائیکاٹ اور ضبط اوقاف کا مشورہ دیرہے ہیں یہ کیوں تجویز ہو کر اس زمانہ میں کہ قانون پہلے سے زیادہ جاری علم کی روشنی گھر گھر تہذیب کا دور دورہ تار ڈاک ریل حکومت کی آسانیاں موجود ہیں اس زمانہ میں کہ سفر صورت سقر تھا ایک ایک معمولی مہم میں حکومت کو عظیم الشان دقتوں کا سامنا ہوتا تھا جہالت کی کثرت تھی ایسی معابد کو منہدم کرنیکے سوا کوئی چارہ نہ تھا اخبار ریاست دہلی لکھتا ہے آشرموں اور عورتوں کے بیوہ خانوں کی حالت دیکھیے تو وہ اس سے زیادہ شرمناک ہے لاوارث اور مصیبت زدہ عورتوں کو امداد کے بہانے سے ان آشرموں میں داخل کیا جاتا ہے اور کارکنان بغیر خدا کے ڈر کے ان معصوم اور بے گناہ عورتوں کو یا تو فروخت

کرتے ہیں دریا عیاشی کا تختۂ مشق بنانے کے لیے ان کو آشرم وان میں باقی رکھ دیا جاتا ہے۔
(نومبر ۱۹۳۸ء) اور زیادہ تفصیلی حالات اگر کسی کو دیکھنے ہوں تو مس میو کی کتاب اور سندھ ادیب
کتاب عباد الاصنام کا مطالعہ کریں۔ سنہ ۔۔ کے ایک عرب سیاح نے سندھ کے ایک بڑے مندر کے متعلق

(۳) بعض وہ مندر منہدم کیے گئے جن پر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ بابو منوہر لال لکھتے
ہیں جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک ہوگیا
تھا۔ اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بت تھا اوس کے آگے خودکشی
کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۷ء) اصل واقعہ اس بتخانہ کا یہ ہے کہ سلطان
محمود کو اطلاع ملی کہ تھانیسر قنوج مہابن کے راجے جو پہلے بھی تمام لڑائیوں میں شریک ہو چکے
ہیں دیگر راجوں کو آمادۂ فساد کر رہے ہیں اور تھانیسر کا بتخانہ اس سازش کا مرکز ہے لہذا
سلطان نے تھانیسر پر حملہ کا قصد کیا اور انندپال راجہ لاہور کو لکھا کہ مدد کیلئے حاضر ہو انندپال
نے اپنے بھائی کی سرکردگی میں دو ہزار فوج بھیجی۔ کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں (انندپال برادر خود
را با فوج کار آزمودہ باعانت سلطان فرستاد۔ گلستان ہند دفتر دوم صفحہ ۱۹) ان دو ہزار ہندوؤں
کے علاوہ دس ہزار ہندو فوج سلطانی میں تھے تھانیسر میں ایک مندر تھا جسکا نام سوم جگ تھا
اسکے بت کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ محمود نے اس سازشی مندر کو توڑا اور
سازشی گروہ کو گرفتار کیا اس میں جو بت تھا اس کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ توڑا گیا
بعض کہتے ہیں کہ غزنی بھیجدیا گیا۔ ملکم صاحب کا قول ہے توڑا گیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ غزنی بھیجا گیا
بہرحال جو کچھ ہوا اگر یہ بت خانہ خالص معبد ہوتا اور اس میں سوائے عبادت کے اور کوئی رسم
قبیح ادا نہ کی جاتی تو بارہ ہزار ہندو ایسے بے غیرت نہ تھے کہ اوسکو توڑنے دیتے اور انندپال بھی
اسکو آسانی سے برداشت نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مورخ منشی سبحان سنگھ بھی اس کے توڑنے
پر اظہار پسندیدگی کرتا ہے اور اس بت کا مذاق اڑاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ بت جگر سوم را
بغزنی بردہ بفرمودہ سلطان بر درگاہ نہادند تا لگد سپر خلائق گردد۔

بتے چون برآرد مہمات کس * کہ نتواند از خویشتن راندن مگس
نہ نیروئے دستش نہ رفتار پائے * دگر بفگنی بر نہ خیزد ز جائے

(خلاصۃ التواریخ)

خودکشی کرانیکا ایک معبد اور بھی تھا لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اس قلعہ (الہ آباد) میں ایک درخت

بیان کیا کہ اسکا خرچ دیوداسیوں سے چلتا ہے۔ (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم) - لیکن یہ مندر میرے دلکو نہیں لگتا۔ اوسکی شان و شوکت اور چمک مجھے پسند نہ تھی۔ میں نے یہ
افواہیں بھی سنیں کہ وہاں بدکاری ہوتی ہے۔ (گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری)

قدیم ہندو اسکو آکہی بٹ کہتے ہیں۔ ایک ہندی کتاب میں اسکا قیام قیامت تک ہے اور شاہ جہانگیر نے ایک لوہا کا چکا بہت بہاری اس درخت پر رکھوا دیا۔ درخت اوسکو پھوڑ کر پھر نکلا جب سورج مکر میں آتا ہے تو وہاں ہندو بہت جمع ہوتے ہیں۔ سابق میں یہاں ایک آرہ تھا اس آرہ سے لوگ اپنے کو چیرتے تھے اس امید پر کہ اگلے جنم میں راجا ہونگے۔ شاہجہان کے وقت سے یہ عمل موقوف ہوا (عمدۃ التواریخ ص۲۹) درون قلعہ (الہ آباد) درختے است متقدمین آنرا اکہی بٹ گویند (آگے لکھتے ہیں) چون ہنود عنصری گسیختن آنجا نیک میدانستند ازین جہت در پیشین زمان بعضے مردم بقصد رستگاری آخرت وحصول مامول درزاد دیگر خویشتن را در آرہ می در آوردند در عہد سلطنت حضرت شاہجہان این عمل موقوف گردید (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

آج کل بھی اس خیال کے ہندو موجود ہیں چنانچہ اخبار صبح دکن راوی ہے ایک برہمن نے سمندر میں کود کر خودکشی کی اوس نے ایک خط لکھا ہے اوس میں تحریر ہے کہ اوس نے جلد از جلد خدا کو پانے کے لئے خودکشی کا تہیہ کر لیا ہے۔ (ستمبر ۲۸ء)

(۴) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو کہ پولیٹیکل اکھاڑے تھے اور جہاں سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں۔ اس قسم کے مندروں کے خزانے اور اموال ضبط کئے گئے۔ لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں "مندروں میں جو عالم عابد رہتے تھے اون کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی۔ کوئی فرمانروا مندر کی تجاویز سے سرتابی نہ کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط وبا جنگ میں کام آتا تھا۔ راجاؤں کا کام صرف مندروں کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء) صدر مقامات پر جو بڑا مندر ہوتا تھا وہ اس زمانہ کی سیاسی جد وجہد کیلئے مخصوص ہوتا تھا اور تمام پولیٹیکل مسائل وہیں سلجھائے جاتے تھے (واقعات منشی تلسی رام) ان مندروں کی نوعیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ خالص معبد نہ تھے بلکہ سیاسی مجالس کے صدر دفاتر تھے اُن کا خزانہ صدقات وخیرات کا خزانہ نہ تھا بلکہ ملکی پیچیدگیوں کا بیت المال تھا۔ اس قسم کے مقامات پر قبضہ کرنا اور اون کو زیر وزبر کرنا ہر فاتح کا فرض اوّلین ہے اس قسم کے عمارتوں کو فاتح ہمیشہ برباد کرتے رہے ہیں۔ اس روشنی کے عہد میں بھی یہ دستور قایم ہے چنانچہ اخبار انقلاب لاہور جو آجکل گورنمنٹ کا حامی ہے سرحدی قبایل پر انگریزی حکومت تاخت وتاراج کے سلسلہ میں

لکھا ہے کہ اس گاؤں میں فوج (انگریزی) نے حکومتِ انگریزی کے دو مخالف رہنماؤں کے حجروں یا مہمان خانوں کو جلا دیا کیونکہ ثابت ہو گیا تھا کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے (۴ جون ۱۹۳۰ء)

(۵) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو غصباً بنائے گئے اور جنکا وجود بدامنی کا موجب ہو رہا تھا۔ ابو الفضل حج کو جا رہا تھا۔ راستہ میں راجہ بندیلکھنڈ نے اوسکو قتل کر کے اوسکا مال لوٹ کر اوس سے مندر تعمیر کیا۔ اسپر مسلمان بہت مشتعل تھے اور فریقین میں کشیدگیوں کے بڑھنے اور بدامنی پیدا ہونیکا خطرہ تھا اس لئے عالمگیر نے اس مندر کو منہدم کرایا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں وہ ایک مندر ڈھایا جو راجہ نرسنگھ دیو نے ابو الفضل کو قتل کر کے اوس کے مال سے بنایا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) شیر خان لودی جو ابو الفضل کا سخت مخالف ہے اور اوسکو ملحد و کافر کہتا ہے اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔ آن ضال مضل (ابو الفضل) درراہِ دکن باشارہ نور الدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسید۔ و مال ہائے کہ بدست آن بے راہے گرد آوردہ بود در اہتمام راجہ مذکور بر معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید۔ و حکم کریمہ اَلخَبِیثَاتُ لِلخَبِیثِینَ بظہور پیوست۔ آخر آن بت خانہ نیز بہ تیشۂ حکم عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد (تذکرہ مراۃ الخیال) گجرات میں ہنود نے جبراً چند مساجد پہ قبضہ کر کے بت رکھ لئے تھے ان بتوں کو وہاں سے علیحدہ کر کے مساجد بحال کی گئیں ان کے متعلق احکامات تو شاہجہان نے جاری کئے تھے مگر خانہ جنگی شروع ہو جانے سے پوری تعمیل نہ ہو سکی۔ اورنگ زیب نے ان احکامات کی مکمل تعمیل کرائی اسکا حوالہ باب اوّل میں شاہجہان نامہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

سُومنَاتَ

مذکورہ بالا پانچ وجوہات کے سوا اور کسی وجہ سے کسی مسلمان حکمران نے کوئی مندر منہدم نہیں کرایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بحالتِ جنگ اتفاقاً کسی معبد کو نقصان پہنچ گیا ہو ایسا تو آپس کی لڑائیوں میں بھی ہوا ہے۔ جب لودھی بادشاہ نے جونپور پہ حملہ کیا دورانِ

جنگ میں جونپور کی مسجد کا دروازہ گولون کی زد سے منہدم ہوگیا اگر صاحب عقل سلیم انصاف سے غور کرے تو ان مندروں کے انہدام کو قرین صواب پائے - باقی جو مندر خالص عبادتگاہیں تھیں سلاطین اسلام نے اونکی مرمتیں کرائیں او نکو جاگیریں دیں جیسا کہ باب اول میں ثابت کیا جاچکا ہے - ۱۰ سومنات کا معاملہ اوس کی اصل حقیقت (کہ محمود جب مندر میں گیا تو پجاریوں نے کہا کہ بت نہ توڑا جائے اور ہم سے استقدر دولت لیجائے - محمود نے کہا میں بت شکن مشہور ہونا چاہتا ہون - بت کے گرز مارا اوس کے پیٹ میں سے بے انتہا دولت نکلی) اسکے سوا کچھ نہیں کہ شعبون نے گھڑا اور سادہ لوح عقیدت مندون نے نقل کیا - مورخین نے مشہور روایت کو نقل کر دیا اسکی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے کہ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سومنات کا بت مشہوران بارہ لنگون یعنی تو الد کی علامتون میں سے تھا جو ہند کے مختلف مقامات پر قایم کئے گئے تھے چونکہ محمود نے بت شکن نام اختیار کیا تھا اوس زمانہ کے ایرانی مورخ سومنات کی تاخت و تاراج سے محمود کے دینی جوش کی ایک روایت منسوب کرتے ہیں۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف بلا لحاظ اس بات کے کہ یہ بت محض ایک ناتراشیدہ پتھر تھا کوئی مورت نہ تھی بیان کرتا ہے کہ جس وقت محمود مندر میں داخل ہوا تو پجاریون نے اوس سے بت کے عوض بے انتہا دولت دینے کا وعدہ کیا مگر محمود نے جوابدیا کہ میں بت فروش مشہور ہونیسے بت شکن مشہور ہونا پسند کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا گرز اس زور سے مارا کہ بت پاش پاش ہوگیا - اور جواہرات کثیر اوس کے اندر سے نکلے اور اس طرح محمود کو گویا اپنی بے ریا دینداری کا غیب سے صلہ ملا" اگرچہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اس بے بنیاد قصہ کی ابتدا کیونکر ہوئی تاہم اکثر مصنفون نے اسکا بالتخصیص ذکر کیا ہے (تاریخ ہند حصہ دوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں سومنات کے بت کے توڑنیکی کہانی میرے خیال میں سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اس میں ایک مورتی تھی جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۲۶ سنہ ۱۹ء) سومنات میں بہت مندر تھے - لیکن مشہور بت خانہ میں کوئی مورت نہ تھی بلکہ لنگ تھا ان اس بت خانہ کا خزانہ زر و جواہر سے مالامال تھا - اور جب محمود نے ہندوستان پر حملے کئے تو تمام راجون نے اپنی قوت کا مرکز آخر سومنات کو قرار دیا (واقعات ہند تلسی رام) یہ وہ مندر تھا جسکے پجاری اس کے زور و قوت پر فخر کرتے تھے (ملکم صاحب) اصل حقیقت

یہ ہے کہ جب محمود نے متواتر حملے کئے تو قرامطہ اور ہندؤوں نے اپنی تمام قوت سومنات کو منتقل کر دی۔ اور جسقدر محمود کے مد مقابل تھے سب وہاں پر جمع ہو گئے۔ اسطرح محمود کو حملہ سومنات کے لئے مدعو کیا گیا۔ محمود جب یہاں فتح یاب ہوا تو بڑا مندر لنگ تھا۔ لنگ کے مندر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک باحیا قلم سے نکلنا دشوار ہے کتاب مادر ہند وغیرہ دیکھنے سے بے تمامی کھل جاتی ہے اس لئے مہذب بادشاہ ایسے مقام کو جہاں شرمناک جرائم وقوع پذیر ہوتے ہوں باقی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے اوسکو توڑا گیا۔ اور وہاں جو خزانہ جنگی مصارف کے لئے تھا ضبط کر لیا گیا۔ اسطرح کثیر التعداد دولت محمود کے ہاتھ آئی۔ دوسرا مندر وہ تھا جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اس خلاف انسانیت رسم کو رحمدل سلطان برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے اسکو بھی منہدم کیا گیا۔ ان دو کے سوا اور کسی بت خانہ کو جو خالص معبد تھے ہاتھ تک نہ لگایا باوجودیکہ وہ زر و جواہر سے معمور تھے۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں اور بتان زرین وہاں (سومنات) بہت تھے (عمدۃ التواریخ صفحہ ۹۴) ان بتان زرین کو چھوڑ دینا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ محمود نے لالچ یا تعصب سے کسی بتخانہ کو منہدم نہیں کیا۔ سرحد ہندوستان سے سومنات تک ہزاروں مندر تھے اور سب میں نذر و صدقات کا مال جمع تھا سلطان محمودؒ نے کسی سے تعرض نہیں کیا۔ یہ صورت معاملہ عقل سلیم کو خود اس طرف رہبری کرتی ہے کہ ان مقامات کے انہدام کی لالچ و تعصب کے سوا کوئی خاص وجہ ہوگی۔ باوجود دور تہذیب و قانونی سخت گیریوں کے دختر کشی کی رسم ہندؤوں میں ابتک جاری ہے ٹھاکر بھولا سنگھ نے اس کے متعلق ایک مضمون ایک ہندی اخبار میں شایع کرایا ہے جسکا ترجمہ الامان نے درج کیا ہے (راجپوت قوم میں ایک ایسی برائی سما گئی ہے جسپر اگر دھیان نہ دیا گیا تو اس قوم کا خاتمہ ہونا لازمی ہے یہ برائی دختر کشی کی ہے) (ڈسمبر ۲۸ء) مندروں کے متعلق یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ آیا مندر مذہبی عمارات میں شمار ہیں یا نہیں تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کے معبد نہ تھے نہ قدیم ہندؤوں میں معبد بنانیکا رواج تھا۔ لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں کہ ویدوں میں مورتی پوجا نہیں ہے اور نہ مورتی کا اور نہ مندروں کا ذکر ہے (صفحہ ۸۶) بھگوان بدھ کے وقت میں برہما وشنو اور شو کی پوجا جاری ہو چکی تھی گو یہ پوجا زیادہ تر ذہنی تھی کیونکہ نہ مندر تھے نہ مورتیاں تھیں۔ (صفحہ ۱۲۷) جب یہ مذہبی معبد ہی نہ تھے اور جدید ایجاد بدھ تھی تو اون کے توڑنے سے نہ کسی

اسکے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سومنات [illegible] (کتاب الہند البیرونی)

مذہب کی توہین تھی نہ کسی مذہب میں مداخلت بلکہ ایک امر جدید خلاف مذہب کا استیصال تھا جس کا ہونا ضروری تھا شاید یہ بھی خیال تھا کہ بعض ہندو حکمرانوں نے بھی مندروں کو منہدم کیا اور لوٹا ہے اس کے متعلق چند جگہ حوالہ جات لکھے جا چکے ہیں۔ لالہ لاجپت رائے "تاریخ ہند حصہ اوّل میں لکھتے ہیں بے شمار مندروں اور مٹھوں اور مقبروں کو زمین سے ملا دیا اور لوٹ لیا (راجہ مہر گل نے یہ راجہ ہندو تھا کیونکہ ص۱۳۱ پر لکھا ہے کہ شیو کا اپاسک تھا) (ص۱۳۲)

حفاظت معابد

کفار آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کی معابد کی توہین کیا کرتے تھے اور فساد و جنگ میں مشغول رہتے تھے مسلمانوں پر بھی دست تظلم دراز کیا اللہ تعالےٰ نے اُن سے جنگ کرنیکا حکم دیا اور منجملہ دیگر اسباب جنگ کے اس وجہ کو بھی بیان فرمایا۔ وَلولا دفع اللّٰہ النّاسِ بعضہم ببعض لہدّمت صوامع و بیع وصلوٰۃ ومساجد۔ یعنی اللہ اگر بعض ظالموں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو درویشوں کے خانقاہیں گرجے مسجدیں سب برباد ہو جاتے"۔

گاندھی جی لکھتے ہیں"۔ میں نے قرآنِ شریف کو بار بار پڑھا اور حضرت محمد صاحب کے حالاتِ زندگی کا بھی مطالعہ کیا ہے لیکن میں نے ان میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسری کی مذہبی دل آزاری کیجائے یا مورتیوں وغیرہ کو توڑ دیا جائے (ہندو اخبار ملاپ ضروری ۲۴ء) ایک ملا نے ایک گرجا پر قبضہ کر کے مسجد بنا لیا خلیفہ کو جب اطلاع ہوئی تو اوس کے درّے لگائے اور گرجا بحال کیا (پریچنگ آف اسلام)۔

۱۹ھ میں جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو وہاں حضرتِ عیسیٰؑ کی تصویر تھی ایک مسلمان سپاہی کے تیر سے اوس تصویر کی آنکھ پھوٹ گئی۔ عیسائی جمع ہو کر حضرت عمرو بن العاص گورنر اسلام کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ تمہارے سپاہی نے حضرت عیسیٰؑ کی آنکھ کو خراب کر دیا۔ ہم اسکا بدلہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمکو اپنے نبیؐ کی تصویر دو ہم اوسکی آنکھ خراب کریں گے حضرت عمروؓ نے اون کو یقین دلایا کہ ہمارے نبیؐ کی تصویر نہیں ہے ہاں ہم موجود ہیں ہم میں سے

جبکی آنکھ تمہارا جی چاہے پھوڑ دو۔ عیسائی اسپر راضی ہو گئے۔ حضرت عمرو نے عیسائی کو خنجر دیا۔ اور اپنی آنکھ سامنے کر دی۔ عیسائی نے جب یہ انصاف دیکھا تو خنجر پھینک دیا اور کہا جو قوم اسقدر انصاف پسند ہے اوس سے انتقام لینا قدر دانی کے خلاف ہے۔

ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں سرنگاپٹم میں جو سلطان ٹیپو کا پایہ تخت تھا محلاتِ شاہی کے کھنڈرون کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری مٹھ ہندو پجاریون اور دیار تھیون کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس مٹھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن سلطان ٹیپو کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیے گئے (اخبار کرم ویر) آلہ آباد کا قلعہ جو مستقلاً اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اوس کے اندر مندر تھا اوس کو توڑنے کا بادشاہ نے کبھی حکم نہیں دیا بلکہ قلعہ کے ساتھ اوس کی مرمت بھی ہوتی تھی (واقعاتِ ہند) سلاطین اسلام کا مندروں کو جاگیریں دینا پہلے بیان کیا جا چکا ہے اورنگ زیب کا زیادہ وقت مہماتِ دکن میں صرف ہوا لیکن دکن میں کوئی مندر نہیں توڑا گیا اب تک اوس کے مزار کے قریب ایک مندر باقی ہے اگر وہ مندر توڑتا تو یہ مندر نظر نہ آتا ہندو اخبار دکن پنچ حیدر آباد میں ایک مضمون بطور محضر نامہ ہندو باشندگان محلہ عثمان شاہی حیدر آباد کا مندر دیول بیندہری ناتھ کے متعلق شایع ہوا ہے جس میں دیول (مندر) مذکور کی تاریخ اسطرح لکھی ہے کہ عالیجناب فوجدار خان صاحب مرحوم نے محض اس دیول کی تعمیر کے لئے زمین عطا فرمایا تھا (آگے لکھتے ہیں) طغیانی میں اس دیول کا کچھہ حصہ افتادہ ہو گیا تھا جبکی مرمت کے لئے سرکار (شاہ دکن) سے پوجاری کو معقول امداد ملی تھی (آگے لکھتے ہیں) دیول کو پوجاری نے اوباش کم ظرف لوگونکا مسکن بنا دیا (جولائی سنہ ۲۹ء) نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے ہنومان جی کے مندر کی تعمیر میں بہت مدد فرمائی (تاریخ اجودھیا کنور درگا پرشاد ص ۱۸) مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں رعایا پرور صلح کل سلطنتِ آصفیہ نے اسکے (گردوارہ گرو گوبند سنگھ) غرض غیر مسلم رعایا کے معابد کی مسلمان حفاظت و امداد کرتے رہے اور کوئی معبد تعصب و ظلم سے نہیں ڈھایا گیا نہ شرعاً ڈھایا جا سکتا ہے۔ اور اراضی و مال مغصوبہ سے مسجد کا بنانا جائز نہیں ہے۔ بعض مسجدون کے متعلق متعصبین نے مشہور کر دیا ہے کہ یہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہیں اور ایسی گپون کو بعض مصنفین نے بھی لکھدیا ہے سر مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں ارمغان سلطانی کا خیال ہے کہ مسجد کا نقشہ (گلبرگہ) شان ہی نظر نہیں آتی اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے کوئی شئی اس مسجد میں ہندو وضع کی نہیں (روزنامچہ گلبرگہ ص ۳۲) نہیں دعویٰ کیا مگر راجہ بھرت پور کی تحقیقات میں یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ (الامان فروری سنہ ۱۹۲۶ء)

ہندوؤن نے خود مندرونکی توہین کی ہے

اب جتنے بت جینیون کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہین وہ شنکر اچاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیون نے زمین میں گاڑ دئے تھے کہ توڑے نہ جائیں (ابر منہود کی لیلا) لالہ رام نرائن لکھتے ہیں آجکل یہ عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہان کوئی مورت ٹوٹی ملجاتی ہے اوسکو لوگ اورنگ زیب کی ٹوٹی ہوئی تبلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے سوامی شنکر اچارج کے زمانہ میں جین اور بدھ مذہب کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اسوقت کے جین اور بدھ کے ہزارہا شکستہ مورتیان اسوقت لاعلمی سے ہندو مندرون میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشم خود بغور دیکھا ہے مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیان اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصہ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (ہمدم ڈسمبر ۲۲ء) لالہ ڈپٹی لال لنگم لکھتے ہیں۔ بنجراج (وزیر پیشوا) نے مندرون اور بتکدون کو تاخت و تاراج کیا (سوانح عمری حیدر علی) میلوکوٹ میں سری وشنو برہمن رہا کرتے تھے اور چونکہ یہ مندزرو جواہر سے معمور تھا اس لئے لالچی مرہٹون نے دست تطاول دراز کیا اور جب اس جگہ کوئی باشندہ نہ رہا تو لوٹ مار کرنے کے بعد مندرون اور بت کدون اور متبرک مقامون کو آگ لگا دی (سوانح عمری حیدر علی) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض راجے ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندر ہی کو اکھاڑ دیا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء)

تمام باطل پرستونے معابد کی توہین کی

یہودی :- بادشاہ ذو نواس نے عیسائیون کو زندہ جلایا۔ اور اون کے معبد برباد کئے (تاریخ قدیم) تم انکی قربان گاہونکو ڈھادو اور انکے بتون کو توڑدو (خروج ۳۴ و استثنا باب) ۔

:- عیسائی بدھوں کے مندرون کو جو لوگون کی زندگی کا جزو اعظم ہے توڑتے اور برباد کرتے (تاریخ جاپان) منجملہ ان عمارتون کے جو ان ظالمون (پرتگیز جنرل البوقرق

کی فوج) کے ہاتھوں سے تباہ ہوئیں۔ (کالی کٹ میں) ایک جامع مسجد بھی تھی جس کو آگ لگا کر ان کفار نے خاکِ سیاہ کر دیا (تحفۃ المجاہد) اس ہی جنرل نے عدن پہنچ کر ایک دستہ فوج عرب کی طرف روانہ کیا تھا کہ روضۂ رسول کریم کو منہدم کر کے جسدِ اطہر کی بے حرمتی کرے۔

بودھ:- موجودہ جنگ چین کے متعلق تمام اردو انگریزی ہندی اخبار راوی ہیں کہ چینیون نے گرجا مسمار کئے انجیلیں پھاڑیں۔ حوالہ کے لئے ایک ہی اخبار کا نام کافی ہے۔ (الامان جنوری سنہ ۲۷ء)

زرتشتی:- خسرو پرویز (شاہ ایران) نے یروشلم پر حملہ کیا اوس میں جسقدر مقدس عبادت گاہیں اور مقامات تھے سب کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا (تاریخ ایران سر جان ملکم صفحہ ۲۰)

جین:- جب حکومت وہان (کشمیر) کی اشوک جو چچیرا بھائی راجہ جنک کا تھا کو پہنچی تو برہمنون کے معبدون کو گرا دیا۔ اور آئین جین کا اختیار کیا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۲۴ مصنفہ رتن لال)

ہندو:- شنکر اچارج نے بودھون جینیون کے بت توڑے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) ہنٹر صاحب راجپوتون کے متعلق لکھتے ہیں مسجدون کو مسمار کرتے (تاریخ ہند)۔ راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں سدا شیو راؤ بھاؤ نے مسجد اور مقبرون کو لوٹ پوٹ اور توڑ پھوڑ سے خالی نہ چھوڑا (آئینۂ تاریخ نما) نالند کی خانقاہ (بودھون کا معبد) کو برہمنون نے تین بار مسمار کیا (تاریخ ہند) پشپ متر کے وقت میں بودہ مذہب کے ساتھ بہت کچھ سختی ہوئی کہا جاتا ہے کہ پشپ متر نے بہت سے بدہ مٹھ و مندر جلادئے (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہندر ورمان راجہ نے شیومت اختیار کیا اور جینیون کی مشہور مٹھ پاٹلی پترہ کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے)۔ بعدہ دامندرا دیسکا (راجہ جلوک کا بیٹا) (راجہ کشمیر) ہوا السوء منقبت برہمن اون لوگون کو جو بودھ کے طریق پر تھے غالب آکر اون کی پرستش گاہ کو خاک در خاک کرے (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۲۴) مسجدیں اور خانقاہیں چندیری اور سارنگ پور اور رنتھنبور کی دیکھیں (بابر نے) کہ ان میں رائے سین نے کفار حربی رانا اور میدنی رائے کے حکم سے مسکنِ حیوانات کا کر کے گوبر سے لیپا تھا (تاریخ فرشتہ) اکثر ممالک اوس کے (فیروز شاہ کے) اپنے تصرف میں لایا (راجہ دیبور ائے) اور مساجد مسمار کرنے اور غارت و قتل عام اربابِ اسلام

میں تقصیر و مضائقہ نہ کیا۔ (تاریخ فرشتہ) قاضیون کو پکڑ کر (راجپوتون نے) اونکی ڈاڑہیان
منڈوائیں۔ قرانون کو کنوؤں میں پھینک دیا۔ (ٹاڈ راجستان جلد اول صفحہ ۴۶۶) رہا یہ امر بعض میں
سکھ جتنی مسجدین عبادت گاہیں تھیں وہ سب مسمار کرادیں (بندا بیراگی نے) بلکہ اونکے
(مسلمانون کے) بڑے بڑے پیر بہار الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھدوا کر
اون کی ہڈیان تک آگ میں جلوادیں (شمشیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ صفحہ ۸۷ المطبوعہ ۱۸۹۲ء)

مسلمانون کی رواداری

مسلمانون کی رواداری گزشتہ بیانات سے بخوبی ثابت ہوگئی ہے لیکن اس موقع پر چند حوالون کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ یعنی اللہ تم کو احسان اور انصاف کرنیکا حکم دیتا ہے۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَنْ لَا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا یعنی کسی قوم سے عداوت کی وجہ سے نا انصافی نکرو۔ (اور اہل کتاب جن میں پارسی بھی شامل ہیں اونکی جو محافظت مسلمانون نے کی اسکے شاہد ہیں مسٹر نریمان) وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعتِ مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی (تاریخ چارلس پنجم) موسیو رینان لکھتے ہیں مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانونِ مروت ہے عیسائیون کو مسلمانون نے سکھایا۔ (سفر مشرق) حضرت محمد صاحب کی ایک اور خوبی جسکی آجکل اس بدنصیب ملک (ہند کے لوگوں میں کمی ہے وہ آپس کے معاملات میں عفو اور رواداری ہے۔ (لالہ جگناتھ بی۔ اے۔ ایل ایل بی کبیر والا) یہودی مورخ ابو الفتح السامری لکھتا ہے محمد نے اہل شریعت (یہود و نصاریٰ) میں سے کسی کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی (تاریخ آباء الیہود مطبوعہ لندن صفحہ ۱۸۱)

ہندوئکی رواداری

ادہرمی (غیر مذہب کا آدمی) خواہ سب سے بڑھکر صاحب حوصلہ نہایت طاقتور صاحب لیاقت بھی ہو توبھی اوس کی بربادی تنزّل وتخریب میں لگا رہے۔ (ستیارتھ پرکاش ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۴۴) وید کے مخالف کو ملک سے نکالدینا چاہیئے (ستیارتھ پرکاش سمولاس ۳ صفحہ ۵۹) ارتھات ادہرمی پرش کسی دیس میں نہ رہنے پاویں۔ ادہورت منش سب ہم لوگون کے نواس استہانون سے دُور چلے جاوین (رگوید بھاشیہ مطبوعہ ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۱۴) ہندوستانی دراوری نسل اپنی تہذیب کے اعلیٰ درجہ پر تھی اور آریہ لوگون نے اون کو جنوب کی طرف ڈھکیل دیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) ہندو اخبار رعیت حیدرآباد میں کشمیری کانفرنس کی روداد شایع ہوئی ہے اوسکا ایک ریزولیوشن یہ ہے:۔ (کانفرنس کا یہ اجلاس افسوس سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ دربار کشمیر گزشتہ چند سال سے ان تجاویز کو جو کانفرنس سالانہ اجلاس میں منظور کرتی ہے اور دربار کو بھیجتی ہے توجہ کرنا تو کجا جواب دینے سے بھی قاصر ہے جو معمولی رواداری کا تقاضا تھا اور باوجود کانفرنس کے متواتر مطالبات کے مسلمانانِ کشمیر کے مصائب کو دُور کرنے کی طرف توجہ نہیں کیگئی۔ (آگے لکھتا ہے) پتھر مسجد اور دیگر مساجد جن پر ریاست نے قبضہ جما رکھا ہے مسلمانون کو آباد کرنیکی غرض سے فوراً واپس کی جائیں (مئی ۱۹۲۹ء)

مسلمانون کا عہدِ حکومت

گزشتہ بیانات سے مسلمانون کی رواداری عدل و انصاف رعایا پروری کا کافی ثبوت ہو چکا ہے۔ ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے" (الامان جون ۱۹۲۵ء) مسٹر بھوپندر ناتھ جاسو لکھتے ہیں "حقیقی جمہوریت کا ولولہ۔ رواداری۔ مساوات کی خوبیان اسنے (اسلام) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلادیں۔ مسٹر رد بن سن لکھتے ہیں (اونہوں نے (مسلمانون) کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔")

ہندون کا عہد حکومت

غیر آریہ بودھ وغیرہ جن قوموں پر ہندو حکمران ہوئے اون کے مذہب اون کے معبد سب کو بگاڑا اور ایسے ایسے مظالم کیے کہ وہ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے یا انتہائی ذلت کی زندگی پر قناعت کرنا پڑی۔ اس بیان کے متعلق بہت سی روایات اوراق گذشتہ میں گذر چکی ہیں۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں وہ (غیر آریہ) آریہ حملہ آوروں کی یورش سے ہند کے میدانوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں وہ مثل معدوم شدہ جانوروں کے پنجروں کے جو گو یا پہاڑوں کے دبے پڑے ہوں پہاڑوں کے درمیان پوشیدہ ہے (تاریخ ہند) نویں صدی عیسوی میں ان کے (بودھ) مقلد ہند سے جبراً نکال دیئے گئے (تاریخ ہند) آل انڈیا آف دی ہندو کانفرنس الٰہ آباد میں مسٹر جی۔ اے گوے۔ ایم۔ ایل۔ سی نے کہا کہ میری رائے میں ہمارے معاشرتی اور مذہبی مشکلات کو دور کرنے کیلئے حکومت خود اختیاری کی ضرورت نہیں۔ ہندو راج کا جو تجربہ گذشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اب بھی اونچی ذات کے ہندؤں کی حکومت کے ماتحت ہماری حالت پہلے سے بُری ہوگی مسٹر مانک نے کہا ہمارے آباؤ اجداد ہی ہندوستان کے اصلی باشندے اور مالک تھے باہر کے لوگوں نے آکر جبراً ہم پر تسلط جما لیا بن پڑا اون کو شکست دی اور حملہ آوروں نے اصلی باشندوں کو موجودہ حالت تک پہنچا دیا اور اونکو اچھوت کہنے لگے۔ (الامان جنوری ۲۸ء) اچھوتوں کی کانفرنس نے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ منوسمرتی اور ایسی ہی کتابوں کو جن سے انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے یہ کانفرنس خیال کرتی ہے کہ اظہار نفرت کے طور پر ہمیں ان کتابوں کو جلا دینا چاہیئے (ہمشیم جنوری ۲۸ء ہندو اخبار چاند فروری ۳۰ء سے اخبار الامان نے ایک مضمون نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کے عہد حکومت میں بھی ہندو اپنی دسترس کے موافق اچھوتوں کو ستانے اور ذلیل کرنے میں کسر نہیں کرتے اخبار مذکور لکھتا ہے "آپ گانوں میں جائیے اور وہاں کے زیادہ تر زمینداروں ونیز اونچی ذات والوں کی زبردستیوں کو دیکھئے جو کہ وے اچھوت ذات پر کرتے ہیں وہاں ہر وقت بدفعلی کا بازار گرم رہتا ہے۔ مکا ار ہیرو وغیرہ کے کھیتوں میں اچھوت ذات کی عورتیں زبردستی خواہ مختلف قسم کے لالچ سے ان شیطانوں کی آتش شہوت بجھانے کے لئے بلائی جاتی ہیں اگر اس واقعہ کو ان بہنوں کے والدین بھائی برادری اور شوہر وغیرہ دیکھ لیں تو بھی انہیں چون کرنیکا حق نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے پر اون کی جان کا خوف ہے اسطرح پر آج ہندو قوم کے ہی ہندؤں پر جنہیں زبردستیاں ہو رہی ہیں (۲۳ فروری ۳۰ء) بھائی اچھوت لیڈر دیر رتن دیو داس جا نیو ہندوستان میں جو سات کروڑ اچھوت مانے جاتے ہیں وہ اس ملک کے اصلی باشندے ہیں ایک

وہ قوم یہ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کا اپنی کمینیت ... [illegible] ... خواہش ہوئی کہ اس ملک
پر ان کا قبضہ ہو جائے ... [illegible] ... شروع کی لیکن شکست کھائی ... [illegible] ... سمجھوتہ
کر لیا ... [illegible] ... اصلی باشندوں ... [illegible] ... کر لیا اور ... [illegible] ... تھے ۴۴

متعصب معترض

بعض لوگون نے سلاطین اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ہندؤن پر مظالم کی من گھڑت داستانین لکھ کر کتابین شایع کی ہیں۔ اون میں ایک مشہور کتاب سفیر کشمیر ہے اس کتاب کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ یہ ناقابل اعتبار ہے (پریچنگ آف اسلام) جو جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقایع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں آج اونکی تحقیق پر پتہ چلگیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کے باعث ہیں (ہیروز اینڈ ہیرو واشپ صفحہ ۶) گاندہی جی (ستیارتھ پرکاش اور پنڈت دیانند کے متعلق) لکھتے ہیں اتنے بڑے مصلح کے قلم سے ستیارتھ پرکاش جیسی مایوس کن کتاب کا نکلنا حد درجہ افسوسناک بات ہے سوامی دیانند کا دعوے ہے کہ میں سوائے حق کے اور کسی چیز کا وکیل نہیں۔ لیکن اونہوں نے جین دہرم اسلام مسیحیت اور خود ہندو دہرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیان کی ہیں (ینگ انڈیا) پنڈت ستہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں۔ میں خود بھی آریہ سماجی ہوں ویدوں اور رشی دیانند کا کٹر پیرو ہوں۔ (ناگرت جولائی ۱۹۲۴ء) اس ہی پروفیسر کا مضمون ہندی رسالہ بھارت متر میں ہے۔ بے شک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے (سنہ ۱۹۲۴ء) شاستری جی جسوقت ستیارتھ پرکاش پڑہتے ہیں ہے بلکہ یہ تو کسی جاہل کا لکھا ہوا ہے

ولیکن بہ مہ ہر کہ تف افگند
بہ تاناں ہماں تف بروپش فتد

۴۴ ... [illegible] ... اصلی باشندے ... [illegible] ... ان کے ساتھ یا اپنا ... [illegible]
دیا گیا ... [illegible] ... علیحدہ کر دیا اور ... [illegible] ... سمجھنے لگے لیکن ... [illegible] ... نہیں کیا جاتا تھا

[illegible]

باب چہارم

مضامین ہنود

(۱)

"ہندو مضمون نگارون کے وہ مضامین جن کا حوالہ میں نے گزشتہ ابواب میں دیا ہے اگرچہ وہ بھی متعصبانہ نوک جھونک سے خالی نہیں لیکن پھر بہت کچھ قرین تحقیق و انصاف ہیں۔ چونکہ وہ مختلف اخبارات میں شایع ہوئے ہیں اس لئے میں اون کو اس باب میں مکمل طور پر نقل کرتا ہوں تاکہ حوالوں کی تطبیق میں سہولت ہو۔"

(از اخبار ہمدم لکھنؤ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء)

شہنشاہ اورنگ زیب کا طریق عمل ہندوں کے ساتھ

(نوشتہ بابو رام نرائن سابق منیجر ریاست رام نگر دھمیڑی ضلع بارہ بنکی)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حالات کو انگریزی مؤرخون نے اپنے فرائض کی ہشیار پر ایک خاص رنگ دیا ہے عام طور پر ممدوح کو متعصب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اونھوں نے ہندوؤں کے معبد گاہ تباہ و برباد کئے اون کو انواع و اقسام کی تکالیف پہنچائیں مگر یہ امر غور طلب ہے کہ یہ افواہیں کس حد تک صحیح اور درست ہیں اور کس حد تک رنگ آمیز ہیں ہے جنکی بنیاد قیاسات یا بازاری افواہوں پر مبنی ہیں۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں ہندوون کی تباہی ہرگز نہیں ہوئی نہ شہنشاہ کو اس بارہ میں کوئی مذہبی تعصب یا عناد تھا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہو تو وہ پولٹیکل مصالح اور نا وسوقت کے واقعات سے

متعلق ہے۔ شہنشاہِ ممدوح کے غیر متعصب ہونے اور عمومًا بت شکن نہ ہونے کے دلائل حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ ضلع سیتاپور میں مصر کہ ہندوں کا ایک مشہور معبدگاہ ہے۔ مصر کہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جسکے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنتِ موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازاں جملہ چند مواضع ابتک مہنتِ موصوف کے قبضہ میں ہیں۔

۲۔ مضافاتِ متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیو جی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہِ اورنگ زیب نے بہت سے گانوں عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں۔ اور اسی طرح ممکن ہے کہ بہت سے ہندو معابد کے لئے بادشاہ موصوف کی طرف سے معافیات عطا کی گئی ہوں۔

۳۔ لبِ دریاء جمنا الٰہ آباد کا قلعہ شہنشاہِ اکبر کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا اس قلعہ کے اندر ہندوں کا ایک معبد ایک وسیع تہ خانہ کے اندر ابتک موجود ہے۔ اس تہ خانہ کے اندر ایک برگد کا درخت ہے (آگے کچھ عبارت اڑی ہوئی ہے) ہندوں کی مذہبی مورتیاں وہاں رکھی ہوئی ہیں۔ ہزاروں ہندو اس تیرتھ کے درشن کے لئے روز وہاں آتے جاتے ہیں۔ ہندو پنڈے پوجاری اس کے اندر اپنے عقائد کے بموجب پوجا کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ قلعہ مسلمہ طور پر شہنشاہ اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اور شہنشاہ موصوف اس معبدگاہ کو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ تباہ اور مسمار کر سکتے تھے۔ مورتیوں کی ساخت اور جسامت سے پایا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں ہزارہا سال کی بنی ہوئی ہیں اور ان مورتیوں میں سے کوئی بھی مورتی ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اگر مذہبًا شہنشاہِ اورنگ زیب کو بت شکنی کی عادت ہوتی تو سب سے پہلے ان مورتیوں کا قلع قمع کر دیا جاتا

۴۔ آجکل یہ ایک عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے تو اوس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں۔ لیکن اصلیت یہ نہیں ہے۔ سوامی شنکراچاریہ کے زمانہ میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اوسوقت کی ہزارہا جین و بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اسوقت لاعلمی سے بند و مندروں میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشمِ خود بغور دیکھا ہے۔ مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصۂ دراز پہلے شکست کی جا چکی تھیں۔

۵ - کاشی میں بشوناتھ جی کا مندر ضرور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد حکومت میں توڑا گیا۔ لیکن بادی النظر میں اوس مندر کے توڑنیکا سبب مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اوس کی تہ میں پولٹیکل ضرورت معلوم ہوتی ہے اورنگ زیب کے بڑے بھائی داراشکوہ بنارس کے صوبیدار تھے اور یہ امر ضروری ہے کہ اون کا بنارس خاص میں بہت کچھہ اثر رہا ہوگا یہ بہت ممکن ہے کہ داراشکوہ کے شکست دینے کے بعد اور بنارس میں مسلمانوں کی آبادی بڑہنے پر اورنگ زیب نے بنارس میں مسجد بنانا تجویز کیا ہو اور داراشکوہ کی پارٹی یا عام ہندو تعمیر مسجد میں حارج ہوئے ہوں اور بادشاہ موصوف نے اون کے دبانے کے لئے مندر توڑ کر تعمیر مسجد کیلیے حکم صادر کر دیا ہو امید ہے کہ صاحبانِ اہل بصیرت تعصّب کا چشمہ اُتار کر اس معاملہ کی بابت محققانہ غور فرمائینگے۔

(از پیسہ اخبار لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۲۶ء)

قدیم طریق کا سنگھٹن اختیار کرنا چاہیے

(نوشتۂ بابو پرتاب سنگھ صاحب)

لوگ کہتے ہیں کہ سنگھٹن نئی ایجاد ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ہندو مذہب اور ہندوستان کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ سنگھٹن ہندو دہرم کا قدیمی اصول ہے۔ زمانہ سابق میں ہندوستان میں اگرچہ بہت سے راجے مہاراجے راج کرتے تھے مگر درحقیقت وہ سب ایک ہی اصُول کے عامل تھے اوس زمانہ میں ملک میں نہ کوئی کانفرنس تھی نہ سبھا تھی۔ بڑے بڑے مقدس مندروں میں جو عابد عالم رہتے تھے اون ہی کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی کوئی فرمانروا مندر کی تجویز سے سرتابی نہ کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کیا تھے دین و دنیا کی ترقی کے سرسبز باغ تھے۔ اگر ایک طرف اُنمیں عابد عبادت کرتے تھے تو دوسری طرف عالم درس دیتے تھے ایک طرف کتب خانہ تھا تو دوسری طرف اکھاڑا ایک طرف لنگر تھا تو دوسری طرف شفاخانہ اور مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط جنگ

دنیا میں کام آتا تھا۔ راجاؤن کا کام مندرون کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ وہ تجاویز انصاف اور عدل کی ترازو میں تلی ہوئی ہوتی تھیں۔ راجہ ساجہ کے نوکر راجہ کی فوج راجہ کے غلامون کے سوا جسقدر رعایا تھی سب پر فوجی خدمت واجب تھی۔ بعض موقعون پر رانیون اور باندیون نے ایسے ایسے اہم میدان سر کیے ہیں کہ جنکو سن کر عقل دنگ ہوتی ہے۔ رعایا پر ایک ہلکا ٹیکس مالگزاری تھی اور بس غیر اقوام سے علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے ایک تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا جب برا وقت آیا تو سب سے پہلے راجاؤن نے مندر کے احکام سے سرتابی کی۔ بعض راجہ ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندر ہی کو اکھاڑ دیا۔ جب یہ حالت ہوئی تو بزرگوں نے تمام کامون سے دست کشی اختیار کی اور انکی جگہ بعض مندرون پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہو گئے۔ اب صدیون کے بعد سنگھٹن کا مبارک لفظ کانون میں آیا تو باغِ امید لہلہانے لگا مگر نتیجہ دیکھا تو خلاف۔ یہ قصور طرز عمل کا ہے ورنہ سنگھٹن تو ایک مبارک تجویز ہے۔ سنگھٹن کا پہلا اصول انصاف و رواداری ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ موجودہ مفاسد میں سنگھٹن کا ہی قصور ہے۔ قصور فریقِ ثانی کا بھی ضرور ہے میں یہ کہونگا کہ جب ایک فریق رحم و عدالت کا پابند ہو جاتا ہے تو دوسرا خود شرما جاتا ہے ہمارے لیڈر اگر درحقیقت ملکی ترقی کے خواہان ہیں تو اون کو دورِ گزشتہ کے سنگھٹن پر نظر کرنی چاہئے

مسلمان حملہ آورانِ ہند کی بے تعصبی

(از پیسہ اخبار لاہور۔ ۲۱ ؍ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

اسلام ہندوستان میں خلیفہ عمر کے زمانہ میں آگیا تھا۔ مالابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہو گئے تھے اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ راجہ نہایت مہربانی سے اون سے پیش آتا تھا یہ لوگ عزت و آرام سے رہتے تھے اور نہایت آزادی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے راجگان ہند میں سے کوئی تبلیغ میں خلل انداز نہ ہوا نو وارددون اور نو مسلمون کے وہی حقوق تھے جو ہندؤن کے تھے صرف اون سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندرون کے لئے لیا جاتا تھا باقی تمام ٹیکس وغیرہ اور قوانین اون کے لئے وہی تھے جو ہندؤن کے لئے تھے یہ سخت غلطی ہے کہ مسلمانون کی معرکہ آرائیون کو مذہبی قرار دیا جائے واقعات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ تمام لڑائیان ملک گیری

اور ملک داری کے لئے تعین مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ سب سے پہلی لڑائی کا باعث یہ تھا کہ جب شاہ ایران اور اسلام میں جنگ ہوئی تو شاہ ایران نے راجہ سندھ سے امداد چاہی راجہ چچ نے ایک رسالہ جاٹون کا مع ہاتھیون کی فوج کے مدد کے لئے روانہ کیا جب اسلامی فتوحات کا مکران تک سیلاب پہنچا تو راجہ چچ کو یہ خیال ہوا کہ ہمسایہ سلطنت کا ملک اجنبیون کے قبضہ میں جا رہا ہے ہم کو باوجود مدد دینے کی بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس خیال سے راجہ نے مکران پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ عمرؓ نے اس با سطوت راجہ سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن تھوڑے عرصہ بعد جب راجگان ہند میں پھوٹ پڑ گئی تو خلیفہ عثمانؓ نے حملہ کر کے مکران چھین لیا۔ کیونکہ وہ سلطنت ایران کے مقبوضات کو اپنا حق سمجھتے تھے اس کے بعد اور وہ ایک معمولی لڑائیان ہوئیں دوسری جنگ کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ جب راجہ چچ کے بیٹے داہر نے اپنی حقیقی بہن کو بیوی بنا لیا تو اس کے اس فعل ناشایئستہ سے ناخوش ہو کر چند راجوں نے داہر پر چڑھائی کی تو محمد علافی جو مع پانسو ہمراہیون کے دربار خلافت سے رانده اور ناراض ہو کر داہر کے ملک میں مقیم تھا داہر کا شریک جنگ ہوا اور اوس کی بہادری سے داہر فتحیاب ہوا۔ داہر نے محمد علافی کو اپنا وزیر بنایا۔ محمد علافی چونکہ خلیفہ سے ناراض تھا اس لئے اکثر سلطنت خلافت کے تذکرے بری طرح کرتا تھا جس پر راجہ اور عمال ریاست کے خیالات خلافت کی طرف سے اچھے نہ تھے۔ اسی عرصہ میں دیبل (کراچی) پر ایک بیڑا اون جہازون کا پہنچا جس میں سراندیپ کے حاجی سوار تھے اور خلیفہ کے لئے اوس میں تحفے بار تھے ان جہازون کو راجہ کے گورنر والئی دیبل نے لوٹ لیا اس پر برہم ہو کر خلیفہ نے محمد قاسم کو فوج کشی کا حکم دیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیان ہوئیں۔ اوران لڑائیون میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندرون کی مرمت کرائی۔ برہمنون کو معزز عہدے دئے۔ یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لاڈی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیرج کے ہندؤن نے اور بودھون نے اس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ تیسری جنگ کا سبب یہ تھا کہ خود مسلمانون میں ایک فرقہ پیدا ہوا جو ملحدانہ اور گستاخانہ عقائد رکھتا ہے اون کو قرامطہ کہتے تھے یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام اور سلاطین کے جانی دشمن تھے اس فرقہ والون نے ہندوستان میں آ کر اول سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بہ امداد بعض راجگان نیست و نابود کیا اور اوس کا ملک راجون میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست جو ملتان

میں تھی بہ سازش راجہ جے پال زیروزبر کیا۔ اوس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا۔ قرامطہ اوس کے خلاف سازش کرتے تھے اور وہ قرامطہ کی تلاش اور سزادہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے راجہ جیپال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرادیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ باقی تمام محمودی حملے اسی سلسلہ میں ہوئے۔ ان تمام لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈہایا گیا نہ کوئی جبراً مسلمان بنایا گیا۔ پھر جہان جہان سلطنت غزنی کا قبضہ ہوتا گیا قرامطہ دوسری جگہ چلے جاتی رہے۔ راجگان ہند ان کے طرفدار رہے کیونکہ اونہون نے ہندؤن میں اچھا اثر پیدا کیا تھا اونہون نے اپنے عقائد کو ہندو مذہب کے قریب قریب ملاکر دکہلادیا تھا جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اوسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک تھا اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بت تھا اوس کے آگے خودکشی کرنا باعث نجات سمجھا جاتا تھا۔ آخر میں قرامطہ نے سومنات کو مرکز قرار دیا اور اکثر راجے اون کے شریک حال ہوئے تب محمود نے سومنات پر حملہ کیا۔ سومنات کے بت توڑنے کی کہانی میرے خیال سے سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا۔ ہان اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اوس میں ایک مورتی تھی جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی محمود نے کئی راجون کو ملک بخشی کی اور ہندؤن کو عہدے دئے اسی طرح تعصب واشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلود ہے۔ اورنگ زیب نے مندرون کو جاگیرین دین اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے۔ اوس زمانہ کے ہندو بزدل یا ایمان فروش نہ تھے۔ باقی اورنگ زیب سے ہندو ناخوش ضرور تھے اسکا باعث یہ تھا کہ ہندو دارا شکوہ کی سلطنت چاہتے تھے جو اکبر سے زیادہ ہندؤن کا گرویدہ تھا اورنگ زیب نے جو مندر منہدم کرائے اوس کے چند وجوہات تھے ایک وہ مندر ڈھایا جو راجہ نرسنگ دیو ابوالفضل کو قتل کرکے اوس کے مال سے بنایا تھا جسپر مسلمان مشتعل ہوگئے تھے او۔ ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے باصرار بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا کیونکہ وہان کے پجاریون نے اوسکی عورت کو غائب کرلیا تھا۔ اسیطرح ٹیپو سلطان نے بھی ہندؤن کے ساتھ کافی مراعات کیں مندرون کو جاگیرین دین۔ اور اوس کا وزیر بھی ہندو تھا سلطان ٹیپو کو مذہب سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

غرض ابتدائی زمانہ سے لیکر آخر دور سلطنت مغلیہ تک مسلمانون ہندؤن کے

مناقشات ملکی تھے نہ کہ مذہبی ابتدا میں ہندون نے اون کے ساتھ پوری رشتہ داری کا تعلق قایم کیا۔ رانی لاڈی نے محمد قاسم سے نکاح کیا۔ عبداللہ اشتر بن محمد المہدی بن عبداللہ بن حسنؓ بن حضرت علیؓ سے راجہ سندھ نے اپنی لڑکی بیاہ دی یہ واقعہ سنہ ۱۴۸ ہجری کا ہے سنہ ۷۶۳ء میں سلطان شہاب الدین نے جب اوچ پر حملہ کیا تو راجہ اوچ کی رانی نے پیغام بھیجا کہ اگر تم میری لڑکی سے نکاح کرنیکا وعدہ کرو تو میں راجہ کا کام تمام کر دوں۔ چنانچہ سلطان نے وعدہ کیا اور رانی نے راجہ کا کام تمام کر دیا۔ سلطان نے راج کماری سے نکاح کر لیا۔ غرض ہمیشہ تعلقات بہتر رہے ہیں افسوس ہے کہ آج اون تعلقات کو بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور اون سے ناروا طور پر کام نکالا جاتا ہے۔ راقم منوہر لال روہری :-

---

(از پیسہ اخبار لاہور — ۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ عیسوی -)

اورنگ زیب عالمگیر

ہندوستان میں جسقدر فرماں روا گذرے ہیں اون میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا لیکن اوس نے بدقسمتی سے ایسا زمانہ پایا کہ جو سلطنت مغلیہ کے آفتاب اقبال کے غروب اور غیر ملکیوں کے ماہ دولت کے طلوع کا قریب زمانہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ کو ہندوستان میں منافرت پھیلانیکا آلہ بنایا گیا ہے اور بادشاہ اورنگ زیب پر جسقدر الزامات ہیں اگر اون پر منصفانہ نظر کی جائے تو وہ سب لغو ثابت ہوں گے۔

پہلا الزام یہ ہے کہ اوس نے باپ کو تخت سے بیدخل کیا۔ حالانکہ اس خدمت کو دارا شکوہ انجام دے چکا تھا۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑا اور اون کو قتل کیا۔ تاریخون کے دیکھنے اور

واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتاہے کہ پہلے چھیڑ دار اشکوہ کی طرف سے ہوئی اور اس قسم کے واقعات تخت وتاج کے لئے ہر ملک وقوم میں ہوئے۔ اورنگ زیب کی جان کا تحفظ سوائے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق بھی غالب ہوتا اوس کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

تیسرا الزام یہ ہے کہ اوس نے ہندؤن کے مندر منہدم کرائے۔ اورنگ زیب کے عہد میں ایسا ضرور ہوا لیکن سوائے ایک دو مندرون کے اکثر کے متعلق شاہجہان اپنے عہد میں انہدام کا حکم دے چکا تھا۔ اور یہ وہ مندر تھے جو مسلمانون کے مکانات پر تصرف کر کے تعمیر کئے گئے تھے۔ باقی مندرون کے متعلق بھی ضرور کوئی خاص امر ایسا ہوگا کہ جسکی وجہ سے بادشاہ نے اونکا انہدام ضروری سمجھا ہوگا۔

یہ بادشاہ خشک مزاج امن پسند سلامت رو تھا۔ یہ خواہ مخواہ کے ہجوم اور خلاف تہذیب امور کو پسند نہ کرتا تھا۔ رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کیلئے اس نے بعض میلے بھی بند کئے جس میں ہندو مسلمانون دونون کے جلوس شامل تھے اسی کے ساتھ بعض مندرون کو جاگیرین بھی دین۔ جاتریوں سے ٹیکس موقوف کیا۔ واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتاہے کہ اس بادشاہ نے جس جگہ سختی کی وہاں کوئی امر نامناسب ضرور ہوگا کیونکہ اگر ایسی بندشون کا باعث مذہبی عناد ہوتا تو اور مذہبی میلے اور معابد بھی اوس کے ہاتھ سے نہ بچتے۔ دارا شکوہ و سلاطین دکن کے خیر خواہون نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کین جن کے مہتمم ہندو تھے اور اوس میں ہندو مسلمان دونون قومیں تعلیم پاتی تھیں اوس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنیکا حکم دیا۔ لیکن خالص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ میری تحقیقات کے موافق اگر خلاف انصاف و مصلحت سلطنت اس بادشاہ سے کوئی کام ہوا ہے تو وہ غیر مسلم جنگی خدمات سے علحدہ گی رکھنے والون پر جزیہ کا قایم کرنا تھا۔ یہ ضرور ایسا ٹیکس تھا جس سے لوگون کے دل میں توہین کا خیال پیدا ہوا ہوگا اور یہی بد دلی سلطنت مغلیہ کی ناؤ کو منجھدار میں لے پہنچی۔ جسطرح اخیر زمانہ کے بودھ راجاؤن نے غیر بودھون پر ایک خاص محصول قایم کر کے غیر مذہب کے لوگون میں بد دلی پھیلادی تھی۔ یہ بادشاہ بے حد ثنا و صفت کا مستحق ہے لیکن بجائے تعریف کے بدنامی کا داغ اوس کے نام پر لگا ہوا ہے اگر کوئی

مجھ سے پوچھے تو صاف کہدون کہ اسکا باعث بڑے باپ کے دل کا دکھانا تھا۔ اگرچہ شاہجہان خود بھی اپنے بھائیون کے ساتھ یہی برتاؤ کر چکا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب نے جو کچھ کیا بہ مجبوری کیا۔ لیکن آخر دارا شجاع مراد اوسکی اولاد تھے چاہے کچھ تھا اوس کا کیونکر دل نہ دکھا ہوگا اور کیون نہ اوس کے دل سے بد دعا نکلی ہوگی۔ (راقم منوہر لال زتشی)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۲۰)۔ دشمنون کے ظلم و ستم قتل و غارت کی جب حد نہ رہی تو ہجرت کے پہلے سال جنگ جہاد کا حکم ہوا۔ موافق و مخالف تمام تاریخین شاہد ہیں کہ اسوقت تک مسلمان جنگ کا نام لینے کے قابل بھی نہ تھے مخالفین کی طاقت تمام جزیرۃ العرب پر چھائی ہوئی تھی لیکن باوجود غلبۂ کفار اور بے کسی و ناداری رسالتمآب و صحابہ کے حکم جہاد سے پہلے ہزارون مسلمان ہو چکے تھے جبر سے اشاعت کا الزام لگانیوالے بتلائیں کہ یہ ہزارون مسلمان کس تلوار نے بنائے تھے کیونکہ سب سے پہلی جنگ بدر میں جب رسول کریم دشمنون کے مقابلہ کے لئے نکلے تو تین سو تیرہ جانباز ساتھ تھے یہ تعداد جنگ آور ونکی تین ہزار سے کم مردم شماری سے خالی نہیں ہو سکتی اسلئے ماننا پڑیگا کہ اسوقت مسلمانون کی آبادی مدینہ میں تین ہزار تھی ان کے علاوہ مکہ میں بھی کافی تعداد تھی جن کو کفار نے روک رکھا تھا پھر اطراف مکہ و مدینہ میں بھی تھوڑی تھوڑی مسلمان تھے سو یا کچھ زیادہ تعداد مسلمانون کی حبشہ (افریقہ) میں پناہ گزین تھی۔ نجاشی شاہ حبشہ نے بغیر جنگ و جدال نامہ و پیام کے مہاجرین کے حالات دیکھکر اوسنے تعلیمات اسلام کو معلوم کرکے حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا ایرانیون کی جنگ کے قبل ایران میں اسلام پہنچ چکا تھا سلمان فارسی وغیرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ رومیونکی لڑائی سے پہلے صہیب رومی وغیرہ مسلمان ہو چکے ہندوستان میں بھی جیسا کہ آگے مذکور ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں اسلام پہنچ گیا تھا باقی ہندوستان میں عام طور پر اشاعت اسلام بزرگان دین کی جیسا کہ اوس مضمون سے ظاہر ہوگا۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد نے چند واقعات صفحات ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ پر اس قسم کے بیان کئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دکن میں اشاعت اسلام ایک بزرگ درویش خواجہ سراج الدین حیدری نے کی اور بہت سے جوگی وغیرہ مسلمان ہوئے (روزنامچہ گلبرگہ) الغرض زیادہ تر تمام حصص میں جنگ و جدال سے پہلے اسلام کا داخل ہو جانا تاریخ و واقعات سے ثابت ہے۔ چین میں بھی اسلام آنحضرت علیہ السلام کے عہد ہی میں شایع ہو گیا تھا اسکے متعلق یہ روایتین ہیں۔ چین کے بادشاہ تانگ نے رات کو دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا صبح کو نجومیون سے دریافت کیا انہون نے کہا عرب کے دیس میں ایک پیغمبر ہوگا اسکے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا اسنے تحقیق کیا تو حضور علیہ السلام کی بعثت کا حال معلوم ہوا وہ مسلمان ہو گیا اسکی مصنفہ کتاب چی بالائی موجود ہے اور شہر سغانو میں جو مسجد اسنے تعمیر کرائی تھی وہ جبتک اسکے نام سے مشہور ہے تاریخ مدینہ چین میں ایک کتبہ بند تھا جسکی سرخی تھی کہ چین میں معجزہ شق القمر کسطرح دیکھا گیا۔ گورنمنٹ چین نے کئی ہزار ڈالر میں اسکو خرید کرا کے خزانہ میں رکھا ہے۔ آریہ اس معجزہ کو خلاف عقل کہتے ہیں جبکہ چاند مثل زمین کے ہے اور اس میں آتش فشان پہاڑ کثرت سے ہیں زمین آتش فشان مادہ کی کثرت سے پھٹ جاتی ہے تو چاند کا انشقاق کیون خلاف عقل ہے۔ ماہرین فلکیات بھی قایل ہیں کہ چاند میں انشقاق ہوا۔ ڈاکٹر ارون ہرسکلس کا قول ہے کہ فضاء بسیط میں کوئی عظیم الضخامت شہاب ثاقب حرکت کرتا ہوا سطح ماہتاب سے ٹکرا گیا ہوگا جو اس انشقاق کا باعث ہوا جو چاند کے دو ٹکڑے نظر آئے مہابھارت میں مذکور ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اور اس معجزہ کو وشوامتر کی طرف منسوب کیا ہے سنسکرت میں ایک کتبہ دیکھا گیا

سلہ (بعض نے یہ بھی لکھا ہے) بحیثیت تاجرانہ بحری سفر کے ذریعہ سے چین گئے اور صوبہ کنتن میں جو بحر چین کے کنارہ پر ہے اترے (سفرنامہ ...)

دعا

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِی مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِی مَنْ عَافَیْتَ وَبَارِکْ لَنَا فِی مَا اَعْطَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِی مَنْ تَوَلَّیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ۔

شد ختم بر حدیثِ تو آخر بیانِ ما ٭ باشد نگینِ نام تو مُہرِ دہانِ ما

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	کیفیت
اظہار النعمہ	۳ر	امامِ طحاویؒ کے رسالۂ عقیدۃ الطحاوی کا اردو ترجمہ علمائے کرام نے بہت پسند فرمایا۔
اُردو کہانیاں	۲ر	یہ کہانیاں ایسی اردو میں لکھی گئیں ہیں جس میں عربی و فارسی کا کوئی لفظ نہیں آیا۔ زبان نہایت صاف ہے نقادانِ فن نے بہت پسند فرمایا ہے۔
محمودؔ اور فردوسی	۴ر	سُلطانِ محمودؔ غزنویؒ پر جو الزام فردوسی کے ساتھ وعدہ خلافی کا لگایا جاتا ہے اس کی مکمل تردید ماہرینِ فن نے بہت پسند فرمایا
تصحیح التاریخ	۸ر	سلاطین اسلام محمد قاسم سبکتگین محمودؔ شہاب الدین۔ اور نگ زیب

میں اسلام پھیلا تیرہویں صدی عیسوی میں سارا کا سارا ... بادشاہ مسلمان ہوا اس ہی معجزہ پر کند کھولا